﴿ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ ﴾

مواعظِ حسنہ

جلد ۲

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

- بسم اللہ اور اس کی برکات
- ہر درد کی دوا ہے صلِّ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ادب کی اہمیت
- وقت کی اہم ضرورت
- بدنظری کے مہلک اثرات
- عورت کا اصلی کمال
- دین کے لئے علماء کی قربانیاں
- اسلام رحمت سکھاتا ہے
- ہر جگہ کام آنے والی چیز

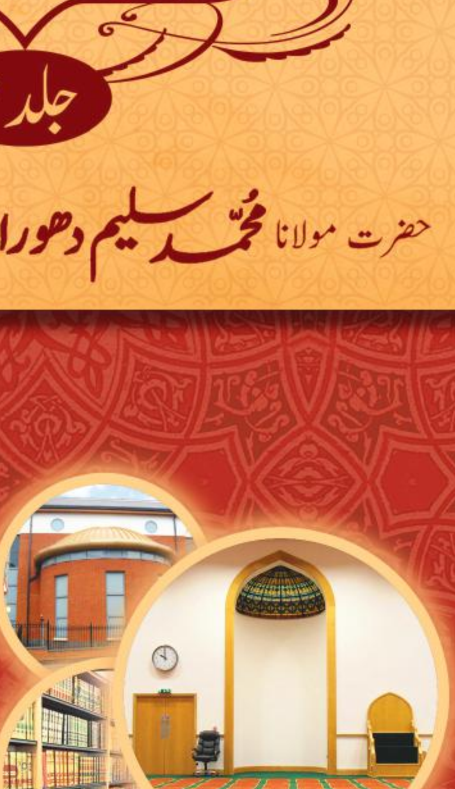

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	مواعظِ حسنہ (جلد ۲)
افادات	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ اشاعت	:	جمادی الأخریٰ ۱۴۴۴ھ بمطابق جنوری ۲۰۲۳ء
ناشر	:	ادارہ التزکیہ، لیسٹر، یو کے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

اجمالی فہرست

عرضِ ناشر ۵
پیش لفظ ۱۳
بسم اللہ اور اس کی برکات ۱۹
ہر درد کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴۹
ادب کی اہمیت ۸۵
وقت کی اہم ضرورت ۱۴۳
بدنظری کے مہلک اثرات ۱۶۹
عورت کا اصلی کمال ۲۰۱
دین کے لئے علماء کی قربانیاں ۲۲۵
اسلام رحمت سکھاتا ہے ۲۷۳
ہر جگہ کام آنے والی چیز ۳۰۹

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمّل ہے

محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

محمد کی محبت آنِ ملّت شانِ ملّت ہے
محمد کی محبت روحِ ملّت جانِ ملّت ہے

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال جان اولاد سے پیارا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حفیظ جالندھری)

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے روزِ اوّل سے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السّلام کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی آخری کڑی سیّد المرسلین، خاتم النبیین، حبیب ربّ العالمین، پیارے آقا جناب محمدؐ رّسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صرف تیئیس (۲۳) سال کی مختصر مدّت میں اللہ تعالیٰ کے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پورا دین پہنچایا اور ان کا رشتہ معبودِ حقیقی سے جوڑا اور انہیں با مقصد زندگی جینے کا سلیقہ سکھا کر حقیقی معنی میں انسان بنایا، چونکہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو خاتم النبیین ہونے کا شرف عطا فرمایا اور آپ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں تھا اس لئے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد قیامت تک آنے والی اپنی اُمّت کو یہ حکم فرمایا:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً

میری طرف سے (دین) پہنچاؤ چاہے وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

یہ ہمارے پیارے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا معجزہ ہے اور اسلام کے دین حق ہونے کی دلیل ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، محدّثین، مفسّرین، فقہاء اور ان سے لے کر عصرِ حاضر تک ہر دور کے علماء اور مشائخ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اس مبارک چاہت کی تکمیل کی خاطر اپنی اپنی بساط کے مطابق منصبِ نبوّت کے فرائض یعنی تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفوس کا

کام انجام دیتے چلے آرہے ہیں، انھی کی شبانہ روز محنتوں کی یہ برکت ہے کہ آج ہمارے پاس دین کی تعلیمات بالکل اسی شکل میں موجود ہیں جس شکل میں وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں تھیں اوران شاء اللہ تعالیٰ یہ محنت جاری رہے گی اور دین قیامت تک اسی طرح محفوظ رہے گا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاَ يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ

میری اُمّت میں سے (علماء کی) ایک جماعت ہمیشہ غلبہ کے ساتھ رہے گی یہاں تک کہ ان پر اسی غلبے کی حالت میں قیامت آجائے گی۔

اس مقدّس قافلے کے ایک فردِ فرید عارف باللہ، یادگارِ سلف، محبوب العلماء والمشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانُہ نے آپ کو دین کی مختلف اور متنوع خدمات کے لئے قبول فرمایا (جن کی تفصیل اس تحریر کا موضوع نہیں) جن میں سے ایک مواعظ و دروس کا سلسلہ ہے، قدرت نے آپ کو وعظ کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے اور آپ کی زبان میں خاص تاثیر رکھی ہے جس سے غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے دل بیدار ہوتے ہیں، مایوس لوگ امید پاتے ہیں، معصیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے طاعت کی شاہراہ پر گامزن ہوتے ہیں، دنیا کی محبت میں مست لوگوں میں اپنے قلوب کو عشقِ الٰہی سے معمور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، سینے اکابر و اسلاف کی محبت اور عظمت سے

سرشار ہوتے ہیں اور علماء وطلبہ کے طبقے کو رہنمائی ملتی ہے، آپ کے مواعظ اس شعر کے واقعی مصداق ہیں:

ادھر وہ کہتا گیا ادھر بات اترتی گئی دل میں
یہ اثر ہو نہیں سکتا دعوائے باطل میں

بفضلہٖ تعالیٰ چند سالوں سے آپ کے ان مواعظ کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوا اور عوام وخواص ان سے یکساں مستفید بھی ہو رہے ہیں، مجھ جیسے بے بضاعت، بے بصیرت، کم فہم اور قلیل العلم والعمل کا ان قیمتی مواعظ کے بارے میں تبصرہ قیمتی ریشم کے پوشاک میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کے مترادف ہے، اور اگر یہ کوتاہ نظر اور کم فہم کچھ عرض کرنے کی جسارت کر بھی لے تو شاید اسے مغلوب الحال مرید کی مبالغہ آرائی پر محمول کیا جائے گا، لہٰذا اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کے بجائے بندہ عصرِ حاضر کے چند برگزیدہ اور نابغۂ روزگار شخصیات کے فرمودات اور تاثّرات کو نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے تاکہ قارئین ان قیمتی مواعظ سے استفادہ کر کے اپنی دنیا وآخرت سنوار سکیں۔

حضرت مولانا قمر الزمان صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم (مُجازِ خاص مصلح الامّت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ): ’’ماشاء اللہ رسائل موصول ہوئے، بہت ہی مفید ہیں، ان کی طباعت سے مجھے بہت خوشی ہوگی اور آپ کے مواعظ اُمت کے لئے نفع بخش ثابت ہوں گے ان شاء اللہ، اُس کی قبولیت و افادیت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔‘‘

’’ماشاء اللہ اہم مضامین پر ہر وعظ مشتمل ہے، جو قابلِ مطالعہ ہے اور ہر شخص

کے لئے مفید ہے۔اس لئے میرا خیال ہے کہ عوام وخواص ہر فرد کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے اور منتفع ہونا چاہئے۔‘‘

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ اجل حضرت حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ): ’’برطانیہ میں مسلمانوں نے مکاتب و مدارس کا جو بہترین نظام مرتب فرمایا ہے، ان میں ’’جامعہ ریاض العلوم، لیسٹر‘‘ ممتاز مقام رکھتا ہے، اس کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا شیخ محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے نوجوان نسل کو دینی کاموں میں جوڑ کر ان تک اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں، چنانچہ ہزاروں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں حضرت مولانا مدّظلّہ العالی کے دعوتی پروگرام میں شامل ہوتے ہیں اور مولانا کی دل پسند تقریروں سے اپنی اصلاح کرتے ہیں، مولانا کی یہ تقریریں سادہ اور عام فہم زبان میں ہوتی ہیں، ضرورت تھی کہ ان قیمتی جواہر پاروں کو طبع کرایا جائے تاکہ دور دراز کے لوگوں تک بھی اس کو پہنچایا جاسکے۔‘‘

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث دار العلوم کراچی): ’’حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم جو برطانیہ میں علم و دین کی ترویج اور نوجوانوں میں دعوتی اور اصلاحی کام کے ذریعہ ماشاء اللہ گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں، انہوں نے اپنا ایک خطاب ’’عالمِ ربّانی کسے کہتے ہیں‘‘ بندے کو ارسال فرمایا جو انہوں نے دار العلوم بولٹن میں علماء کے ایک مجمع میں کیا تھا۔ یہ خطاب نہایت قیمتی نصیحتوں پر مشتمل ہے جس سے بندے نے استفادہ کیا، اور بندے کو بھی اس سے فائدہ پہنچا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل

کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔''

حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم (مفتیٔ اعظم پاکستان):

''آپ نے بزرگانِ دین کے حوالے سے جس دل سوزی کے ساتھ ''اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ'' پر عمل کیا ہے، اور آیات واحادیث اور بزرگانِ دین کے حکیمانہ اقوال نقل کر کے فارغ التحصیل علماء اور زیرِ تعلیم طلبہ کو جو قیمتی راہِ عمل دکھائی ہے، امید ہے کہ اس سے سامعین نے خوب استفادہ کیا ہوگا، مجھے بھی ان کے مطالعہ سے بحمد اللہ فائدہ محسوس ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے، اور آپ کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے، اور ان دونوں رسالوں اور آپ کے دوسرے بیانات کو اُمت کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع بنا کر شرفِ قبولیت سے نوازے۔''

حضرت مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم (مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند): ''آں جناب کی امت اور بالخصوص نوجوانوں کے سلسلے میں فکر مندی اور مساعیٔ جمیلہ کا علم ہو کر بہت مسرّت ہوئی، پہلے سے بھی آپ کے بارے میں تعلیمی و اصلاحی سرگرمیوں کی اطّلاعات ملتی رہی ہیں، مختصر کتابچوں کی اشاعت کا سلسلہ بھی ہمارے علم میں ہے، دستیاب کتابچوں کو مجالس میں سنایا بھی جاتا ہے۔''

''...... دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ جناب کی سرپرستی میں اکیڈمی کی فعالیت میں مزید اضافہ فرمائے، آپ کے علمی وروحانی فیض کو زیادہ سے زیادہ عام و تام فرمائے، اس سے پہلے بھی آپ کے چند رسائل دستیاب ہو گئے تھے جن کو بعد عصر اساتذۂ کرام اور طلبہ کے مجمع میں سنایا گیا۔''

حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، انڈیا): ’’برطانیہ کے صحیح الفکر، باا ثر علماء میں حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب زید مجدہم بھی ہیں جو دین کے مختلف شعبوں میں سرگرمِ عمل ہیں، موصوف کو اِس دور کے نوجوانوں کی اصلاح وتربیت کا خاص ملکہ حاصل ہے۔ اس وقت ان کا ایک اہم بیان ’’تصوّف کی روح‘‘ پیشِ نظر ہے جو سالکین کے لئے بڑا دل چسپ و دل پذیر ہے، جس میں موصوف نے اصلاح وتربیت کے مختلف گُر، حضراتِ اکابر کے واقعات اور دل موہ لینے والے ملفوظات کی روشنی میں پیش کر کے تصوّف کی حقیقت واشگاف کی ہے، بیان کی سطر سطر سے موصوف کی فنائیت، اکابر سے وابستگی اور ان کے طریقۂ کار پر وارفتگی مترشح ہوتی ہے۔ خود احقر اس بیان میں موجود تھا، ذاتی طور پر بیان کی اہمیت وافادیت کو محسوس کیا، دل ہی دل میں کہہ رہا تھا: ’’خدا کرے زورِ بیاں اور زیادہ‘‘۔ یہ بیان تصوّف وسلوک کی روح پر ایک جامع بیان ہے جس میں فنِ تصوّف کی حقیقت اور اس کا خلاصہ آ گیا ہے، اس میں جا بہ جا موصوف کی زبانی حکمت ومعرفت کے وہ جواہر پارے ملتے ہیں جو ایک شیخِ کامل اور عارف باللہ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ ولبِّ لباب ہیں، اور جن سے ایمان کو تقویت، عقل وبصیرت کو جلا، روح کو بالیدگی اور علم ومعرفت کا نور نصیب ہوتا ہے۔ بیان سادہ وعام فہم زبان میں ہے؛ لیکن دل چسپ اس قدر ہے کہ ایک مرتبہ شروع کرنے کے بعد کسی صاحبِ ذوق اور طالبِ صادق کے لیے اسے چھوڑنا مشکل ہے۔ احقر تمام اہلِ علم سے عموماً اور سالکین سے خصوصاً بہ نظرِ غائر اس رسالے کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہے۔‘‘

الحمد للہ ۱۴۴۰ھ بمطابق ۲۰۱۹ء میں جب حضرت والا دامت برکاتہم کے مواعظ کی پہلی جلد بنام ''مواعظِ حسنہ'' چھپ کر منظرِ عام پر آئی تو بحمد اللہ عوام و خواص دونوں طبقوں میں اس کو بہت پذیرائی ملی، بہت سے گھروں میں اور مساجد میں اس کی تعلیم کا معمول بنایا گیا اور یہ اطّلاعات بھی ملتی رہیں کہ ان مواعظ کے نتیجے میں زندگیوں میں تبدیلیاں نظر آئیں، یہ سب صاحبِ مواعظ کے اخلاص اور قلب کی گہرائی سے نکلی ہوئی باتوں کا اثر ہے:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

پہلی جلد کی افادیت اور اہلِ علم کے پیہم اصرار پر ہم خدّام نے دوسری جلد کی تدوین وترتیب کی طرف پیش قدمی کی، لیکن تاخیر ہوتی گئی، كُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهٗ بِأَجَلٍ مُسَمًّى (ہر چیز کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک وقت مقرّر ہے) اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ بالآخر قارئین کی خدمت میں مواعظِ حسنہ کی دوسری جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے جو کے نو (۹) تقاریر پر مشتمل ہے، قارئین کرام سے دعا کی گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائیں اور صاحبِ مواعظ، قارئین اور اس کی طباعت میں شروع سے اخیر تک حصّہ لینے والے تمام حضرات کے لئے نجات کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

بندہ اپنے مشفق حضرت دامت برکاتہم کا تہہِ دل سے ممنون ومشکور ہے کہ آپ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ہر وعظ پر نظر فرمائی، ورنہ ہماری کم علمی، کم مائیگی، بے بضاعتی اور ناتجربہ کاری اس عظیم الشان کام کی تکمیل میں حائل رہتی۔

میں اپنے ان تمام رفقاء کا بے حد ممنون ومشکور ہوں جو ان مواعظ کو منظرِ عام پر لانے کے سفر میں شانہ بشانہ برابر مصروفِ عمل رہے، اسی طرح اپنے مشفق بزرگ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کا بھی بہت شکرگزار ہوں کہ جب بھی ان پر کوئی وعظ نظرِ ثانی کے لئے بھیجا جاتا ہے تو وہ بخوشی ہم پر شفقت فرماتے ہوئے اسے از اوّل تا آخر دیکھ کر فوراً بھیج دیتے ہیں اور ضرورت کے وقت مفید مشوروں سے بھی نوازتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ ان سب حضرات کے علم وعمل میں برکت عطا فرما کر ان کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائیں۔ (آمین)

قارئین سے التجا ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر ان کو مقبولیتِ عامّہ وتامّہ نصیب فرمائیں اور مواعظ کے اس سلسلے کو جاری رکھ کر لوگوں کو خوب فیض یاب فرمائیں، اسی طرح حضرت والا دامت برکاتہم کے سایۂ عافیت کو اُمّتِ مسلمہ پر مدّتِ مدید تک دراز فرمائیں، آپ کے علم و عمل، اخلاص وللّٰہیت، تقریر وتحریر، وعظ وارشاد، تدریس وتبلیغ اور دینی جدّ وجہد میں مزید برکت عطا فرما کر پوری اُمّت کو مستفید فرمائیں اور ہمیں آپ کی صحیح معنی میں قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

احمد پٹیل عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ بمطابق ۳ نومبر ۲۰۲۲ء

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

میں کیا اور میری باتیں کیا؟ میری پیدائش ایک پسماندہ علاقے کے بہت چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی اور وہیں میں نے نشو نما پائی، دس سال کی عمر میں برطانیہ پہنچا، چھ سال مکتب کے ساتھ اسکول گیا اور اس کے بعد دارالعلوم بری میں داخلہ ہوا، چھ سال پڑھنے میں گزرے اور اس کے بعد چار سال اپنی مادرِ علمی میں خدمت کی سعادت نصیب ہوئی، ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۱ء میں والدِ بزرگ وار، حضرت حافظ ابراہیم دھورات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات پر والدہ ماجدہ دام ظلہا کی خدمت کی غرض سے اپنے وطن لیسٹر منتقل ہوا، چند مہینوں کے بعد لیسٹر کی سب سے قدیم مسجد، مسجد النور میں (جہاں بچپن میں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر اساتذۂ کرام سے پڑھا تھا) منبر و محراب کی خدمت سپرد ہوئی۔

بولنا تو بچپن سے شروع ہو گیا تھا، اساتذہ شفقت فرماتے اور تقریر یاد کروا کے جلسوں میں کھڑا کر دیتے، والدہ ماجدہ بھی بہت محبت سے سر پر عمامہ سجا کر خوب پیار کر کے بھیجتیں، پتا نہیں اُس وقت ان کے دل سے اپنے ننّے مُنّے بیٹے کے لئے کن کن ارمانوں کے ساتھ کیا کیا دعائیں نکلی ہوں گی۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو سراپا دعا تھے، وہ بچپن سے ایک سبق سکھاتے رہے کہ بڑے ہوکر مولانا بننا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سیکھنی اور سکھانی ہے، عمل کرنا ہے اور دوسروں کو عمل پر لانا ہے۔ بچپن میں ہم بچے پھلوں کی لالچ میں آم کے درخت پر بار بار پتھر پھینکتے تھے، وہ یاد دلا کر سمجھاتے کہ بار بار پتھر پھینکنے سے دیر سویر کسی نہ کسی وقت پھل ضرور ہاتھ آتا ہے، پہلے دوسرے پتھر سے شاذ و نادر ہی کامیابی ملتی ہے، جو ایک دو مرتبہ پھینک کر مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے وہ محروم رہتا ہے، بیٹا! جب اللہ تعالیٰ تمہیں منبر پر بٹھائیں تو استقامت کے ساتھ دین کی باتیں کرتے رہنا، دیر سویر نشانے پر لگ کر دلوں میں اُتر جائے گی۔ ابّا جی کی یہ نصیحت مایوسی سے بچنے کے لئے ایسا تریاق ثابت ہوا کہ یہ کمزور اور ناتواں نہ کبھی مایوس ہوا، نہ تھکا اور نہ ہارا، وللہ الحمد۔

دور چلا گیا، عرض یہ کر رہا تھا کہ بچپن میں مکتب کے اساتذہ کی شفقت رہی پھر دارالعلوم کے زمانے میں انجمن کی تقریروں میں اللہ تعالیٰ نے طلبہ میں مقبولیت سے نوازا، اساتذہ کی بھی شفقت رہی، بیان کے لئے لے بھی جاتے اور بھیجتے بھی، درجۂ رابعہ سے فارغ ہوا تو مدرسے کی طرف سے رمضان گزارنے امریکہ بھیجا گیا اور اس کے بعد ہر سال ماہِ مبارک میں کہیں نہ کہیں مدعو ہوتا رہا، اس میں بھی والدِ مرحوم کی دعا کا بہت بڑا دخل تھا، جب شعبان میں ایک مرتبہ مشورۃً عرض کیا کہ رمضان کے ایام گزارنے کے لئے چار جگہوں سے مدعو ہوں، کیا مشورہ ہے؟ تو بِلک بِلک کر روئے، میں نے عرض کیا کہ صرف مشورہ مطلوب ہے، جانے کا شوق نہیں ہے، اگر آپ پر میرا فراق گراں گزرتا ہے تو فرما دیجئے، مجھے کسی نئے ملک میں جانا اتنا محبوب نہیں

ہے جتنا آپ کے ساتھ رہنا محبوب ہے۔ فرمایا کہ بیٹا! میں تو خوشی کا رونا رو رہا ہوں، تہجّد کے بعد روزانہ سجدے میں سر رکھ کر اپنے اللہ سے عاجزی کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو علم وعمل سے آراستہ کر کے ایسا بنا دے کہ دنیا بھر سے لوگ تیری باتیں سننے کے لئے اسے اپنے یہاں بلائیں، میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر خوشی کا رونا رو رہا ہوں کہ میرے جیسے گنہگار کی دعا اللہ تعالیٰ نے اتنی جلدی سن لی۔

تقاریر اور بیانات کے اس سفر نے بہت جلد متعدد ملکوں میں پہنچایا اور بعض ملکوں میں کئی بار جانا ہوا، کئی ملک ایسے بھی تھے جہاں برطانیہ کے فضلاء میں سے دین کی باتیں کہنے کے لئے سب سے پہلے پہنچنے کی اللہ تعالیٰ نے بندے کو سعادت نصیب فرمائی۔

اب لیسٹر بندے کا مستقر ہو گیا، مسجد النور کے منبر کی ذمّہ داری کاندھوں پر آئی؛ جمعہ سے پہلے، مبارک راتوں میں اور رمضانُ المبارک میں مواعظ اور قرآن وحدیث کے دروس کا سلسلہ چلتا رہا، پھر یہ سلسلہ بتدریج اسلامک دعوہ اکیڈمی میں منتقل ہوا، مختلف ملکوں کے اسفار بھی ہوتے رہے اور دوسری طرف تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے دل میں اس رُوسیاہ کی اور اس کی تقریروں کی محبت ڈال دی، میرے محبّ، بھائی صابر پٹیل سلّمہ نے ایک ایک چیز ریکارڈ کرنے کا اہتمام شروع کیا، پھر محنت کر کے میرے دوسرے احباب نے اسے آگے بڑھایا اور ۱۹۹۴ء سے اب تک کے تمام بیانات، دروسِ قرآن، دروسِ حدیث اور مجالس کو اردو وانگریزی دونوں زبانوں میں کیسٹ اور سی ڈی پر محفوظ کر لیا، آگے اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کے دلوں میں شوق پیدا کیا، انہوں نے تقاریر قلمبند کیں، بزرگوں

سے تائید بھی لی، بلکہ حکم بھی کروایا اور بہت زیادہ پس وپیش کے بعد کئی مخلص علماء و صلحاء کے بار بار یاد دلانے پر بالآخر پہلی جلد تیار ہوگئی، یہ محض اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے ورنہ بندہ جب اپنی حیثیت کی طرف نظر کرتا ہے تو شرمندگی سے پانی پانی ہوجاتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک خواب ہے اور آنکھ کھلتے ہی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی رسوائی سے بچائیں۔ (آمین)

ان تقاریر کی حقیقت کیا ہے؟ اس رُوسیاہ کا معمول ہے کہ وہ ایک سوالی بن کر اپنا کشکول لئے اصحابِ علم وفضل کے دروازوں پر بھیک مانگتا رہتا ہے، جو کچھ ملتا ہے اسے اپنے کشکول میں لیتا رہتا ہے اور جب جب بھی اپنے دوستوں کی خدمت کا موقع ملتا ہے تو منبر پر بیٹھ کر کشکول میں جمع شدہ مواد سے ان کی ضیافت کی کوشش کرتا ہے، اس مجموعے کا جو حصّہ مفید معلوم ہو، اسے میرے کریم اللہ کا فضل، والدین، اساتذہ ومشائخ کی محنت، توجّہ اور دعا کا ثمرہ اور اُن حضراتِ علم وفضل کا کمال سمجھا جائے جن کے در سے اس فقیر کو بھیک ملی ہے، اور جو حصّہ غیر مفید معلوم ہو، اس کا سبب اس رُوسیاہ کی علمی وعملی کمزوری کو قرار دیا جائے۔

بیانات کو سی ڈی کی مدد سے الفاظ کا جامہ پہنایا جاتا ہے، تقریر کو تحریر بنانے کے لئے کچھ حذف واضافے کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور تقدیم وتاخیر کی بھی، بندے نے اپنے احباب کے ساتھ حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہر بات صحیح اور مستند ہو، لیکن انسان خطا کا پُتلا ہے، اور بندہ تو ہر اعتبار سے ناقص، بلکہ انقص ہے، اس لئے اس مجموعے میں آپ کو کسی جگہ غلطی نظر آئے تو اس کی نشان دہی کر کے احسان کیجئے۔

مجموعے کے نام کے بارے میں دوستوں کی کئی آراء سامنے آئیں، مگر

''مواعظِ حسنہ'' نام تجویز کیا گیا، تاکہ قرآنی آیت ﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ﴾ سے استبراک کیا جائے، پھر بندے کے شیخ کے خطبات کے مجموعے کا نام ''اصلاحی مواعظ'' ہے، اس نام کے ساتھ بھی کسی درجے میں مشارکت ہوجائے اور برکت حاصل ہو، مزید یہ کہ ''موعظت'' خیرخواہی کی اس بات کو کہتے ہیں جسے ایسے مؤثّر انداز میں بیان کیا جائے کہ سننے والے کا دل قبول کرنے کے لئے نرم ہوجائے، اس کی غفلت دور ہو اور آخرت کی فکر پیدا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جُھک جائے، پھر ''حسنہ'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیان اور عنوان ایسا ہو کہ سننے والے خوش دلی کے ساتھ قبول کریں اور ان کی دل شکنی نہ ہو، بلکہ وہ محسوس کریں کہ واعظ کو صرف خیرخواہی اور ہمدردی مقصود ہے، اس کی اپنی ذاتی غرض کوئی نہیں ہے، اگرچہ بندے کی باتیں ان اوصاف سے عاری ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید نہیں کہ نام کی برکت سے ان اوصاف سے بھی متّصف ہوجائیں اور ہدایت کے عام ہونے کا ذریعہ بنیں۔

اس کاوش وکوشش کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے کسی کو فکرِ آخرت نصیب ہوجائے، اس کے دل میں جذبۂ عمل زندہ ہوجائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے جُڑ جائے، اگر اس مقصد میں کامیابی ہوئی تو یہ کوشش کامیاب ہے، اس کے لئے میں یہی دعا کرسکتا ہوں کہ

اے میرے خالق و مالک!

تو اگر چاہے تو قطرے کو سمندر کردے
اور چاہے تو یتیموں کو پیمبر کردے

تو ایک قطرے سے وہ کام لے سکتا ہے جو دریا نہ کر سکے، ایک ذرّے کو وہ وسعت دے سکتا ہے جو صحراء کے پاس بھی نہ ہو، صرف ایک پھول کو پورے گلستان کی مہک عطا کر سکتا ہے.....

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گُل

یہ تو تیری اور صرف تیری مہربانی ہے کہ تو نے مجھے بولنے کی توفیق دی اور پھر ان باتوں کو تحریر میں لانے کے اسباب پیدا کئے، زبان یا قلم سے جو لغزشیں ہوئی ہیں، درگزر فرما، ان مواعظ کے لکھنے اور پڑھنے والوں کو علم وعمل کا جذبہ دے کر محنت و جفاکشی سے ان کی زندگیوں کو معمور کر، اس مختصر زندگی میں وہ کام لے جو اس دنیا میں رہ کر کرنا چاہئے، اس کام سے بچا جو نہیں کرنا چاہئے، زندگی کا جو حصّہ ہم نے ضائع کیا اس کی تلافی کی توفیق عطا فرما، اور جو حصّہ باقی ہے اس کے صحیح استعمال کی توفیق عطا فرما، اے میرے اللہ! میرے دل کی یہی آرزو ہے اور دل کی آرزوؤں کو جاننے والا تو ہی ہے، اے میرے مالک! میرے دل کی اس آرزو کو پوری فرما، اے میرے آقا و مولیٰ! اس مجموعے کو خالص اپنی رضا وخوشنودی کے لئے قبول فرما، اسے قارئین کے لئے نافع بنا اور کہنے والے کے ساتھ جملہ معاونین کی فلاحِ دارین کا ذریعہ بنا۔ (آمین)

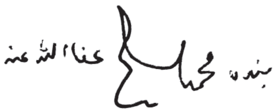

بندہ محمد سلیم دھورات عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاُخریٰ ۱۴۴۰ھ بمطابق ۶ مارچ ۲۰۱۹ء

بسم اللہ اور اس کی برکات

تفصیلات

وعظ کا نام	:	بسم اللہ اور اس کی برکات
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	رمضانُ المبارک ۱۴۰۹ھ بمطابق اپریل ۱۹۸۹ء
مقامِ وعظ	:	مسجدِ تبوک (پرانی مسجدِ عمر)، لیسٹر، یو کے

فہرست

پیش لفظ ۲۳
بسم اللہ اور اس کی برکات ۲۵
تلاوت سے پہلے تعوّذ اور بسملہ ۲۵
بسملہ قرآن کا جزء ہے یا نہیں؟ ۲۶
حرفِ باء کے معانی ۲۷
باء کے نیچے زیر انکساری کی طرف اشارہ کررہا ہے ۲۸
اللہ تعالیٰ کے نام ۲۸
اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ۲۹
اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم میں فرق ۳۰
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اَلرَّحْمٰن وغیرہ کہنا جائز نہیں ۳۱
اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کے بعد مرتبہ اَلرَّحْمٰن نام کا ہے ۳۱
بسملہ میں ان تین ناموں کو ذکر کرنے کی حکمت ۳۲
آخرت کی بھرپور اور کامل کامیابی ۳۴
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا پیغام ۳۶
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پورے قرآن کا خلاصہ ہے ۳۶
بسملہ میں توحید، رسالت اور معاد کا ذکر ۳۷
ہر کام کی ابتداء بِسْمِ اللّٰه سے ۳۸
بِسْمِ اللّٰه، شیطان سے حفاظت ۴۰

بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سے نیک اولاد ۴۰
بِسْمِ اللّٰہ،شریر جنّات سے پردہ ۴۱
بِسْمِ اللّٰہ شفا بھی ہے ۴۲
بِسْمِ اللّٰہ،جہنّم کے فرشتوں سے حفاظت کا سامان ۴۳
ایک عجیب واقعہ ۴۳
بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سے مغفرت ۴۴
بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۴۵
ماٰخذ ومراجع ۴۷

بسم اللہ کے عظیم الشان فوائد

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم ایک ایسا مختصر جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت مشقّت ہے، نہ کوئی وقت خرچ ہوتا ہے، مگر اس کے آثار و برکات نہایت دور رَس اور عظیم الشان دینی و دنیوی فوائد پر مشتمل ہے۔

اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ انسان اپنی ہر نقل و حرکت اور ہر کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھے، اللہ کے نام سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے، جو عین ان کاموں کے وقت بھی اس کو ایک عارف و ذاکر بنا دے گی اور اس کے بعد بھی ہزاروں برکات و ثمرات لائے گی، گویا بسم اللہ ایک کیمیا ہے جو خاک کو بھی سونا بنا دیتی ہے۔

(حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، احکام وخواص بسم اللہ، ص، ۴، ۹)

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر عمر صاحب (حال مقیم زامبیا) نے امریکہ سے مرحوم یعقوب بھائی قاضی صاحب کی وساطت سے دارالعلوم بری پر رمضانُ المبارک کے لئے ایک تقاضا بھیجا کہ ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو بیس (۲۰) رکعات تراویح بغیر سامع کے پڑھا سکتا ہو، اردو اور انگریزی کے ساتھ عربی میں بھی کسی قدر گفتگو کرسکتا ہو اور انگریزی و اردو میں بیان بھی کرسکتا ہو، یہ ناچیز اس وقت ہدایہ کے سال میں تھا، استاذِ مکرّم حضرت مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم نے بندے کو حکم فرمایا اور اس طرح کسی بیرون ملک تراویح اور دین کی باتیں بیان کرنے کے لئے جانے کی کسی قسم کے استحقاق کے بغیر سعادت نصیب ہوئی، فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا دامت برکاتہم کے حسنِ ظن کی لاج رکھ لی اور تراویح کے علاوہ روزانہ فجر اور عصر کے بعد اور ہر ہفتے جمعہ سے پہلے حاضرین کے سامنے دین کی باتیں عرض کرنے کا موقع نصیب ہوا اور وہاں کے احباب جن میں اکثر فلسطینی اور کچھ سعودی، یمنی، ایرانی، پاکستانی، بنگلادیشی اور ہندوستانی تھے، بہت ذوق شوق سے جڑتے رہے، میرے اکابر اور والدین کی دعا کی برکات سے الحمدللہ، یہ سلسلہ چونتیس (۳۴) سال سے اب تک چل رہا ہے اور رمضانُ المبارک میں کہیں نہ کہیں دین کی باتیں کہنے کا معمول رہتا ہے (بجز ان سالوں کے جن میں ماہِ رمضان حرمین شریفین میں گزرا)، فَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ وَالۡمِنَّۃ، اللہ کریں کہ یہ سلسلہ قبولیت کے ساتھ موت تک جاری رہے۔(آمین)

۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۹ء میں مرحوم ڈاکٹر محمد شفیع نگدی صاحب کی دعوت پر بندے

کا پہلی مرتبہ رمضانُ المبارک میں اخیری پندرہ (۱۵) دن کے لئے باربےڈوس (Barbados) جانا طے ہوا، شروع کے پندرہ (۱۵) دن اپنے شہر لیسٹر میں والدین کے پاس گزارنے کا ارادہ کرلیا، مسجدِ تبوک (جواب مسجدِ عمر کہلاتی ہے) کے اس وقت کے روحِ رواں، مرحوم محمد بھائی سیدات صاحب کے اصرار پر بندے کے پندرہ (۱۵) دن مسجدِ تبوک میں نمازِ عصر کے بعد درسِ قرآن کے لئے طے ہو گئے۔

پندرہ (۱۵) دن میں تعوّذ اور بسملہ پر کچھ گفتگو کے بعد پوری سورۂ فاتحہ کا درس ہوا، الحمد للہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا یعقوب سارودی صاحب دامت برکاتہم بھی روزانہ دروس میں شریک رہے اور ان کی دعائیں اور توجّہات شاملِ حال رہیں، محمد بھائی نے بڑی محبت سے ان کی ریکارڈنگ بھی کی، ان میں سے ایک درس بسملہ کے عنوان پر کچھ دوستوں نے محنت کر کے تحریری شکل میں تیار کرلیا، اللہ تعالیٰ ان تمام کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس کتابچے کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تعلّق کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

عزیزم مولوی احمد زادہ اللہ علماً وشرفاً نے مدینہ منوّرہ کے قیام کے موقع پر انگلینڈ سے میسج (message) بھیجا کہ اگر روضے میں بیٹھ کر تو اس درس کے لئے بطورِ پیش لفظ کے چند سطور تحریر کردے تو بہت اچھا ہوگا کہ مدینہ منوّرہ کی برکات بھی شامل ہو جائیں گی۔ مغرب کی نماز کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جوار میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانے کی مسجدِ نبوی میں اوّابین اور دیگر معمولات سے فراغت پر بیٹھے ہوئے ان کی یہ بات یاد آگئی تو جلدی جلدی چند سطریں تحریر کردیں، اب عشاء کی اذان کا وقت ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ (آمین بحرمۃ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)

محمد سلیم دھورات عفا اللہ عنہ

مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

۱۷ ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ بمطابق ۴ جنوری ۲۰۱۸ء

بسم اللہ اور اس کی برکات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

تلاوت سے پہلے تعوّذ اور بسملہ

اللہ تعالیٰ کے پاک کلام قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوّذ یعنی أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا سنّت ہے۔[1] اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں اس کا حکم فرمایا ہے:

﴿فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ﴾ (النّحل:۹۸)

جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

جب کوئی مسلمان قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے شروع میں تعوّذ پڑھ کر شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے، اس کی برکت سے شیطان کے مکر اور شر سے حفاظت ہو جاتی ہے، تعوّذ کے بعد بسملہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا بھی سنّت ہے۔[2] تعوّذ سے بندہ شیطان کے جال میں پھنسنے سے

---

[1] الإتقان في علوم القرآن: ۲/ ۶۷۱

[2] إحكام القنطرة في أحكام البسملة، ص: ۱۸۲

محفوظ ہو جاتا ہے اور بسملہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے۔

بسملہ قرآن کا جزء ہے یا نہیں؟

پورے قرآن میں کل ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتیں ہیں، سورۂ براءت کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو لکھا جاتا ہے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر سورت کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو تبرّکاً لکھا جاتا ہے اور وہ دو سورتوں کے درمیان فصل کا کام دیتی ہے، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورت کا حصّہ نہیں ہے۔[۱]

سورۂ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا تذکرہ ہے جو آپ نے بلقیس پر بھیجا تھا:

﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ (النمل: ۳۰، ۳۱)

وہ خط ہے سلیمان کی طرف سے، اور وہ یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، زور نہ کرو میرے مقابلے میں اور میرے پاس چلے آؤ فرماں بردار ہو کر۔

اس میں جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے یہ بالاتّفاق سورت کا جزء ہے، اور جب سورت کا جزء ہے تو قرآن کا حصّہ ہے۔[۲]

---

[۱] تفسير النسفي: ۷/۱، معارف القرآن ادریسی: ۷/۱

[۲] تفسير ابن كثير: ۱/۱۷۱

حرفِ باء کے معانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع ہوتی ہے حرفِ باء سے، عربی زبان میں حرفِ باء کئی معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، علماء نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی باء کے تین معانی بیان کئے ہیں:

(۱) مصاحبت؛ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔

(۲) استعانت؛ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے شروع کرتا ہوں۔

(۳) تبرّک؛ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے شروع کرتا ہوں۔

اب مطلب یہ ہوا کہ میں جو کام کرنے جارہا ہوں اسے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے یا اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے شروع کررہا ہوں۔[۱]

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ استعانت والا معنی راجح معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں بندہ ابتداء ہی سے اپنے عجز کا اظہار کررہا ہے۔[۲] گویا ہر کام کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر بندہ یہ اعتراف کرتا ہے کہ میں سراپا عاجز ہوں اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، میں کچھ نہیں ہوں اور اللہ

---

[۱] معارف القرآن: ۱/ ۷۵

[۲] معارف القرآن ادریسی: ۱/ ۷

تعالیٰ سب کچھ ہیں، اگر کوئی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر دروازہ بند کرتا ہے، تو وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ اے اللہ! میں تیری مدد سے دروازہ بند کر رہا ہوں، دروازہ بند کرنا جو ایک معمولی کام ہے، یہ بھی تیری مدد کے بغیر میرے لئے ممکن نہیں ہے۔

باء کے نیچے زیر انکساری کی طرف اشارہ کر رہا ہے

پھر بسملہ حرفِ باء سے شروع ہوتی ہے جس کے نیچے زیر ہے، حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس میں بھی انکساری کی طرف اشارہ ہے۔[1] گویا بندے کو یہ بتلایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہے اور اسے ہر طرح کا غلبہ حاصل ہے اور بندہ عاجز اور محکوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مکمّل نگرانی میں ہے، آقا حاکم، بلکہ احکم الحاکمین ہے اور وہ بندے کے تمام کاموں کو ہر اعتبار سے کنٹرول کر رہا ہے، اور محکوم بندہ اپنے آقا کی مرضی اور مدد کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اُٹھا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں اللہ تعالیٰ کے تین نام ہیں: اَللّٰہ، اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم، اَللّٰہ اسمِ ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام، اور اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم صفاتی نام ہیں، اللہ تعالیٰ کا ایک ذاتی نام ہے اور کئی صفاتی نام ہیں، ان کو قرآن میں اسماءِ حُسنیٰ کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ (الاعراف:۱۸۰)

اور اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، پس تم اسے ان ناموں کے ذریعے پکارو۔

---

[1] معارف القرآن ادریسی: ۱/ ۷

یَارَحِیْمُ، اے رحم کرنے والے! یَا غَفُوْرُ، اے بخشنے والے! یَا خَالِقُ، اے پیدا کرنے والے! وغیرہ کہہ کر پکارا کرو، اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں میں سے ننانوے (۹۹) ناموں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے اور ان کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے:

إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْماً، مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ[1]

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو شخص ان ناموں کو محفوظ کر لے گا وہ جنّت میں داخل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام

عرض یہ کر رہا تھا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں ایک ذاتی نام ہے اور باقی دو صفاتی نام ہیں، لفظِ اللّٰہ حق تعالیٰ کا وہ نام ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس نام میں بھی اُس کا کوئی شریک نہیں، یہ نام بڑا عظیم ہے، اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہی نام اسمِ اعظم ہے۔[2] حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔[3] حدیث شریف میں ہے کہ اسمِ اعظم اللہ کا وہ نام ہے کہ اس کے ذریعے جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے، اور جب اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے۔[4] لیکن اللہ تعالیٰ نے شبِ

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الدّعوات، ح(۳۵۰۸)

[2] معارف القرآن ادریسی: ۱/ ۸

[3] شرح مشكل الآثار: ۱/ ۱۶۲

[4] سنن الترمذي، أبواب الدّعوات، ح(۳۵۴۴)

قدر کی تعیین اور جمعہ کے دن کی قبولیت کی گھڑی کی طرح اسمِ اعظم کو بھی بعض حکمتوں کی وجہ سے بندوں سے مخفی رکھا ہے، اگر اسمِ اعظم معلوم ہو جاتا تو بندے نادانی میں پتا نہیں کیا کیا چیزیں مانگ بیٹھتے اور اپنا بھی اور دوسروں کا بھی نقصان کرتے۔

اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم میں فرق

اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم دونوں میں رحمت کا معنی پایا جاتا ہے اور دونوں میں مبالغہ ہے، ہم اَلرَّحْمٰن کا ترجمہ کرتے ہیں ''بڑا مہربان'' (The Most Beneficent) اور اَلرَّحِیْم کا ''نہایت رحم والا'' (The Most Merciful)، جمہورِ علماء فرماتے ہیں کہ اَلرَّحْمٰن میں بہ نسبت اَلرَّحِیْم کے زیادہ مبالغہ ہے، یعنی اَلرَّحْمٰن میں رحمت کا معنی اَلرَّحِیْم کے مقابلے میں زیادہ پایا جاتا ہے، اَلرَّحِیْم کا معنی ہوگا ''زیادہ رحم کرنے والا'' اور اَلرَّحْمٰن کا معنی ہوگا ''بہت زیادہ رحم کرنے والا''۔[1] یا یوں کہیے کہ اَلرَّحِیْم مطلق انعام کرنے والے اور رحم کرنے والے کو کہیں گے اور اَلرَّحْمٰن اُس رحم کرنے والے اور انعام کرنے والے کو کہیں گے کہ جس کی طرح رحم اور انعام کرنے والا کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔

اَلرَّحِیْم تامُّ الرحمۃ ہے یعنی وہ ذات جس کی رحمت کامل اور مکمّل ہے، اور اَلرَّحْمٰن عامُّ الرحمۃ ہے یعنی وہ ذات جس کی رحمت ساری کائنات پر حاوی ہے، اب اَلرَّحْمٰن اس کو کہیں گے جو اپنوں پر بھی رحمت نچھاور کرتا ہے اور پرایوں پر بھی، اس کی رحمت سارے عالم اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اور ہوگا سب کو محیط ہے، اسی وجہ سے لفظِ اَلرَّحْمٰن بھی لفظِ اَللّٰہ کی طرح حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، جب کہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۸۷

لفظِ اَلرَّحِیْم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بھی ہوسکتا ہے، قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے:

﴿بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (التوبہ:۱۲۸)

(رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ایمان والوں پر انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہیں۔

اس لئے کہ ایک شخص کے لئے یہ تو ممکن ہے کہ وہ کسی اور پر اپنی حیثیت کے مطابق کامل رحمت کرے جب کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ پوری کائنات پر رحم کرے، یہ صرف حق تعالیٰ شانُہٗ کی خصوصیت ہے۔[۱]

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اَلرَّحْمٰن وغیرہ کہنا جائز نہیں

یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلا جاؤں کہ اگر کسی کا نام عبدالرّحمٰن ہے تو اسے مختصر کرکے الرّحمٰن کہنا جائز نہیں ہے، یہ گناہ کا کام ہے، ہمارے یہاں لوگ عبدالخالق کو خالق، عبدالغفّار کو غفّار اور عبدالرّحمٰن کو رحمٰن کہہ کر پکارتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور گناہ کا کام ہے۔[۲] اس کا خیال رکھنا چاہئے اور دوسروں کو بھی متوجّہ کرکے اس گناہ سے بچانا چاہئے، پورا نام عبدالغفّار، عبدالرّحمٰن اور عبدالخالق بولنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کے بعد مرتبہ اَلرَّحْمٰن نام کا ہے

اسماءِ حُسنیٰ میں سب سے اونچا مرتبہ اسمِ اَلرَّحْمٰن کا معلوم ہوتا ہے۔[۳] قرآن

---

[۱] معارف القرآن:۱/ ۷۶

[۲] معارف القرآن:۱/ ۷۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۸/۲۶۸

[۳] معارف القرآن ادریسی:۱/ ۸

میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۱۰)

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو۔

جس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی نام بیان فرمائے ہیں، وہاں بھی اَللّٰہ کے بعد سب سے پہلے اَلرَّحْمٰن کا ذکر ہے۔[1] اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ[2]

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

عبداللہ میں لفظِ اَللّٰہ ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہلے ذکر فرمایا، اور اس کے بعد اس نام کو ذکر فرمایا جس میں لفظِ اَلرَّحْمٰن ہے جو مرتبے میں لفظِ اَللّٰہ کے بعد سب سے بڑھا ہوا ہے۔

بسملہ میں ان تین ناموں کو ذکر کرنے کی حکمت

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسملہ میں ان تین ناموں کو کیوں ذکر فرمایا؟ علماء نے اس سلسلے میں ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کی تین حالتیں ہیں: پہلی حالت یہ ہے کہ انسان کا وجود ہی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کر کے وجود عطا کیا، دوسری حالت یہ ہے کہ دنیا میں آنے کے بعد سے

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الدعوات، ح(۳۵۰۷)

[2] سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، ح(۴۹۴۹)

مرنے تک دنیا میں رہے گا جس کو ہم دنیوی زندگی کہتے ہیں، اور تیسری حالت یہ ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ملے گی جس میں دنیا میں کئے ہوئے کاموں کا اسے بدلہ ملے گا، نیک اعمال پر ثواب اور بُرے اعمال پر عذاب۔

بسملہ میں مذکور تین نام انسان کی ان تین حالتوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، پہلی حالت کی طرف لفظِ اَللّٰہ اشارہ کر رہا ہے، دوسری حالت کی طرف لفظ اَلرَّحْمٰن اور تیسری حالت کی طرف لفظِ اَلرَّحِیْم۔

پہلی حالت یہ کہ جس چیز کا وجود بالکل نہ ہو اسے وجود بخشنا، یہ کام سوائے اللہ تعالیٰ کے کون کرسکتا ہے؟ تخلیق، تکوین اور پیدا کرنے کا تعلّق صرف بارگاہِ اُلوہیّت سے ہے، لفظِ اَللّٰہ سے اس کی طرف اشارہ ہوگیا کہ انسان اور کائنات کے ذرّے ذرّے کو پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔

اس کے بعد دوسری حالت دنیا کی زندگی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنی عبادت کے لئے بھیجا ہے، دنیا اس کے لئے دارالامتحان ہے، شیطان انسان کا ازلی اور ابدی دشمن ہے جو اسے گمراہ کرنے کے لئے طرح طرح کے جال بچھاتا ہے، اور اس کے علاوہ نفسِ امّارہ کا مکر و فریب بھی ایک مستقل آزمائش ہے، کمزور انسان ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عمومی اور بہت زیادہ رحمت کا محتاج ہوتا ہے تاکہ شیطان اور نفس سے حفاظت ہوسکے، تو یہ دوسری حالت اَلرَّحْمٰن کی محتاج ہے جو بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں اور بے انتہاء رحمت شاملِ حال نہ رہی تو مجاہدے اور عبادت وریاضت کے بعد بھی شیطان ورغلا کر ایمان سے محروم کرسکتا ہے، اسی طرح یہ اَلرَّحْمٰن ہی ہے جو دنیا میں فرماں

بردار اور نافرمان سب پر رحم کرتا ہے اور اپنوں اور پرایوں سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، مزید یہ کہ یہ اَلرَّحْمٰن ہی کی لامتناہی رحمتوں کا نتیجہ ہے کہ اس کے وجود کا انکار کرنے والے اور اس کے ساتھ شرک کرنے والے جب تک زندہ ہیں جہنّم سے محفوظ ہیں اور اپنی اس بغاوت سے توبہ کر سکتے ہیں، یہ سب اَلرَّحْمٰن کی بے پایاں رحمتوں کا کرشمہ ہے۔

اخیر میں لفظِ اَلرَّحِیْم انسان کی تیسری حالت کی طرف اشارہ کر رہا ہے، وہ اس طرح کہ پہلے یہ بتلایا جا چکا ہے کہ اَلرَّحْمٰن میں بنسبت اَلرَّحِیْم کے زیادہ مبالغہ ہے اور رحمت کا معنی زیادہ پایا جاتا ہے اور اَلرَّحِیْم میں رحمت کا معنی بنسبت اَلرَّحْمٰن کے کم پایا جاتا ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ آخرت میں اَلرَّحِیْم اپنی رحمت صرف مؤمنوں پر نچھاور کرے گا، اور اَلرَّحِیْم چونکہ تامُّ الرحمۃ ہے اس لئے آخرت میں اس کی رحمت مؤمنوں پر تام، کامل اور بھرپور ہوگی۔[1]

آخرت کی بھرپور اور کامل کامیابی

اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کو یہ خوش خبری سنائیں گے:

أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلاَ أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ أَبَدًا[2]

میں تم پر اپنی رضامندی نچھاور کرتا ہوں، آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جنّتیوں کے جنّت میں داخل ہو جانے کے بعد اللہ

---

[1] معارف القرآن ادریسی: ۱/ ۱۰

[2] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب كلام الربّ مع أهل الجنة، ح(۷۵۱۸)

تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ؟

کیا میں کچھ اور دوں؟

وہ کہیں گے:

أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟

کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے؟ کیا آپ نے ہمیں جنّت میں داخل نہیں کیا اور ہمیں جہنّم سے نجات نہیں دی؟

تب اللہ تعالیٰ اس پردے کو جو اپنے اور بندوں کے درمیان ہوگا اُٹھائیں گے اور بندے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام نعمتوں میں بندوں کے نزدیک یہ نعمت سب سے زیادہ محبوب ومرغوب ہوگی۔[1]

اس کامل رحمت کا ظہور آخرت میں صرف مؤمن کے ساتھ خاص ہوگا جس کی طرف اَلرَّحِيْم اشارہ کر رہا ہے، معلوم ہوا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم میں انسان کی تین حالتوں کی طرف اشارہ ہے کہ عدم سے وجود میں لانے والا صرف اللّٰہ ہے، اور دنیوی زندگی میں شیطان اور نفس سے بچا کر صراطِ مستقیم پر جمانے والا اور چلانے والا صرف اَلرَّحْمٰن ہے، اور آخرت میں تم پر ہر قسم کی نعمت اعلیٰ درجے کے کمال کے ساتھ نچھاور کرنے والا صرف اَلرَّحِيْم ہوگا۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربّهم سبحانه وتعالى، ح(۲۹۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا پیغام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہمیں ہر وقت اس حقیقت کی یاد دہانی کراتی رہتی ہے کہ پہلے تم کچھ نہیں تھے، اللہ تعالیٰ ہی نے محض اپنے فضل سے تمہیں پیدا کیا اور وجود دیا، اس کے بعد دنیوی زندگی میں اَلرَّحْمٰن ہی کی مدد سے تم شیطان اور نفس کے مکائد سے محفوظ رہ سکو گے اور تمہاری دینی دنیوی ساری ضرورتیں اسی کی مدد سے پوری ہوں گی، اور پھر آخرت کی یاد دہانی کہ دیکھو! ایک دن آنے والا ہے جب اس دنیا کو چھوڑنا پڑے گا اور آخرت کی طرف کوچ کرنا ہوگا، وہاں کامل درجے کی نعمتوں سے وہی سرفراز ہوگا جو اَلرَّحِیْم کی فرماں برداری کر کے اس کے ساتھ اپنا تعلّق مضبوط رکھے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پورے قرآن کا خلاصہ ہے

بعض علماء نے ایک اور نکتہ بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان تین ناموں کی وجہ سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پورے قرآن کا خلاصہ ہے، اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ہر سورت میں تین مضامین بیان کئے ہیں؛ توحید، رسالت اور معاد یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، کبھی اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصّہ سنا رہے ہیں تو کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، کبھی جنّت کا تذکرہ کر رہے ہیں تو کبھی جہنّم کا، کبھی وعدہ ہے تو کبھی وعید، کبھی کوئی مثال بیان کی جا رہی ہے تو کبھی حاکمانہ خطاب، ان سب کا مقصد یہ سمجھانا ہے کہ توحید بھی برحق ہے، رسالت بھی برحق ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی بھی برحق ہے۔

پورے قرآن میں یہ تین مضامین بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہی تین

مضامین سورۂ فاتحہ میں بھی بیان کئے گئے ہیں، اس طرح سورۂ فاتحہ پورے قرآن کا خلاصہ ہوئی، اور اسی وجہ سے اس کا ایک نام ’’اُمُّ الْکِتَاب‘‘ یعنی کتابُ اللہ کا خلاصہ ہے، ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ میں اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، ﴿مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ﴾ سے آخرت کی زندگی کی طرف اشارہ ہے اور ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ سے رسالت کی طرف اشارہ ملتا ہے اس لئے کہ اس میں اس راستے کی ہدایت طلب کی گئی ہے جس کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے رسولوں اور نبیوں کو بھیجا گیا، انہی تین مضامین کی طرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں بھی اشارہ ملتا ہے، اس اعتبار سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی پورے قرآن کا خلاصہ ہوگئی۔

بسملہ میں توحید، رسالت اور معاد کا ذکر

اب سوال یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں یہ تین مضامین کہاں ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کو عدم سے وجود میں لانے کا کام صرف وہی کر سکتا ہے جو تمام کمالات سے متّصف ہو اور ہر نقص سے پاک ہو، اور وہ ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ کمال کا جامع ہے اور تمام نقائص سے پاک ہے، اس سے اُلوہیّت اور توحید کی طرف اشارہ ہوگیا اس لئے کہ اِلٰہ اور معبود ہونے کے لائق وہی ذات ہے جو تمام کمالات کی جامع اور تمام نقائص سے پاک ہو، اس کے بعد رسالت، دنیا میں آنے کے بعد بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے کاموں کو کرے اور ناراض کرنے والے کاموں سے بچے، اس کے لئے رہنمائی کی ضرورت ہے، یہ اَلرَّحْمٰن عمومی رحمت والے اللہ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ اس نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو دنیا میں انسانوں کی رہنمائی

کے لئے بھیجا ہے، اس سے رسالت ثابت ہوگئی، اور اَلرَّحِیْم سے آخرت کی طرف اشارہ ہوگیا جیسا کہ پہلے گزرا، خلاصہ یہ کہ لفظِ اَللّٰہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید یاد دلائی جارہی ہے، اور اَلرَّحْمٰن سے انبیاء علیہم السلام کی رسالت اور اَلرَّحِیْم سے آخرت۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں ان تینوں مضامین کی طرف اشارہ ہے، اور قرآن کی ہر سورت میں بھی ان تینوں مضامین کا ذکر ہے، کسی جگہ اجمالاً تو کسی جگہ تفصیلاً، اسی وجہ سے ہر سورت کے شروع میں بطورِ تمہید بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو مسنون قرار دیا تاکہ بندہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر یہ سمجھ لے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان ہوگی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت بیان ہوگی اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کا ثبوت بیان ہوگا۔[1]

ہر کام کی ابتداء بِسْمِ اللّٰہ سے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاموں کو شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جگہ جگہ تاکید بھی فرمائی ہے، قرآن اور احادیث دونوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے:

- کشتی میں سواری کروتو کہو:

﴿بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰٮهَا﴾ (ھود:۴۰)

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔

- جانور ذبح کروتو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کرو:

---

[1] معارف القرآن: ۱/ ۱۲

﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ (الانعام:۱۱۸)
اس جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

• سونے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کا نام لو:
اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا[۱]
اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرنا اور جینا ہے۔

• بتی بجھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر:
وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ[۲]
بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر اپنی بتی کو بجھاؤ۔

• مشکیزے کا منہ باندھو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر:
وَأَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ[۳]
بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر اپنے مشکیزے کو باندھو۔

• برتن کو ڈھانکو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر:
وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ[۴]
بِسْمِ اللّٰه پڑھ کر اپنے برتن کو ڈھانکو۔

• کھانا شروع کرو تو بِسْمِ اللّٰه پڑھو، عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ

---

[۱] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب وضع اليد اليمنى تحت الخد الأيمن، ح(۶۳۱۴)
[۲] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، ح(۳۲۸۰)
[۳] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، ح(۳۲۸۰)
[۴] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، ح(۳۲۸۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ[1]

اے منّے! بِسْمِ اللّٰہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

آپ نے دیکھ لیا کہ ہر چھوٹے بڑے کام میں بِسْمِ اللّٰہ کی تلقین اور ترغیب دی جا رہی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہ، شیطان سے حفاظت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ بند کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی تعلیم دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

أَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا[2]

بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر اپنے دروازے کو بند کرو، اس لئے کہ شیطان (بِسْمِ اللّٰہ) سے بند کئے گئے دروازے کو نہیں کھول سکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنا بڑا فائدہ بتلایا کہ جب بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر دروازے کو بند کیا جاتا ہے تو شیطان اسے کھولنے پر قادر نہیں ہوتا، اور جب وہ دروازے کو کھول نہیں سکتا تو گھر میں داخل کیسے ہوگا؟

بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سے نیک اولاد

میاں بیوی کے تعلّق کے وقت بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجّہ کیا گیا

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، ح(۵۳۷۶)

[2] سنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب في إيكاء الآنية، ح(۳۷۳۱)

ہے، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ دعا سکھلائی:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور ہماری اُس اولاد سے بھی جو تو ہمیں نصیب کرے۔

آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس دعا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہم بستری سے پہلے اس کو پڑھتا ہے اور اس کے نتیجے میں اولاد ہوتی ہے تو شیطان کبھی بھی اسے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔[1] محدّثین فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اسے حسنِ خاتمہ ضرور نصیب ہوگا۔[2] سبحان اللہ! کتنا بڑا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ کے نام کا! ہماری اولاد کے دینی مستقبل کی حفاظت کے لئے کتنی آسان تدبیر ہے، مگر افسوس کہ ہم ان نبوی نسخوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے، اگر ہم نقصان اُٹھاتے ہیں اور محروم رہتے ہیں تو ہمارا ہی قصور ہے۔

بِسْمِ اللّٰه، شریر جنّات سے پردہ

بیتُ الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے بھی بِسْمِ اللّٰه پڑھو، اس کا بھی بہت بڑا فائدہ ہے کہ تمہارے اور شریر جنّات کے درمیان بِسْمِ اللّٰه پردے کا کام دیتی ہے، نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے:

سِتْرُ مَا بَيْنَ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ أَنْ

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا أتى أهله، ح(٦٣٨٨)

[2] مرقاة المفاتيح: ٣٢٧/٥

يَقُولَ بِسْمِ اللّٰهِ[1]

بیتُ الخلاء میں جنّات اور انسانوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ بیتُ الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ کہے۔

آدمی جب بیتُ الخلاء میں داخل ہوتا ہے تو شریر جن اس کے ستر کی طرف دیکھتے ہیں، ان سے بچاؤ کے لئے بِسْمِ اللّٰہ پردہ اور آڑ ہے، میرے بھائیو! جگہ جگہ بِسْمِ اللّٰہ کی تاکید بھی ہے اور اس کے بڑے بڑے فوائد بھی مذکور ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہ شفا بھی ہے

ایک مرتبہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر درد کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ تَأَلَّمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ[2]

اپنے ہاتھ کو اپنے جسم کے اس حصّے پر رکھو جہاں درد ہے اور تین دفع بِسْمِ اللّٰہ کہو اور اس کے بعد سات مرتبہ کہو:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ

میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جسے میں محسوس کررہا ہوں اور جس (کے بڑھ جانے) سے میں ڈرتا ہوں۔

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة وسننها، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء، ح(۲۹۷)

[2] صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب وضع يده على موضع الألم مع الدعاء، ح(۲۲۰۲)

بِسْمِ اللّٰہ، جہنّم کے فرشتوں سے حفاظت کا سامان

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے زبانیہ یعنی جہنّم پر ذمّہ دار انّیس (۱۹) فرشتوں سے نجات دے تو اسے چاہئے کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کے ذریعے اس کے لئے ہر فرشتے سے حفاظت کے لئے ایک ڈھال بنائے۔[۱]

میرے بھائیو! یہ چھوٹا سا جملہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکت اور بڑی تاثیر رکھی ہے، اس لئے آج پکّا ارادہ کر لیجئے کہ ان شاء اللہ ہر چھوٹے بڑے کام کو شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ ضرور پڑھیں گے۔

ایک عجیب واقعہ

ایک غیر مسلم لڑکی نے اسلام قبول کر لیا، بِسْمِ اللّٰہ کے فضائل جب اسے معلوم ہوئے تو اس نے اپنا معمول بنا لیا کہ جب بھی وہ کوئی کام کرتی تو بِسْمِ اللّٰہ سے شروع کرتی، اس کا باپ بادشاہ کے خاص مصاحبوں میں سے تھا، ایک دن اس نے سن لیا، اسے بہت غصّہ آیا اور لڑکی کو ڈرایا دھمکایا، مگر لڑکی جمی رہی، باپ سے جب کچھ نہ ہو سکا تو اسے اپنی رُسوائی کی فکر ہوئی اور اس نے بیٹی کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا، اس نے بیٹی کو مہر (seal) لگانے کی شاہی انگوٹھی دی اور کہا کہ اسے حفاظت سے رکھنا ورنہ بادشاہ ناراض ہوگا اور کڑی سزا دے گا۔ لڑکی نے عادت کے مطابق بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر وہ انگوٹھی اپنے جیب میں رکھ دی، رات کے وقت جب لڑکی نیند میں تھی تو باپ نے وہ انگوٹھی نکال کر ندی میں پھینک دی تاکہ اس انگوٹھی کے نہ

---

[۱] تفسیر القرطبي: ۱/ ۱۴۳

ملنے پر لڑکی کو بادشاہ کی طرف سے سخت سزا ملے۔

دوسرے دن صبح ایک شخص نے آکر لڑکی کے باپ کو ہدیے میں مچھلی دی، اس نے وہ مچھلی لڑکی کو دے دی، لڑکی نے مچھلی بِسْمِ اللّٰہ پڑھتے ہوئے لے لی اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر اسے صاف کر کے پکایا، باپ نے کھانے سے فارغ ہو کر لڑکی سے انگوٹھی مانگی، لڑکی نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر اپنے جیب سے نکال کر باپ کے ہاتھ میں رکھ دی، وہ دیکھ کر حیران رہ گیا، پوچھنے پر لڑکی نے بتلایا کہ جب میں نے عادت کے مطابق بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر مچھلی کو کاٹا تو اس کے پیٹ سے یہ انگوٹھی نکلی، میں آپ کی سازش سمجھ گئی، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے میں نے انگوٹھی کو اپنے جیب میں رکھ دیا اور آپ کے مطالبے پر پیش کر دیا۔ ابّا جان! آپ نے میری بربادی کا منصوبہ بنایا تھا، مگر میرے اللہ نے مچھلی کے ذریعے تمہارے ہی ہاتھوں وہ انگوٹھی مجھے واپس پہنچادی۔ اس کرامت اور نصرتِ خداوندی کو دیکھ کر باپ بھی مسلمان ہوگیا۔[1]

یہ ہے بِسْمِ اللّٰہ کی برکت، ہمیں بھی چاہئے کہ اپنے ہر چھوٹے بڑے کام کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہ پڑھا کریں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

بِسْمِ اللّٰہ کی برکت سے مغفرت

علّامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھ رہا ہے، آپ نے فرمایا:

جَوِّدْهَا

---

[1] برکاتِ دعا، ص: ۲۰۷

اسے عمدہ کتابت سے لکھو۔

فَإِنَّ رَجُلاً جَوَّدَهَا فَغُفِرَ لَهٗ

اس لئے کہ ایک شخص نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کو عمدہ تحریر سے لکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔[1]

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

اللہ تعالیٰ کے نام میں بڑی برکت ہے، جو بھی اس کا احترام کرے گا وہ محترم ہوجائے گا، بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا؟ بڑے صاحبِ تقویٰ بزرگ ہیں، آپ شروع میں دین دار نہیں تھے، ایک دن کہیں جارہے تھے، راستے پر ایک کاغذ پر نظر پڑی، اس کو اُٹھایا تو اس پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم لکھا ہوا تھا، آپ نے اس کو صاف کرکے جیب میں رکھ لیا، اس وقت آپ کے پاس صرف دو درہم تھے، اس سے خوشبو خرید کر اس کاغذ کو معطّر کیا اور گھر آکر طاقچے میں رکھ دیا، رات کو جب سوئے تو خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کہنے والا کہہ رہا ہے:

يَا بِشْرُ!

اے بشر!

رَفَعْتَ اِسْمَنَا عَنِ الطَّرِيْقِ وَطَيَّبْتَهٗ

تو نے میرے نام کو زمین پر سے اُٹھالیا اور اسے معطّر کیا، اس پر خوشبو لگائی۔

---

[1] تفسير القرطبي: ١/ ١۴٢

لَأُطَيِّبَنَّ اِسْمَكَ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

میں تیرے نام کو دونوں جہان میں چار چاند لگاؤں گا اور اس کی خوشبو کو عام کروں گا۔

جب نیند سے بیدار ہوئے تو ہر ناجائز لذّت سے دل ہٹ چکا تھا، ہر چیز سے توبہ کرلی اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہو کر رہ گئے۔[1] اور جو بشارت خواب میں ملی تھی کہ دنیا اور آخرت میں تیرے نام کو چار چاند لگاؤں گا وہ پوری ہو کر رہی، آج دیکھ لیجئے کہ دنیا میں کتنا احترام ہے! علماء اور صلحاء منبر سے ان کا ذکر کرتے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نام کے ساتھ کامل تعلّق نصیب فرمائیں، زبان کو اس سے تروتازہ رکھیں، اس کی حلاوت اور شیرینی نصیب فرمائیں، دل کو اس سے منوّر اور دماغ کو معطّر رکھیں، اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ کریم کی اور علمِ نبوّت کی قدر دانی نصیب فرمائیں اور اس کی برکات سے ہمیں مستفیض فرمائیں، اس کی عظمت ہمارے دلوں میں بسائیں اور آخرت میں ہمارے لئے نجات کا ذریعہ بنائیں، قرآن کو پڑھنے کی، سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[1] حلية الأولياء: ٨/٣٣٦

ماٰخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۵	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل، مصر
۶	شرح مشكل الآثار	الإمام الطحاوي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۷	حلية الأولياء	العلّامة أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۸	تفسير القرطبي	الإمام القرطبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۹	تفسير ابن كثير	الإمام ابن كثير	دار الإبن الجوزي، الدمام
۱۰	الإتقان في علوم القرآن	الإمام السيوطي	مركز الدراسات القرآنية، المدينة المنوّرة
۱۱	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۲	الإختيار لتعليل المختار	الإمام عبد اللّٰه الموصلي	دار الرسالة العالمية، دمشق
۱۳	إحكام القنطرة في أحكام البسملة	العلّامة عبد الحي اللكنوي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۴	معارف القرآن	حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۵	معارف القرآن ادریسی	حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی	مکتبۃ المعارف، سندھ
۱۶	برکاتِ دعا	حضرت مولانا ایوب سورتی	ادارہ ہاشمی، باٹلی، یوکے

دکھ اور پریشانی کے وقت درود شریف کی کثرت

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب آدمی کو کوئی دکھ اور پریشانی ہو، یا کوئی بیماری ہو، یا کوئی ضرورت اور حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا تو کرنی چاہئے کہ یا اللہ! میری اس حاجت کو پورا فرما دیجئے، میری اس پریشانی اور بیماری کو دور فرما دیجئے، لیکن ایک طریقہ ایسا بتاتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو ضرور ہی پورا فرما دیں گے، وہ یہ ہے کہ کوئی پریشانی ہو اس وقت درود شریف کثرت سے پڑھیں، اس درود شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پریشانی کو دور فرما دیں گے۔

(اصلاحی خطبات: ۹۲/۶)

ہر درد کی دوا ہے
صلِّ علی محمد ﷺ

تفصیلات

وعظ کا نام	:	ہر درد کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	رمضانُ المبارک ۱۴۲۸ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۰۷ء
مقامِ وعظ	:	مسجد النور، لیسٹر، یو کے

فہرست

ہر درد کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۵۳
درودِ پاک: ایک مہتم بالشان عمل ۵۳
تین قسم کے درود ۵۴
نبوی صلوٰۃ وسلام ۵۵
تمام پریشانیوں کا حل ۵۷
درودِ پاک کے چند مختلف صیغے ۵۹
درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے ۶۰
درود شریف کی برکت سے خوشبو ۶۲
نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنا تعلق مضبوط کرو ۶۲
علّامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۶۳
درودِ پاک ۶۵
درود شریف کی برکت سے پریشانیوں سے نجات ۶۵
مقبولیت پانے کے لئے محنت ضروری ہے ۶۷
درود شریف کی برکت سے آخرت میں چھٹکارا ۶۹
درود شریف کے سلسلے میں چند باتیں ۶۹
درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق ہے ۷۳
سنتوں کا اہتمام ۷۳
ڈاڑھی چہرے کی زینت ہے ۷۴

ڈاڑھی کے سلسلے میں ایک بڑی غلطی ۷۴
انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سب باریش ۷۵
ایک عجیب واقعہ ۷۶
سیرتِ پاک کا مطالعہ ۷۷
عشقِ نبوی کے حصول کا آسان طریقہ ۷۷
سنّت کی برکات ۷۸
سنّت کا مقام ۷۹
سب سے بڑی کرامت ۸۰
ماٰخذ ومراجع ۸۲

کبھی نہ مجھ کو تمنّا ہو باغِ رضواں کی
اگر مدینہ میں میرا قیام ہو جائے

زباں پہ جاری رہے ہر گھڑی درود و سلام
ہمارا بس یہی دن رات کام ہو جائے

حضورِ دل سے رہیں ان کی یاد میں مشغول
ہمارا شغل یہی صبح و شام ہو جائے

(حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ)

ہر درد کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

درودِ پاک: ایک مہتم بالشان عمل

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ایک بڑا مبارک عمل ہے، یہ ایسا اونچا عمل ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کو کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۵۶)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اے اللہ! درود و سلام بھیج ہمارے سردار اور آقا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔

ہمیں اُس مبارک عمل کا حکم ہو رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے معصوم فرشتے کرتے ہیں، یہ ہمارے لئے کتنی بڑی سعادت کی بات ہے! پھر اس آیتِ کریمہ

کے شروع میں تاکید ہے اور مضارع کا صیغہ دوام اور استمرار (continuity) پر دلالت کر رہا ہے، یعنی بلا شبہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں، یہ نہیں کہ ایک مرتبہ بھیجا اور بس، یہ عمل اتنا اونچا اور اتنا اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مسلسل درود بھیجتے رہتے ہیں۔

تین قسم کے درود

اب تین قسم کے درود ہو گئے: اللہ تعالیٰ کا درود، فرشتوں کا درود اور ہمارا درود، سوال یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں“ اس کا کیا مطلب ہے؟ ”فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں“ اس کا کیا مطلب ہے؟ اور ہمارے درود بھیجنے کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ کے درود کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان کرتے ہیں۔[1] اللہ اکبر! کیا مقام ہے ہمارے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا! اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ہمارے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان کرتے ہیں، فرشتوں کا درود یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ ان کے مرتبے کو اور بڑھائیے۔[2] اور ہمارا درود یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔[3]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

---

[1] روح المعاني: ۴۳۵/۲۱

[2] القول البديع، ص: ۵۴

[3] لمعات التنقيح: ۵۳/۳

عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے۔

نبوی صلوٰۃ وسلام

درود شریف کے مختلف صیغے ہیں، ان میں سب سے افضل صیغہ درودِ ابراہیمی ہے اس لئے کہ یہ درود خود آں حضرت ﷺ نے اپنی اُمّت کو سکھایا ہے۔[1] صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے سلام پہلے ہی سیکھ چکے تھے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اے نبی ﷺ! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اللہ کی برکات ہوں۔

---

[1] فتح الباري: ۳۶۱/۱۹

اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾

اے ایمان والو! تم آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں، آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ آپ پر درود کیسے بھیجیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ[1]

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے۔

صلوٰۃ وسلام یا درود وسلام ایک بہت اہم عبادت ہے اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا ہے، اسی وجہ سے پوری اُمّت میں آپ کو ایسا ایک فرد بھی نہیں

---

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب يزفّون النسلان في المشي، ح(٣٣٧٣)

ملے گا جو درود وسلام کا قائل نہ ہو، ہر مؤمن درود اور سلام پڑھنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے، مزید یہ کہ اُمّت کے ہر فرد کو اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ عشق و محبت ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کا تحفہ لگاتار بھیجے۔

تمام پریشانیوں کا حل

ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درود شریف کے موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام ''فضائل درود شریف'' (Virtues of Salat alan-Nabi صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے، اُسے ضرور پڑھنا چاہئے اس لئے کہ اس میں درود شریف کے سلسلے میں بڑی مفید باتیں ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، آپ اپنے احباب کو بالخصوص اور تمام مسلمانوں کو بالعموم درود شریف کی کثرت کی بہت تاکید فرماتے تھے، آپ کی خدمت میں جب کوئی کسی پریشانی کا ذکر کرتا، مثال کے طور پر رزق کی تنگی ہے یا یہ کہ نوکری نہیں مل رہی ہے یا یہ کہ کوئی ستا رہا ہے یا یہ کہ گھر میں کوئی بیمار ہے، تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تسلّی دیتے، دعائیں دیتے اور درود شریف کی کثرت کی تاکید فرماتے اس لئے کہ درود شریف کے مبارک عمل سے ہر بلا، ہر مصیبت اور ہر پریشانی دور ہوتی ہے۔[1]

ہر درد کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمد
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

---

[1] الفرقان شیخ الحدیث نمبر، ص: ۲۷۳، ۲۷۴، محبت نامے، ص: ۱۱۱، ۳۶۵، ۳۷۶، ۴۵۱

درود شریف دنیا کی پریشانیوں کے لئے بھی دوا ہے اور آخرت کی پریشانیوں کے لئے بھی، یہ ہر مسئلے کا حل ہے، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقاتِ دعا میں سے کتنی مقرّر کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا تمہارا جی چاہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایک چوتھائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے اور اگر تم اس کو بڑھائیں تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آدھا کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے اور اگر بڑھائیں تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ تو دو تہائی کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے اور اگر بڑھا دیں تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر میں اپنے سارے وقت کو آپ پر درود کے لئے مقرّر کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذًا تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُغْفَرَ لَكَ ذَنْبُكَ[1]

تب تو تیری ساری فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کردئے جائیں گے۔

اور مسندِ احمد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَنْ يَكْفِيكَ اللّٰهُ مَا أَهَمَّكَ مِنْ دُنْيَاكَ وَآخِرَتِكَ[2]

---

[1] سنن الترمذي، أبواب صفة القيامة، ح(۲۴۳۹)

[2] مسند أحمد، ح(۲۱۲۴۲)

تب تو حق تعالیٰ شانہٗ تیری دنیا اور آخرت کی ساری فکروں کی کفایت فرمائیں گے۔

درودِ پاک کے چند مختلف صیغے

عرض یہ کر رہا تھا کہ درود شریف میں سب سے افضل درود، درودِ ابراہیمی ہے، اس بات پر سب کا اتّفاق ہے، یہ مبارک درود اللہ کے نبی ﷺ نے خود اپنی اُمّت کو سکھایا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر، بیشک تو قابلِ تعریف بزرگی والا ہے۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ سے درود شریف کے اور بھی صیغے منقول ہیں، ایک درود جو بہت مختصر ہے اور آپ ﷺ نے سکھایا ہے یہ ہے:

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ[1]

اور اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

ایک اور درود یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

اے اللہ! درود بھیج تیرے بندے اور تیرے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور رحمت بھیج مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں پر اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر۔

اس درود کو یاد کر لیجئے اور اس کا خوب وِرد رکھئے اس لئے کہ اس کی بڑی برکات ہیں اور اس کو پڑھنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جس کے پاس خیرات کرنے کے لئے کچھ نہ ہو وہ یہ درود پڑھا کرے، بس یہ درود اس کے لئے صدقہ (کے قائم مقام) ہے۔[2]

درود شریف ضرور قبول ہوتا ہے

میں اپنے احباب سے کہا کرتا ہوں کہ اس وقت اُمّت جن حالات سے گزر رہی ہے ان سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کی بہت ضرورت ہے اور اس درود شریف میں یہی دعا ہے کہ اے اللہ! مؤمنوں پر اور مسلمانوں پر رحمت نازل فرما۔ ظاہر ہے کہ یہ دعا درود شریف کی شکل میں ہے اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور

---

[1] سنن النسائي، كتاب قيام الليل وتطوّع النهار، باب الدعاء في الوتر، ح(۱۷۶۱)

[2] المستدرك للحاكم، ح(۷۱۷۳)

قبول ہو گی اور اُمّت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کی بارش برسے گی اور اسے مصائب سے نجات ملے گی، اس لئے کہ علماء فرماتے ہیں کہ سوائے درود شریف کے ہر عبادت کے قبول ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے، درود شریف ایک ایسا عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں۔[١] اسی وجہ سے دعا کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ دعا کے شروع میں اور اخیر میں درود شریف پڑھا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ بعید ہے کہ شروع اور اخیر کو تو قبول کرے اور بیچ کو قبول نہ کرے۔[٢]

اسی طرح ایک اور درود شریف بھی بہت عمدہ ہے اور اس میں بھی ایک ایسی دعا ہے جس کے ہم سب محتاج ہیں، اس کے بغیر چارہ ہی نہیں، امید ہے کہ درود شریف کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی قبول ہوگی:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الْقَائِمَۃِ وَالصَّلٰوۃِ النَّافِعَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّيْ رِضًا لَا سَخَطَ بَعْدَہٗ[٣]

اے اللہ! (قیامت تک) قائم رہنے والی اس پُکار اور نفع دینے والی نماز کے رب! درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور مجھ سے تو اس طرح راضی ہو جا کہ اس کے بعد کوئی ناراضگی نہ ہو۔

یہ مختلف قسم کے درود ہیں، انہیں اپنے معمول میں شامل کر لینا چاہئے تا کہ ان کے فوائد اور ان کی برکات حاصل ہوں۔

---

[١] ردّ المحتار: ٢/٢٣٣

[٢] ردّ المحتار: ٢/٢٣٣

[٣] مجمع الزوائد، ح(١٩٠١)

درود شریف کی برکت سے خوشبو

ابھی مجلس سے پہلے احمد[۱] نے مجھے ایک چیز بتلائی، ایک بزرگ شبِ جمعہ میں پوری رات جاگتے تھے اور پوری رات بیٹھ کر درودِ پاک پڑھتے رہتے تھے، ہمارے قریب زمانے کے بزرگوں میں سے ہیں، ان کا نام میرے ذہن سے نکل گیا،[۲] جس مکان میں ان کا انتقال ہوا اس میں ایک مہینے تک خوشبو آتی رہی، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ یہ درود شریف کی برکت ہے۔[۳]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا تعلق مضبوط کرو

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا تعلق خوب مضبوط کرو اس لئے کہ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی واسطہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے تو ہمیں نہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی، نہ دین کی سمجھ آتی، نہ آخرت کا شوق نصیب ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النّساء:۸۰)

جو رسول کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے تو سمجھو کہ اس نے اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کر لی۔

---

[۱] مولانا احمد پٹیل صاحب زید مجدہم، استاذِ حدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی

[۲] حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

[۳] فضائلِ درود شریف، ص:۱۵۵

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات تو اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہے کہ جو ان کی نقل اُتارتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ شانُہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قُلۡ إِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۸۰)

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو
تو میری اتّباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

علّامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

درود شریف کی کثرت اور اتّباعِ سنّت کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنا تعلّق مضبوط کرو، بزرگانِ دین کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلّق کے عجیب عجیب قصّے ہیں، انہوں نے اتّباعِ سنّت اور درود شریف کی کثرت سے بہت کچھ پایا، عربی میں ایک قصیدہ ہے جس کا نام ہے قصیدۂ بُردہ، بُردہ عربی میں چادر اور کملی کو کہتے ہیں، اِس قصیدہ کے لکھنے والے بزرگ علّامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے بدن کی ایک جانب بے حس وحرکت ہوگئی، کسی علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، دعاؤں کا بھی بہت اہتمام ہوا، اللہ والے تھے، کیا کمی رہی ہوگی، دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ خیال پیدا فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جائے اور اس کے توسّط سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صحت کے لئے دعا کی جائے، شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ شفا دے دے، انہوں نے ایک قصیدہ لکھا جس کا پہلا شعر ہے:

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمِ
مَزَجْتَ دَمْعاً جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

قصیدہ لکھنے سے جب فراغت ہوئی تو آپ کو نیند آ گئی، خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے یہ قصیدہ سن رہے ہیں، اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خیر خیریت معلوم کی اور بڑی محبت سے ان کے بدن پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور جو کملی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک پر تھی وہ اُتار کر اِن پر ڈال دی، گویا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے یہ انعام عطا ہوا، خواب ختم ہوا، جب بیدار ہوئے تو محسوس کیا کہ پورا کمرہ خوشبو سے معطّر ہے اور بیماری سے بالکل شفایاب ہو گئے ہیں۔

اللہ اکبر! علّامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کس درجے کا تعلّق ہوگا؟ صبح جب باہر نکلے تو ایک اجنبی درویش سے ملاقات ہوئی، اس نے آپ سے قصیدہ سننے کی خواہش ظاہر کی، علّامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تو بہت قصیدے لکھے ہیں، آپ کس قصیدے کی بات کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ قصیدہ جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمِ
مَزَجْتَ دَمْعاً جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

علّامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں پڑ گئے اور فرمایا کہ بھائی! یہ قصیدہ تو میں نے اب تک کسی کو نہیں بتلایا ہے، تمہیں اس کے بارے میں کیسے پتا چلا؟ درویش نے کہا کہ رات کی جس پُرنور مجلس میں آپ نے یہ قصیدہ پڑھا تھا اس میں میں بھی موجود تھا۔[1]

ان حضرات کا مقام اللہ تعالیٰ کی نظر میں کتنا بلند ہوگا اور ان کا ہمارے محبوب آقا

---

[1] الوافي بالوفيات: ۱۰۴۵/۳

ﷺ سے کیسا تعلّق ہوگا! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بارگاہِ الٰہی اور بارگاہِ نبوی ﷺ میں قبولیت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

درودِ پاک

عرض یہ کررہا تھا کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ درود بھیجئے محمد ﷺ پر، یہ کام ہمارے بس میں نہیں ہے اس لئے ہم آپ کے حوالے کرتے ہیں کہ آپ ہی اپنی زیادہ سے زیادہ رحمتیں ہمیشہ کے لئے اپنے نبی ﷺ پر نازل کرتے رہیے۔ تو ہمارے درود کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے آقا ﷺ پر رحمت نازل کرتے رہیے۔

درود شریف کی برکت سے پریشانیوں سے نجات

میرے عزیزو! گھروں میں سننے والی ماؤں اور بہنو! میری آپ تمام سے گزارش ہے کہ کثرت سے درود شریف پڑھنے کی عادت ڈالو! اس کی برکت سے ان شاء اللہ دنیا میں بھی پریشانیوں سے نجات ملے گی اور آخرت میں بھی۔

ہر درد کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمد
ﷺ

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کررہا تھا، سفر کے دوران اس کا انتقال ہوگیا اور انتقال ہوتے ہی اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا، بیٹے کو بہت زیادہ غم ہوا اور یہ فکر ہوئی کہ آخرت میں کیا

ہوگا؟ بس اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین بزرگ، خوشبو سے معطّر، بہت صاف ستھرے لباس میں تشریف لائے اور مُردے کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، ہاتھ پھیرتے ہی وہ روشن ہوگیا، اس کے بعد بزرگ واپس جانے لگے تو بیٹے نے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم کریں، آپ کون ہیں؟ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ تو مجھے نہیں پہچانتا؟ میں تیرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہوں، تیرے باپ کے چہرے پر جو سیاہی آگئی تھی وہ اس کے گناہوں کی وجہ سے تھی، اور میں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا یہ میری شفاعت ہے جس کی وجہ سے اس کے چہرے کی سیاہی دور ہوئی اور چہرہ چمکنے لگا، اور اسے یہ شفاعت اس لئے نصیب ہوئی کہ یہ میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرتا تھا۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہمارے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نصیب فرمائیں، روزِ محشر شفاعت نصیب فرمائیں اور جنّت الفردوس میں آپ کی رفاقت اور معیت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

میرے بھائیو! جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت رکھتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کثرت سے درود بھیجتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات پر چلتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں پر عمل کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی خدمت کرتا ہے، ایسے شخص کو آپ کی بارگاہ میں شرفِ قبول ملتا ہے اور آپ کی توجّہ حاصل ہوتی ہے، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت مقبول ہوئے، جب آپ کا انتقال ہو رہا تھا اس وقت ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر عمر وغیرہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑے ہیں،

---

[1] فضائلِ درود شریف بحوالہ الروض الفائق، ص ۱۸۳

خواب دیکھنے والے نے سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا، ان صاحب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ یہاں کس غرض سے کھڑے ہیں؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) دنیا سے آج آخرت کی طرف آرہے ہیں، میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔[1] اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبولیت عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی سعادت نصیب فرمائیں۔(آمین)

مقبولیت پانے کے لئے محنت ضروری ہے

اس مقبولیت کو پانے کے لئے دعائیں بھی کرنی ہیں اور کوشش بھی، نفس اور شیطان ہمارے دشمن ہیں، وہ اپنے کام میں برابر لگے ہوئے ہیں، ہمیں بھی ہمّت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ اپنا کام پوری تُندہی سے کرنا چاہئے اور مقابلہ کرنا چاہئے، یہ تگ ودو تو چلتی رہے گی، یہ مقابلہ تو موت تک رہے گا، کبھی وہ غالب آجائیں گے اور کبھی ہم۔

نہ چِت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

مایوس ہرگز نہیں ہونا چاہئے، کوشش برابر جاری رکھنی چاہئے۔

---

[1] سير أعلام النبلاء: ١٢/ ٤٦٨

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

سو مرتبہ فیل ہوگئے، ہزار مرتبہ فیل ہوگئے، ایک لاکھ مرتبہ فیل ہوگئے، پھر بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے، کوشش ہرگز نہیں چھوڑنی چاہئے، ہمّت سے کام لینا چاہئے۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا رشتہ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کا رشتہ ہر حال میں قائم رہے، اس کی بھرپور کوشش ہونی چاہئے، اس سلسلے میں جو کچھ کرنا پڑے وہ پوری جدّوجہد کے ساتھ کرتے رہنا چاہئے۔

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

شیطان ہمیں گناہ میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا جو رشتہ اور تعلّق ہے اسے خراب کرتا ہے، ہمیں فوراً صدقِ دل سے آہ وزاری کے ساتھ توبہ کر کے اس رشتے کو فوراً جوڑ لینا چاہئے، چاہے کتنی ہی مرتبہ کرنا پڑے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ٹوٹے رشتے کو جوڑنے کا بہت آسان راستہ بتایا ہے اور توبہ کی شکل میں ایک بہت بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔

درود شریف کی برکت سے آخرت میں چھٹکارا

درود شریف پڑھنے کا خوب اہتمام ہونا چاہیے، ان شاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی برکت سے نجات ملے گی، ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی اُمّت کا ایک شخص دکھلایا گیا جو پُل صراط پر سے گزرنے کی کوشش کررہا تھا، کبھی وہ سرین کے بل اپنے آپ کو گھسیٹتا تھا، کبھی گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا تھا اور کبھی لٹک جاتا تھا، وہ اسی حالت میں تھا کہ اس کے پاس اس کا پڑھا ہوا درود آیا اور درود نے آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے پُل صراط پر جما دیا یہاں تک کہ وہ پُل صراط پر سے گزر کر جنّت میں داخل ہو گیا۔[1]

درود شریف کے سلسلے میں چند باتیں

میرے بھائیو! درود شریف کا خوب اہتمام کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں چند باتیں ذہن میں رہنی چاہیے:

(۱) روزانہ کا معمول: روزانہ کم از کم تین سو (۳۰۰) مرتبہ درودِ پاک پڑھنا چاہیے، اگر کوئی درودِ ابراہیمی پڑھ سکے تو بہت ہی اچھا ہے، ورنہ درود شریف کا کوئی بھی صیغہ تین سو (۳۰۰) مرتبہ پڑھ لیا کرے اور خوب محبت سے پڑھے۔

درود شریف کا ایک صیغہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہے، بہت مختصر ہے مگر اسے تمام محدّثین پڑھتے رہے ہیں، جب بھی حدیثیں بیان ہوتی ہیں تو یہ درود پڑھا جاتا ہے، جب منبر سے بیانات ہوتے ہیں تب بھی یہی درود پڑھا جاتا ہے، جب کوئی

---

[1] الأحاديث الطوال للطبراني، ح(۳٦)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سنتا ہے تو یہی درود پڑھتا ہے، بہت مقبول ہے، تو اگر کوئی درودِ ابراہیمی نہ پڑھ سکے تو خوب محبت کے ساتھ یہ مختصر درود تین سو (۳۰۰) مرتبہ پڑھے اور آہستہ آہستہ درودِ ابراہیمی کی بھی عادت ڈالے، شروع میں تین مرتبہ درودِ ابراہیمی پڑھ لے اور اس کے بعد یہ مختصر درود پڑھنا شروع کرے، مگر ہر آٹھ دس مرتبہ کے بعد ایک مرتبہ درودِ ابراہیمی پڑھ لیا کرے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

پھر آٹھ دس مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، پڑھ کر دوبارہ درودِ ابراہیمی پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اس طرح آہستہ آہستہ ان شاء اللہ درودِ ابراہیمی بھی ہونے لگے گا، عرض یہ کر رہا ہوں کہ درود شریف روزانہ کم از کم تین سو (۳۰۰) مرتبہ محبت کے ساتھ پڑھنا ہے اور جمعہ کے دن اس سے بھی زیادہ اس لئے کہ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی خاص فضیلت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسّی

(۸۰) مرتبہ درود بھیجے گا، اس کے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔[۱] آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کا حکم فرمایا ہے۔[۲] اس لئے اگر روزانہ تین سو (۳۰۰) مرتبہ پڑھنے کا معمول ہے تو جمعہ کے دن چار سو (۴۰۰) مرتبہ پڑھ لیا کریں، پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ پڑھ لیا کریں، چھ سو (۶۰۰) مرتبہ پڑھ لیا کریں، سات سو (۷۰۰) مرتبہ پڑھ لیا کریں، جمعہ کے دن کے لئے کوئی الگ مقدار متعین کر لینی چاہئے، تو پہلی بات یہ ہے کہ درود شریف کی تین تسبیح روزانہ، اور جمعہ کے دن چار یا پانچ یا چھ تسبیح یا اس سے بھی زیادہ۔

آج کی شب، شبِ جمعہ ہے، مغرب سے لے کر مغرب تک جمعہ کا دن رہتا ہے اور اس چوبیس گھنٹے میں درودِ پاک پڑھنے کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، اس دن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے، علّامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیّدُ الانام یعنی تمام مخلوق کے سردار ہیں، اور جمعہ کا دن سیّدُ الایام یعنی تمام دنوں کا سردار ہے، اس لئے جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنا ایک ایسی خصوصیت ہے جو جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں نہیں۔[۳] ہمیں بھی جمعہ کے دن بہت کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہئے۔

(۲) چالیس (۴۰) صلوٰۃ وسلام: یہ جو چہل درود وسلام کا کتابچہ ہے جس کو آپ نے عشاء کی نماز کے بعد آج پڑھا، اس کو حاصل کر کے اپنے پاس رکھنا چاہئے، اس میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سکھلائے ہوئے چالیس (۴۰) درود وسلام ہیں،

---

[۱] القول البدیع، ص: ۳۷۸

[۲] سنن أبي داود، أبواب الوتر، باب في الإستغفار، ح(۱۵۲۶)

[۳] زاد المعاد، ص: ۱۲۱

اگر اسے روزانہ پڑھ سکیں تب تو بہت اچھا، ورنہ کم از کم ہفتے میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیا کریں، اور اگر جمعہ کے دن ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور۔

(۳) درود شریف کی کثرت: ہماری مقرّر کی ہوئی مقدار کے علاوہ بھی چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے جتنا زیادہ ہو سکے درود شریف پڑھتے رہنا چاہئے۔

(۴) معمول میں اضافہ: یہ جو روزانہ کے لئے مقرّر کی ہوئی تین سو (۳۰۰) کی تعداد ہے اور اس کے علاوہ جمعہ کی تعداد ہے، اس کو بھی آہستہ آہستہ بڑھاتے جائیں، ابھی روزانہ تین سو (۳۰۰) ہے، جب یہ تعداد گرفت میں آجائے تو پھر چار سو (۴۰۰) کر لیجئے، وہ جب گرفت میں آجائے تو پانچ سو (۵۰۰) کر لیجئے، اسی طرح بڑھاتے چلے جائیں، جمعہ کے دن اگر پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ کا معمول ہے تو جب وہ گرفت میں آجائے تو چھ سو (٦۰۰) مرتبہ کر لیجئے، آگے سات سو (۷۰۰) مرتبہ کر لیجئے، اسے بھی بڑھاتے رہئے۔

میرے بھائیو! درود شریف جتنا زیادہ پڑھو گے اتنی ہی زیادہ برکت نصیب ہوگی، حتّٰی کہ وقت میں بھی برکت ہوگی، ہمارے بعض بزرگانِ دین روزانہ سوا لاکھ (۱۲۵۰۰۰) مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔[۱] انہوں نے بھی آہستہ آہستہ ترقّی کی ہوگی، جب انہوں نے اخلاص کے ساتھ اور محبت کے ساتھ محنت اور کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں برکت ڈال دی، اگر ہم بھی اچھی نیت کے ساتھ کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی اسباب پیدا کریں گے۔

---

[۱] فضائلِ درود شریف، ص ۲۰

یہ جو کچھ بتلایا گیا ہے یہ درود شریف کا بنیادی (basic) نصاب ہے، اس کو فوراً شروع کردینا چاہیئے، ایسا بھی نہ ہو کہ ایک دم جذبات میں آکر چند دن بہت زیادہ کرلیا اور پھر بالکل چھوڑ دیا، نہیں، یہ بنیادی نصاب شروع کرکے اسے دھیرے دھیرے بڑھاؤ، ان شاء اللہ برکت ہوگی۔

درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے

درود شریف کے اہتمام سے نہ صرف یہ کہ ہمیں دنیوی اور اخروی نفع ہوگا، بلکہ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پر حق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم پر بہت احسانات ہیں، ہم کم سے کم یہ تو کریں کہ درود شریف کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے اللہ! تو درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

ہم اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ اے اللہ! ہم کمزور ہیں اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں اس لئے آپ ان پر درود بھیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

درود شریف کے اہتمام سے ان شاء اللہ ہمارے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھی بڑھے گی اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجّہ بھی نصیب ہوگی۔

سنتوں کا اہتمام

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک تعلیمات کا خوب مطالعہ کرو اور ان پر اہتمام کے ساتھ عمل کرو، جو سنتیں ضروری نہیں ہیں ان پر بھی عمل کرو، جو چیزیں فرض ہیں،

واجب ہیں، سنّت مؤکّدہ ہیں انہیں تو کرنا ہی ہے، مگر جو چیزیں فرض اور واجب کے درجے کی نہیں ہیں، جیسے کھانے کی سنتیں، سونے کی سنتیں وغیرہ، ان کا بھی خوب اہتمام کرنا چاہیئے۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاڑھی چہرے کی زینت ہے

میرے بھائیو! ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، بہت سے لوگ اسے استحباب کے درجے کی سنّت سمجھ کر اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ اگر عمل کیا تو ثواب اور نہ کیا تو کوئی گرفت نہیں، نہیں میرے بھائیو! ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے اور جو کوتاہی کرے گا اس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑ ہوگی، جن حضرات کے چہرے ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس پیاری سنّت سے آراستہ نہیں ہیں، انہیں چاہیئے کہ وہ اسی وقت نیت کرلیں کہ ہم اپنے چہروں کو اس مبارک سنّت سے آراستہ کریں گے، اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوگا، اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نصیب ہوگی۔

ڈاڑھی کے سلسلے میں ایک بڑی غلطی

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس کی مقدار ایک مشت ہے، جو لوگ کاٹ کر ایک مشت سے کم کردیتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں، بعض حضرات نیچے کی جانب تو ایک مشت تک چھوڑ دیتے ہیں مگر چہرے کی دونوں جانبوں سے تراش لیتے ہیں، یہ بھی صحیح

نہیں ہے، پوری ڈاڑھی کا ایک مشت ہونا ضروری ہے، ایک مشت سے کم کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے میرے وہ بھائی جن کے چہروں پر ڈاڑھی ہے لیکن چھوٹی ہے اور ایک مشت سے کم ہے، وہ بھی نیت کرلیں کہ ان شاء اللہ ہم بھی ڈاڑھی کو بڑھائیں گے اور پوری کرلیں گے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سب باریش

میرے عزیزو! ہمارا چہرہ اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کریں گے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی ہوں گے اور قیامت کے دن ہماری نجات ہوگی، میں اپنے دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کسی بھی نبی کا تصوّر کیجئے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ آتا ہے، حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ آتا ہے تو ایک دُھندلی سی صورت ذہن میں آتی ہے، یہ ایک فطری چیز ہے، تو میں کہتا ہوں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کے ذہن میں اُس وقت جو صورت آتی ہے وہ ڈاڑھی والی ہوتی ہے یا ڈاڑھی کے بغیر؟ اور ڈاڑھی چھوٹی ہوتی ہے یا لمبی؟ اسی طرح اُمّت کے کسی بھی نیک آدمی کا جب ذکر آتا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا، شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا، تو اُس وقت آپ کے ذہن میں کون سی صورت آتی ہے؟ چھوٹی ڈاڑھی والی یا لمبی ڈاڑھی والی؟ اس سے پتا چلا کہ آپ کا ضمیر یہ قبول کررہا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے اس کی ڈاڑھی ہوتی ہے اور لمبی ہوتی ہے، جب یہ بات ہے تو میرے بھائیو! آپ بھی ان برگزیدہ بندوں میں شامل ہوجاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور دنیا اور آخرت دونوں جہان کی کامیابی اور سرخروئی نصیب ہو۔

ایک عجیب واقعہ

ہمیں کسی سے ڈرنا نہیں چاہئے، شرمانا نہیں چاہئے، کسی اور کی وجہ سے ہم اپنی آخرت کیوں برباد کریں؟ ایک واقعہ یاد آ گیا، ایک شخص نے ڈاڑھی رکھی اور شریعت کے مطابق ایک مشت رکھی، لوگوں نے اس کا مذاق اُڑانا شروع کیا، بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقوں کا مذاق اُڑاتا ہے، اس شخص کو دُکھ ہوا اور اس نے دل برداشتہ ہو کر حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ لوگ میرا مذاق اُڑاتے ہیں اور مجھ پر ہنستے ہیں۔ بزرگوں کی باتیں دینی کاموں میں بہت زیادہ تقویت کا کام کرتی ہیں، آدمی پھسلنے سے بچ جاتا ہے، اس دکھی شخص کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ بھائی! انہیں ہنسنے دو، ان شاء اللہ ڈاڑھی کی برکت سے تمہیں قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا۔[1] لوگ اگر ہنستے ہیں تو انہیں ہنسنے دو، ان کے ڈر سے ہم اپنی آخرت کو کیوں خراب کریں؟

عرض یہ کر رہا تھا کہ ہمارا ہر کام ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک سنتوں کے مطابق ہو، نماز سنّت طریقے کے مطابق ہو، وضوء سنّت طریقے کے مطابق ہو، ہم نماز تو اہتمام سے پڑھتے ہیں، لیکن خیال نہیں رہتا کہ ہم کس کس سنّت کو چھوڑ رہے ہیں، نماز کے لئے ہاتھ اُٹھاتے وقت ہتھیلیوں کا رُخ قبلے کی طرف ہو، قدموں کا رُخ بھی قبلے کی طرف ہو، قدموں کی انگلیوں کا رُخ بھی قبلے کی طرف ہو، ہم کھڑے رہتے ہیں تو قدم قبلہ رُخ نہیں ہوتے، حالانکہ سنّت یہ ہے کہ بالکل سیدھے ہوں تاکہ

---

[1] پردہ عورت کی عزت کا ضامن، ص: ۳۵

رُخ قبلے کی طرف ہو، یہ چند مثالیں ہیں، ہمیں ہر عبادت میں، دین کے ہر کام میں اور زندگی کے ہر شعبے میں سنّت طریقے کو اختیار کرنا ہے۔

سیرتِ پاک کا مطالعہ

تو ہمیں درود شریف کی کثرت کرنی ہے اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات اور سنتوں کا اہتمام بھی کرنا ہے، اور ساتھ ساتھ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سیرت کا مطالعہ کرنا ہے، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پاکیزہ زندگی کو study کرنا ہے، سیرت پر تمام زبانوں میں کتابیں ہیں، معتبر علماء کرام سے معلوم کرو کہ آپ کے لئے سب سے زیادہ مناسب کون سی کتاب ہے اور پھر اس کو حاصل کرکے غور سے محبت کے ساتھ پڑھو، ان شاء اللہ بہت نفع ہوگا، آپ کا دل اللہ کے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت سے سرشار ہوگا، اور جب دل آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت سے معمور ہوگا تو پھر آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکموں کو بجالانا بہت آسان ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت سے معمور کریں۔ (آمین)

عشقِ نبوی کے حصول کا آسان طریقہ

میرے بھائیو! جب دل عشقِ نبوی سے منوّر ہوگا تب کتنا لطف اور کتنا مزہ آئے گا اس کا ہم تصوّر بھی نہیں کرسکتے، ایسے حضرات کی زبان سے پھر محبت میں ڈوبے ہوئے اشعار نکلتے ہیں۔

جنّت تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں
میں نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں

ذرا آ میرے دل کا طواف کر
میرے دل میں حضور رہتے ہیں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کرے کہ ہمارے دلوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت خوب راسخ ہو جائے، اس کے لئے بہت ہی آسان طریقہ بتلا دیا ہے، محبت کے ساتھ درود شریف کی کثرت ہو، روزانہ تین سو (۳۰۰) مرتبہ اور جمعہ کے دن زیادہ، اور پھر آہستہ آہستہ اس کو بڑھانا ہے، اسی طرح چالیس (۴۰) درود وسلام بھی اگر روزانہ پڑھ لیا کریں تو بہت اچھا، ورنہ ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھنا چاہیئے، اور اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل اور سنتوں کی پابندی، چھوٹی سی چھوٹی سنّت پر بھی عمل کی کوشش کرنی چاہیئے، سنتوں میں بہت برکت ہے، ایسی برکات ظاہر ہوتی ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔

سنّت کی برکات

میرے ایک دوست جو اس وقت مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کا ایک قصّہ یاد آ گیا، میں نے ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سنّت بیان کی کہ ایک برتن میں ایک سے زیادہ آدمی کا ایک ساتھ مل کر کھانا یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت ہے، اگر الگ الگ برتن میں کھا لیا تب بھی جائز ہے، مگر ایک برتن میں ایک سے زیادہ آدمی کا مل کر کھانا سنّت ہے اور اس سے کھانے میں برکت ہوتی ہے، وہ میرے دوست مجھ سے بعد میں ایک دن کہنے لگے کہ جب مجلس میں یہ سنّت بیان ہوئی، انہی دنوں ان کی اپنی بیوی سے کچھ ناراضگی چل رہی تھی، دونوں کی بات چیت بالکل بند

تھی، ان کی گھر والی بھی میری باتوں کو گھر پر رسیور (reciever) سے سنتی ہے، جب یہ گھر پہنچے تو دستر خوان پر بیوی نے ایک ہی پلیٹ رکھی ہوئی تھی اس نیت سے کہ جب سنّت ہے تو ہمیں عمل کرنا چاہیے، اب دونوں ایک پلیٹ میں کھانے کے لئے بیٹھے، سنّت کی برکت اس طرح ظاہر ہوئی کہ بغیر کسی صلح صفائی کے کھانے سے فارغ ہونے تک دونوں ایک دوسرے سے بات کرنے لگ گئے اور انہیں اس کا احساس تک نہیں ہوا! عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ سنتوں کی بڑی برکتیں ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

سنّت کا مقام

حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بزرگ حاضر ہوئے، گفتگو کے دوران ان بزرگ کی ایک کرامت ظاہر ہوئی اور زمین ہلنے لگی، حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسواک زمین پر پھینکی، مسواک کا گرنا تھا کہ زمین تھم گئی، اس کے بعد آپ نے ان بزرگ کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین ہلنے لگی اور اگر فقیر دعا کرے تو ان شاء اللہ سرہند کے قبرستان کے مردے زندہ ہو جائیں، لیکن میں تمہاری اور اپنی ان کرامتوں سے وضوء میں مسواک کی سنّت کو افضل سمجھتا ہوں۔[1]

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی کو ہوا میں اُڑتا ہوا دیکھو تب بھی اس سے دھوکا مت کھانا اور اسے ولی نہ سمجھنا جب تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ اس کی زندگی شریعتِ مطہّرہ اور طریقۂ سنّت کے مطابق ہے یا نہیں۔[2] ولی ہونے کے

---

[1] فتاوی رحیمیہ: ۱۹۵/۲

[2] حلیۃ الأولیاء: ۴۰/۱۰

لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کا پابند ہو۔

سب سے بڑی کرامت

حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ولی وہ ہے جو شریعت پر عمل کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو، چاہے اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔[۱] حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ حق و باطل کا اور مقبول و مردود کا اصل معیار صرف اتباعِ شریعت ہے، جس کی زندگی میں شریعتِ مطہرہ کی پابندی نہ ہو وہ ولی نہیں ہوسکتا۔[۲] خلاصہ یہ ہے کہ ولایت کے لئے کسی کرامت کا ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے، بس، پوری شریعت پر عمل چاہئے اس لئے کہ یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

ایک شخص حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دس سال تک رہا، حضرت بڑے باکمال بزرگ تھے مگر اپنے کمالات کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے، ایک دن اس نے جانے کی اجازت چاہی کہ حضرت! مجھے کسی اور شیخ کے پاس جانے کی اجازت دیجئے اس لئے کہ اتنی مدّت تک میں آپ کے پاس رہا مگر میں نے آپ سے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تو بتلاؤ کہ اس دس سال کی مدّت میں تم نے میری زندگی میں ایسا کوئی عمل دیکھا جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں، ایسا تو کوئی عمل نہیں دیکھا۔ حضرت

---

[۱] کرامتِ تقویٰ، ص:۱۰

[۲] مجالسِ حکیم الاُمّت، ص:۵۰

نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی کرامت تلاش کر رہے ہو؟[۱]

میرے بھائیو! شریعت کی پابندی سب سے بڑی کرامت ہے۔

اَلْإِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

شریعت پر استقامت کرامت سے بھی بڑھ کر ہے۔

ایک شخص دین پر آجائے، شریعتِ مطہرہ پر جم جائے، فرائض واجبات کا اہتمام کرے، گناہوں سے اور حرام سے دور رہے، یہ استقامت ہے اور یہ استقامت ہی سب سے بڑی کرامت ہے، حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی تھیں کہ لوگ ہوا میں اُڑنے اور پانی پر چلنے کو بڑی بات سمجھتے ہیں، یہ کون سے کمال کی بات ہے؟ ہوا میں تو ایک حقیر سی مکھی بھی اُڑتی ہے اور مچھلی تو پانی کے اندر تیرتی ہے۔[۲] مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اصل کمال یہ ہے کہ بندہ شریعت پر عمل کر کے دکھائے۔

میرے بھائیو! آج تین کاموں کا عزم کر کے اُٹھنا ہے: (۱) محبت کے ساتھ درود شریف کی خوب کثرت کرنی ہے، (۲) اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزارنی ہے، (۳) سیرتِ پاک کا اہتمام کے ساتھ مطالعہ کرتے رہنا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[۱] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۲۳۵/۱۵

[۲] تذکرة الأولياء، ص: ۴۷

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	سنن أبي داود	الإمام أبو داود	مؤسسة الرّيّان، بيروت
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۴	سنن النسائي	الإمام النسائي	دار التأصيل، مصر
۵	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل، مصر
۶	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة، بيروت
۷	الأحاديث الطوال للطبراني	الإمام الطبراني	المكتب الإسلامي، بيروت
۸	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۹	مجمع الزوائد	الحافظ الهيثمي	دار المنهاج، جدّة
۱۰	روح المعاني	العلّامة شهاب الدين الآلوسي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۱	فتح الباري	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۲	لمعات التنقيح	العلّامة المحدّث عبد الحق الدهلوي	دار النوادر، دمشق
۱۳	زاد المعاد	العلّامة ابن القيّم الجوزية	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۴	الوافي بالوفيات	صلاح الدين الصفدي	مؤسسة الرّيّان، بيروت
۱۵	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسسة الرسالة، بيروت

۱٦	تذكرة الأولياء	الشيخ فريد الدين العطّار	دار المكتبي،دمشق
۱۷	القول البديع	الحافظ السخاوي	مؤسسة الرّيّان، بيروت
۱۸	ردّ المحتار	ابن عابدين الشامي	دار عالم الكتب،رياض
۱۹	فتاوی رحیمیہ	حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری	دارالاشاعت،کراچی
۲۰	فضائلِ درودشریف	حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ لدھیانوی،کراچی
۲۱	مجالسِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان
۲۲	ملفوظاتِ حکیم الاُمّت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان
۲۳	الفرقان شیخ الحدیث نمبر	ماہنامہ الفرقان،لکھنؤ	الفرقان،لکھنؤ
۲۴	محبت نامے	حضرت مولانا یوسف متالا	کتب خانہ یحیوی،سہارنپور
۲۵	کرامتِ تقویٰ	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر	خانقاہ امدادیہ اشرفیہ،کراچی
۲٦	پردہ عورت کی عزّت کا ضامن	حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر	ادارۂ تالیفاتِ اختریہ،کراچی

سیّد الانبیاء خاتم المرسلیں نورِ ربّ العُلیٰ رحمۃٌ للعالمیں
سَرورِ اصفیاء شافعِ مُذنبیں احمدِ مصطفیٰ شاہِ دنیا و دیں
اے حبیبِ خدا روز وشب صبح وشام تم پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

(حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

مَنْ تَهَاوَنَ بِالْأَدَبِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ
وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ
وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ

جو شخص ادب کے سلسلے میں لاپرواہی کرتا ہے اسے سنّت سے محرومی کی سزا دی جاتی ہے، اور جو شخص سنّت کے سلسلے میں کوتاہی کرتا ہے اسے فرائض سے محرومی کی سزا دی جاتی ہے، اور جو شخص فرائض کے سلسلے میں سستی برتتا ہے اسے معرفتِ خداوندی سے محرومی کی سزا دی جاتی ہے۔

(حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ)

ادب کی اہمیت

تفصیلات

وعظ کا نام	:	ادب کی اہمیت
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	جمادی الاُولیٰ ۱۴۴۱ھ بمطابق ۴ جنوری ۲۰۲۰ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

فہرست

ادب کی اہمیت ۹۱
اللہ تعالیٰ حسن و جمال کو پسند کرتے ہیں ۹۱
خوبصورتی کا معیار ۹۳
سب سے بڑا قاری ۹۳
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے قاری تھے ۹۴
قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ فنِّ قراءت کے امام ۹۵
قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ مجید کے معجزہ ہونے کی ایک نشانی تھے ۹۶
انبیاء علیہم السلام کی رحمت اور برکت والی صورت اختیار کرو ۹۸
اللہ تعالیٰ اعمال میں بھی حسن کو پسند کرتے ہیں ۹۸
عمل کا حسن ۹۹
اعمال میں اعلیٰ درجے کا حسن آداب سے آتا ہے ۱۰۰
حدیث شریف کے سب سے پہلے مدوّن: امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ ... ۱۰۲
امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادب کی اہمیت ۱۰۲
امام ابنِ وہب رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت ۱۰۴
ادب حصولِ علم کا ذریعہ ہے ۱۰۵
ادب میں کوتاہی کی وجہ سے دو مہینے کے لئے سبق بند ۱۰۵
امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ درجے کا ادب ۱۰۷

ادب کا بے مثال اہتمام ۱۰۷
شیطان کا سب سے پہلا حملہ ۱۰۹
ادب کے بارے میں بزرگوں کے ارشادات ۱۰۹
اپنے اعمال کو سنتوں اور مستحبات و آداب سے آراستہ کرو ۱۱۰
زندگی آداب سے معمور ہونی چاہیے ۱۱۱
صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف پر ادب کا غلبہ ۱۱۲
اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سب سے زیادہ حسین عمل کون کرتا ہے ۱۱۳
ادب کا نتیجہ سعادت اور بے ادبی کا نتیجہ شقاوت ۱۱۳
ہمارے گھریلو حالات ۱۱۴
اُمّتِ مسلمہ کے مسائل کا واحد حل ۱۱۵
ادب کی طرف ہر ایک کو توجّہ کرنی چاہیے ۱۱۵
ادب کی برکت ۱۱۶
بے ادبی کا نتیجہ ۱۱۶
ماں باپ کا ادب ۱۱۷
حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ادب ۱۱۸
حضرت ابو عبید قاسم بن سلّام رحمۃ اللہ علیہ کا ادب ۱۱۸
حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور استاذ کا ادب ۱۲۰
جدید تعلیم یافتہ حضرات سے میری درخواست ۱۲۰
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث کا ادب ۱۲۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب ۱۲۲
احادیثِ شریفہ کا احترام ۱۲۲
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادب ۱۲۳
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ درجے کا ادب ۱۲۴
حضرت قَباث بن اُشَیم رضی اللہ عنہ کا ادب ۱۲۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب ۱۲۶
حضرت ایوب علیہ السلام کا ادب ۱۲۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب ۱۲۹
حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور علم کی حرص ۱۳۰
دو بزرگوں کی ملاقات نہ ہونے پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا افسوس ۱۳۰
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت ۱۳۱
ادب کی ضوء سے روشن زندگی ہے ۱۳۱
حقیقی خوبصورتی ۱۳۲
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادب اور منصبِ امامت ۱۳۲
حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب ۱۳۴
علماء اور حفّاظ کا ادب ۱۳۵
حرمین شریفین کا ادب ۱۳۶
روضۂ مبارکہ کا ادب ۱۳۷
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وفاتِ نبوی کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ادب واحترام ۱۳۸

صلوٰۃ وسلام اور ادب ۱۳۹
دُکھ کی بات ۱۳۹
باادب اور بے ادب میں فرق ۱۴۰
مآخذ ومراجع ۱۴۱

ادب پر دین کا مدار ہے

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کی بنیاد ادب و تأدّب پر ہے، عظمتِ شریعت کا ادب، اولیاء اللہ اور علماءِ ربّانی کا ادب، کتاب اللہ کا ادب، مدارسِ دینی اور خانقاہوں کا ادب، ان سارے ادبوں پر دین کا مدار ہے، بے ادبی اور گستاخی میں آدمی کا دین نہیں بنتا۔

(خطباتِ حکیم الاسلام: ۱۴۸/۳)

ادب کی اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِيَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ، أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ.[۱]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَیَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ یَفْقَھُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ، اَللّٰھُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا یَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَآئِكَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِيِّ، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ.

اللہ تعالیٰ حسن وجمال کو پسند کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ شانہٗ جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے:

---

[۱] سنن الترمذي،أبواب البرّ والصلة،باب ما جاء في أدب الوالد،ح(۲۰۷۹)

إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ[1]

بیشک اللہ تعالیٰ حسن و جمال والے ہیں اور حسن و جمال اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔

اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اسراف وفضول خرچی اور ریا وتکبّر سے بچ کر عمدہ کپڑے پہنتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ مستحسن ہے، البتہ اگر کوئی دوسروں کو دکھانے کے لئے عمدہ کپڑے پہنتا ہے کہ میرے پاس جو جیکٹ ہے ایسا بستی میں کسی کے پاس نہیں ہے، میں نے فلاں کمپنی کا کوٹ پہنا ہوا ہے، میرے پاس فلاں ڈیزائنر برانڈ (designer brand) کے جوتے ہیں تو یہ جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا مقصد ریا، بڑائی اور دکھلاوا تو نہیں ہے لیکن وہ فضول خرچی اور اسراف کرتا ہے، جو کام پچیّس (۲۵) پاؤنڈ میں ہوسکتا ہے اسے سو (۱۰۰) پاؤنڈ میں کرتا ہے یا ضرورت نہیں ہے پھر بھی خریداری کرتا ہے، یہ اسراف اور فضول خرچی بھی ناجائز ہے، ایک تیسرا شخص ہے، وہ سردی سے بچنے کے لئے جیکٹ خرید رہا ہے، پچاس (۵۰) پاؤنڈ میں بہترین جیکٹ مل رہا ہے، جس مقصد کے لئے خریدنا چاہتا ہے وہ مقصد اس جیکٹ سے اچھی طرح حاصل ہوسکتا ہے اور دِکھنے میں بھی اچھا ہے، لیکن چونکہ وہ ڈیزائنر برانڈ کا نہیں ہے اس لئے وہ سو (۱۰۰) پاؤنڈ خرچ کر کے ڈیزائنر برانڈ والا خریدتا ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ سو (۱۰۰) پاؤنڈ والا اس پچاس (۵۰) پاؤنڈ والے جیسا ہی ہو یا اس سے بھی کم درجے کا، اس صورت میں دو غلط کام ہوئے: اسراف اور دکھاوا۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، ح(۸۳)

خوبصورتی کا معیار

تو اللہ تعالیٰ جمیل ہیں، جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں، اسی وجہ سے شریعتِ مطہّرہ نے لباس کے مسائل بیان کئے کہ اس طرح کے کپڑے پہننے چاہئے، بالوں کے مسائل بیان کئے کہ وہ ایسے ہونے چاہئے، ڈاڑھی کے مسائل بیان کئے کہ ایسی ہونی چاہئے، اور چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس لئے وہ زیادہ جانتا ہے کہ انسان کس شکل وصورت میں زیادہ خوبصورت لگتا ہے، آج کل کی فیشن یہ کہتی ہے کہ ایک مرد اس وقت خوبصورت لگتا ہے جب اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہو، مگر انسان کے خالق کو چہرے پر ڈاڑھی پسند ہے، اس کے نزدیک مرد تب خوبصورت ہوتا ہے جب اس کے چہرے پر ڈاڑھی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ مخلوق کے مقابلے میں خالق زیادہ بہتر جانتے ہیں، اس لئے ہر چیز میں پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کون سی چیز پسندیدہ ہے، اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نظر میں کون سی چیز پسندیدہ ہے، اللہ کے نیک بندوں کی نظر میں کون سی چیز پسندیدہ ہے، اور معلوم ہو جانے کے بعد اپنی پسندیدہ کو چھوڑ کر ان کی پسندیدہ کو اختیار کرنا چاہئے، ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں ہمارے آقا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ خوبصورت کسی کا چہرہ نہیں، جب یہ بات ہے تو ایک مسلمان کے ذہن میں یہ بات کیسے آسکتی ہے کہ چہرے پر ڈاڑھی اچھی نہیں لگتی۔

سب سے بڑا قاری

ایک بہت بڑے قاری گزرے ہیں جن کا نام قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ہے، اُمّت میں ان کے درجے کے قرّاء کم پیدا ہوئے ہوں گے، نابینا

تھے مگر قاری بہت اعلیٰ درجے کے تھے۔

عام طور پر سب سے بڑا قاری اسے سمجھا جاتا ہے جس کی آواز بہت حسین ہو اور جس کی سانس بہت لمبی ہو اور جو کسی مشہور قاری کے لہجے کی نقل اُتار سکتا ہو، کبھی کبھی جلسوں میں کسی ایسے حافظ صاحب کو بٹھا دیا جاتا ہے جو قاری بھی نہیں ہوتے لیکن مذکورہ اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو پوری مسجد میں ''سبحان اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کے نعرے بلند ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءت کے بارے میں ہماری سمجھ اتنی ہی ہے، اگر کسی کے بارے میں کہا جائے کہ یہ بہت بڑے مفتی ہیں تو لوگوں کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ یہ بڑے صاحبِ علم ہوں گے، کسی کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ یہ بہت بڑے مفسّر ہیں تو لوگوں کے ذہن میں یہ آئے گا کہ انہوں نے پتا نہیں تفسیر کی کتنی کتابیں پڑھی ہوں گی، اسی طرح اگر کسی کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ یہ بہت بڑے محدّث ہیں تو لوگوں کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ یہ فنِّ حدیث میں بہت مہارت رکھتے ہوں گے، میرے بھائیو! ٹھیک اسی طرح قراءت بھی ایک فن ہے، مستند اور بڑا قاری وہ ہوتا ہے جس کے پاس فنِّ قراءت کا بہت گہرا علم ہو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے قاری تھے

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت اونچے درجے کے قاری تھے، آپ کو لوگ ایک بہت بڑے عالم، ایک بہت بڑے مفسّر، ایک بہت بڑے فقیہ اور ایک بہت بڑے شیخ کی حیثیت سے تو جانتے ہیں، مگر کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ آپ بہت بڑے قاری بھی تھے، جب آپ نے اپنے شیخ حاجی امدادُ اللہ صاحب

مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادے کی غرض سے مکّہ مکرّمہ میں قیام فرمایا اس وقت آپ نے ایک بہت اعلیٰ درجے کے قاری سے قراءت کا علم حاصل کیا، یہ قاری عبداللہ صاحب مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو فنِّ قراءت میں ماہر اور قرّاءِ عرب کے نزدیک بھی مسلّم تھے، حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی محنت کی کہ آپ جب مدرسہ صَولَتِیہ کے کسی کمرے میں بیٹھ کر قراءت کی مشق کرتے تو سننے والوں کے لئے یہ فرق کرنا مشکل تھا کہ استاذ پڑھ رہے ہیں یا شاگرد، لہجے میں بھی اپنے استاذ کے ساتھ اتنی مشابہت ہوگئی تھی۔[1]

قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ فنِّ قراءت کے امام

تو میں قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ آپ بہت اعلیٰ درجے کے قاری تھے، فنِّ قراءت کے بہت بڑے امام تھے، ایک مرتبہ آپ نے حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تلاوت فرمائی، حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ بہت دھیان سے سنتے رہے، ظاہر ہے کہ ماہر قاری سنتے ہی اندازہ لگا لیتا ہے کہ زبان کہاں لگ رہی ہے، ہونٹوں کی کیا حالت ہے، حروف کہاں سے ادا ہو رہے ہیں وغیرہ، تھوڑی دیر آپ اسی طرح سنتے رہے، اس کے بعد آپ نے سر اُٹھایا اور قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کو بھی غور سے دیکھا، قاری صاحب نے جب قراءت ختم کی تو حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ بے حد خوش ہوئے اور بہت تعریف فرمائی، یہ بھی فرمایا کہ پہلے تو میں نے کانوں سے کام لیا اور پھر آنکھوں سے بھی کام لیا۔[2]

---

[1] اشرف السوانح: ۱/ ۳۶

[2] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۷۱

ایک مرتبہ علماء اور قرّاء کے مجمع میں قاری صاحب نے تلاوت کی اور اس میں شام کے ایک بڑے عالم ملّا رمضانی بھی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا:

يَا فَتْح مُحَمَّد أَنْتَ فَاتِحُ الْقُرَّاء

اے فتح محمد! آپ قاریوں کے فاتح ہیں۔

اور جب آپ نے وَيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ کی تلاوت کی تو انہوں نے کہا کہ حرفِ ''ض'' کی سب حرفوں سے ممتاز اور صحیح ادائیگی میں نے آج تک کسی سے بھی نہیں سنی۔[1] قرّاء جانتے ہیں کہ حرفِ ''ض'' تمام حرفوں میں سب سے مشکل ادا کیا جانے والا حرف ہے۔

قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ مجید کے معجزہ ہونے کی ایک نشانی تھے

تو آپ بہت بڑے قاری تھے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآنِ پاک پر حضرت کو ایسا دسترس عطا کیا تھا کہ جہاں سے چاہتے اور جس طرح چاہتے پڑھتے، پورے قرآن کی تمام آیات کے صرف ابتدائی کلمات کو ایک ہی مجلس میں سورۂ فاتحہ کی طرح فَر فَر پڑھ لیتے تھے، اَلْحَمْد، اَلرَّحْمٰن، مٰلِك، إِيَّاك، اِهْدِنَا، ہزاروں آیتوں کے صرف ابتدائی الفاظ کو پڑھنا، اللہ اکبر! اسی طرح قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن کو پیچھے کی طرف سے پڑھنے پر بھی قدرت رکھتے تھے، پہلے آخری آیت پھر اس سے پہلے والی، پھر اس سے پہلے والی، جیسے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ، اَلَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ، مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ، آپ اس ترتیب سے بھی قرآن کو سورۂ فاتحہ کی

---

[1] تذکرۃ الشیخین: ۱/۱۷

طرح فَر فَر پڑھ جاتے تھے۔[1]

رمضانُ المبارک کی راتوں میں آپ سحری تک نماز میں مشغول رہتے تھے اور تجوید کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے، ہر تیسرے دن قرآنِ مجید ختم کر لیتے، اس طرح رمضان کے اختتام تک دس قراءتوں میں دس قرآن ختم کر لیتے۔[2]

میں نے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے، وہ قرآنِ مجید کے معجزہ ہونے کی ایک نشانی تھے، اگر ان کو دیکھا نہ ہوتا تو ان کے کمالات کا یقین کرنا مشکل ہوتا۔

قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے ہیں اور آپ کی صحبت بھی اُٹھائی ہے، پھر حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور اپنی اصلاح کرائی، حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت واجازت سے بھی نوازا۔[3] آپ کا انتقال مدینہ منوّرہ میں ہوا اور آپ جنّت البقیع میں مدفون ہیں۔[4] میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا کہ جب قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منوّرہ میں قیام پذیر تھے اس وقت امامِ مسجدِ نبوی، شیخ حذیفی صاحب

---

[1] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۷۱

[2] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۷۸

[3] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۷۶، ۷۷

[4] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۸۴

حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے فنِّ قراءت میں استفادہ کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی رحمت اور برکت والی صورت اختیار کرو

اس تفصیل سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ کتنے بڑے آدمی تھے، علم و عمل دونوں کے جامع تھے، وہ فرماتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کی رحمت اور برکت والی صورت بناؤ تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت نازل ہو۔[۱] میرے سارے دوست جو یہاں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں، اسی طرح وہ تمام احباب جو اپنے گھروں میں، مختلف شہروں میں اور مختلف ملکوں میں سن رہے ہیں یا بعد میں سنیں گے، آپ سب کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ اپنے چہروں کو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت سے آراستہ کرو، جن حضرات کے چہروں پر ڈاڑھیاں نہیں ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ ڈاڑھی رکھ لیں، جن کی ہے مگر ایک مُشت سے کم ہے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ پوری ایک مُشت رکھ لیں، بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں جن کی نیچے کی جانب تو بالکل ٹھیک ہے، مگر وہ دائیں اور بائیں جانب ایک مشت سے کم کردیتے ہیں، ان کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ وہ دائیں اور بائیں جانب بھی ایک مشت پوری کرلیں اس لئے کہ یہ ضروری ہے، اسی طرح ہونٹ کے نیچے کے بال جسے ڈاڑھی بچّہ کہتے ہیں، اسے بھی نہ کاٹے، یہ بھی ڈاڑھی کا حصّہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اعمال میں بھی حسن کو پسند کرتے ہیں

بات یہ عرض کررہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حسن و جمال والے ہیں، حسن و جمال کو

---

[۱] اغلاط الخواص والعوام، ص: ۱۸۰

پسند کرتے ہیں، اسی لئے ہماری رہنمائی فرمائی کہ ایسے کپڑے پہنو، ایسے نہیں، اتنا بدن کھلا رکھ سکتے ہیں، اتنا نہیں، سر کے بالوں کو اس طرح کاٹو، اس طرح نہیں، گھر کو صاف رکھو، گھر کے آنگن کو صاف رکھو، بدن کو صاف رکھو، غسل کرو، بغل اور ناف کے نیچے کے بالوں کو صاف کرو، خوشبو استعمال کرو، خلاصہ یہ ہے کہ سب کچھ بتلایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم حسین وجمیل رہیں۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال میں بھی حسن کو دیکھنا چاہتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(الملك:۲)

وہ (اللہ) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سب سے زیادہ حسین اور اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے سب سے زیادہ حسین عمل کرنے والا کون ہے۔

عمل کا حسن

اب سوال یہ ہے کہ عمل حسین اور خوبصورت کیسے بنے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق کرنے سے، سنن اور مستحبات و آداب کے اہتمام سے، سنن اور مستحبات و آداب کا جس قدر اہتمام ہوگا عمل اُتنا ہی حسین بنے گا، مثال کے طور پر ایک شخص نے نماز پڑھی، نہ کوئی فرض چھوٹا نہ واجب، تو فقہی

اعتبار سے نماز ہوگئی، لیکن چونکہ سنت کی ادائیگی میں پانچ فیصد کی کمی تھی اس لئے نماز خوبصورت اور حسین تو ہوئی مگر خوبصورتی اور حسن میں پانچ فیصد کی کمی رہ گئی، ایک دوسرے شخص کی نماز کو دیکھا گیا تو اس میں سنت کی رعایت سو (۱۰۰) فیصد پائی گئی، تو اس کی نماز خوبصورتی اور حسن میں پہلے شخص کی نماز سے بڑھ گئی، اسی طرح ایک شخص نے تلاوت کرنے کے لئے وضوء تو کیا اس لئے کہ قرآن کو چھونے کے لئے وضوء ضروری ہے لیکن تلاوت کے آداب کا خیال نہیں رکھا: قبلہ رُو ہو کر نہیں بیٹھا، خوشبو نہیں لگائی، آداب کو اہمیت نہیں دی، اب اس صورت میں تلاوت کا عمل تو ہوا لیکن خوبصورت نہیں ہوا۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ صرف یہ دیکھنا نہیں چاہتے کہ ہم میں سے سب سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہے، نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے سب سے زیادہ حسین عمل کرنے والا کون ہے، اللہ تعالیٰ نے اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تم میں سے سب سے زیادہ حسین عمل کرنے والا کون ہے) فرمایا، اَیُّکُمْ اَکْثَرُ عَمَلًا (تم میں سے سب سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہے) نہیں فرمایا۔

اعمال میں اعلیٰ درجے کا حسن آداب سے آتا ہے

میرے بھائیو! آج کل آداب کو نظر انداز کرنے کا ایک ماحول بن گیا ہے، لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ سنن اور آداب فرض اور واجب تھوڑے ہی ہیں۔ بیشک فرض اور واجب نہیں ہیں مگر ان کی وجہ سے عمل بہت قیمتی ہو جاتا ہے، عمل مقدار میں تھوڑا ہو مگر سنتوں کے ساتھ ہو، مستحبات کے ساتھ ہو، آداب کی رعایت کے ساتھ ہو، وہ بہتر ہے اس عمل سے جو مقدار میں بہت زیادہ ہو مگر سنّت سے،

مستحب سے اور ادب سے خالی ہو، اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو ہر چیز میں پسند کرتے ہیں، اعمال میں بھی، معاشرت میں بھی، معاملات میں بھی، تلاوت میں بھی، نماز میں بھی، اگر کسی نے عمل کرتے ہوئے فرائض اور واجبات کا اہتمام کیا تو عمل تو وجود میں آ گیا مگر ابھی تک حسین نہیں ہوا، عمل سنن اور آداب کے اہتمام سے حسین ہوگا، ایک گھر کی مثال لے لیجئے! بنیاد پڑ گئی، دیواریں کھڑی ہوگئیں، چھت پڑ گئی، کھڑکیاں لگ گئیں، ہیٹر آ گیا، ایئر کنڈیشن آ گیا، ظاہر ہے کہ عمارت تو وجود میں آ گئی لیکن ابھی خوبصورت نہیں ہے، یہ عمارت کس چیز سے خوبصورت ہوگی؟ decoration (آرائش) سے جو عمارت کے وجود کے لئے ضروری بھی نہیں ہے، پتا چلا کہ عمارت ان چیزوں سے خوبصورت نہیں بنتی جو ضروری ہیں، ضروری چیزوں سے عمارت وجود میں آتی ہے، خوبصورت ان چیزوں سے بنتی ہے جو ضروری نہیں ہیں، ٹھیک اسی طرح فرائض اور واجبات ضروری کام ہیں جن سے عبادت وجود میں آتی ہے، پھر وہ خوبصورت بنتی ہے سنن اور مستحبات و آداب سے جو ضروری نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی چاہتے ہیں کہ ان کے اعمال خوبصورت ہوں۔

میرے بھائیو! فرائض اور واجبات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لازم کئے گئے ہیں اس لئے انہیں تو ہمیں ادا کرنا ہی ہے، اعلیٰ درجے کا کمال تو یہ ہے کہ ان کے ساتھ ہم سنتوں کا بھی اہتمام کریں اور مستحبات و آداب کا بھی جو کہ ہم پر نہ فرض ہیں نہ واجب، آج یہ طے کرلو کہ ان شاء اللہ ہم فرائض اور واجبات کے ساتھ سنن اور مستحبات و آداب کا بھی اہتمام کریں گے۔

حدیث شریف کے سب سے پہلے مدوّن: امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے اسلاف کے یہاں آداب کی بڑی اہمیت تھی، متقدّمین اور متاخّرین دونوں کے یہاں آپ کو آداب کا بہت زیادہ اہتمام نظر آئے گا، ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور جلیل القدر محدّث گزرے ہیں، مدوّنینِ حدیث میں سب سے پہلا نام آپ کا آتا ہے۔[1] مدوّنینِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حدیثوں کو کتابی شکل میں اُمّت کے سامنے سب سے پہلے پیش کرنے والے حضرات، اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ اوّل المدوّنین یعنی احادیثِ شریفہ کو اُمّت کے لئے کتابی شکل میں مرتّب کرنے والے سب سے پہلے شخص ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس، تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے پاس احادیث کی اپنی اپنی کاپیاں تھیں، احادیث کے اپنے اپنے مجموعے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو محیّر العقول حافظے عطا کئے تھے، ان کے پاس photographic memory تھی اس لئے حدیثیں حافظے میں بھی محفوظ تھیں، لیکن اُمّت کو حدیثوں کا تحفہ کتابی شکل میں سب سے پہلے ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، اور اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور مختلف علماء یہ کام انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اُمّت کو صحیح البخاری، صحیح مسلم وغیرہ احادیث کی درجنوں کتابیں نصیب ہوئیں۔

امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادب کی اہمیت

ان کی نظر میں ادب کی اہمیت کتنی تھی اس کا اندازہ ان کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں:

---

[1] فتح المغیث: ۳/۱۹

كُنَّا نَأْتِي الْعَالِمَ

ہم عالم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

میں کس کی بات نقل کر رہا ہوں؟ ایک علم کے شیدائی کی، علم کے شوقین کی اور علم کے حریص کی، اُس کی جس کو دنیا علم کی وجہ سے پہچانتی ہے کہ آپ بہت بڑے محدّث ہیں، بہت بڑے عالم ہیں اور اُمّت کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں، طلبہ اور علماء کے لئے ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت اور ان کے مقام کو مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مدرسے کا ہر طالبِ علم جانتا ہے کہ ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں، ان کا یہ مقولہ ہم طلبہ کے لئے عبرت کا سامان ہے، آج جو ہمارا ایک مزاج بن گیا ہے کہ ادب، ادب، ادب، یہ کیا ہے؟ کیا ادب فرض ہے؟ کیا ادب واجب ہے؟ استغفر اللہ! شیطان ہمارا نقصان کرنے کے لئے ذہنوں میں اس قسم کی باتیں ڈالتا ہے، مدارس کے طلبہ کے ذہنوں میں بھی اور خانقاہ میں جانے والے تزکیہ کے طالبین کے ذہنوں میں بھی، اور جب مدارس اور خانقاہ سے تعلّق رکھنے والوں کے ذہنوں میں اس قسم کی بات آتی ہے کہ یہ ادب ہی تو ہے، کیا یہ فرض ہے؟ واجب ہے؟ تو جو لوگ کالج اور یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں ان کا تو پوچھنا ہی کیا! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ادب کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھیں گے، اور ان کو قصوروار ٹھہرایا بھی نہیں جاسکتا اس لئے کہ جب علم سے اور دین سے تعلّق رکھنے والوں کے نزدیک ادب کی اہمیت نہیں ہے تو ان سے ہم ادب کی کیسے توقّع رکھ سکتے ہیں؟

تو ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَأْتِي الْعَالِمَ فَمَا نَتَعَلَّمُ مِنْ أَدَبِهِ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ عِلْمِهِ[۱]

ہم عالم کی خدمت میں حصولِ علم کے لئے حاضر ہوتے تھے، پس وہ ادب جو ہم ان سے سیکھتے تھے وہ ہمیں ان کے علم سے زیادہ محبوب تھا۔

مطلب یہ ہے کہ جب ہم کسی عالم کے پاس جاتے تھے تو ہمیں ان سے دو چیزیں ملتی تھیں؛ علم اور ادب، علم ملنے پر بھی بہت خوشی ہوتی تھی اس لئے کہ علم بہت بڑی دولت ہے، لیکن ادب ملنے پر جتنی خوشی ہوتی تھی اتنی علم ملنے پر نہیں، ادب ہمارے نزدیک زیادہ محبوب تھا بنسبت علم کے، علم بھی محبوب تھا مگر ادب اس سے بھی زیادہ محبوب تھا، اور ظاہر ہے کہ جب ان کے نزدیک علم کے بنسبت ادب زیادہ محبوب تھا تو اگر حصولِ علم پر سو (۱۰۰) فیصد توجّہ رہی ہوگی تو حصولِ ادب پر ان کی توجّہ سو (۱۰۰) فیصد سے زیادہ ہی رہی ہوگی۔

امام ابنِ وہب رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابنِ وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَا نَقَلْنَا مِنْ أَدَبِ مَالِكٍ أَكْثَرُ مِمَّا تَعَلَّمْنَا مِنْ عِلْمِهِ[۲]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نے جتنا ادب سیکھا وہ ان سے حاصل کئے ہوئے علم سے زیادہ ہے۔

ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے استفادہ کیا، ان سے ہم نے علم بھی حاصل کیا اور ادب بھی حاصل کیا، لیکن ہم نے ان سے جتنا علم حاصل کیا اس

---

[۱] تاريخ الإسلام: ۵/ ۵۰۹

[۲] سير أعلام النبلاء: ۸/ ۱۱۳

سے زیادہ ادب حاصل کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ علم تو سو (۱۰۰) فیصد حاصل کیا لیکن ادب اس سے بھی زیادہ۔

ادب حصولِ علم کا ذریعہ ہے

میرے بھائیو! علم سے پہلے ادب آتا ہے اس لئے کہ ادب ہوگا تو علم ملے گا، ادب نہیں ہوگا تو علم نہیں ملے گا۔

مَنْ لَا أَدَبَ لَهٗ لَا عِلْمَ لَهٗ

جس کے پاس ادب نہیں ہے اس کو علم نصیب نہیں ہوگا۔

علم سے پہلے ادب سیکھنا ضروری ہے اس لئے کہ طالبِ علم اگر ادب کے بغیر حصولِ علم کی کوشش کرے گا تو ناکام رہے گا، بے ادبی علم کی راہ میں بہت بڑی رُکاوٹ ہے۔

اسی لئے ایک قریشی نوجوان جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست سے اندازہ لگالیا کہ ادب کی کمی ہے تو فرمایا:

يَا ابْنَ أَخِيْ! تَعَلَّمِ الْأَدَبَ قَبْلَ أَنْ تَتَعَلَّمَ الْعِلْمَ[1]

اے میرے بھتیجے! علم کو سیکھنے سے پہلے ادب سیکھ لو۔

ادب میں کوتاہی کی وجہ سے دو مہینے کے لئے سبق بند

امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر محدّث ہیں، ان کے ایک

---

[1] حلية الأولياء:۶/۳۳۰

شاگرد عبدالرحمٰن بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اپنے استاذِ محترم عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کررہے تھے کہ طلبہ میں سے کسی طالبِ علم کو ہنسی آ گئی، آپ نے پوچھا کہ کون ہنس رہا ہے؟ وہ طالبِ علم خاموش رہا، آپ نے کئی مرتبہ پوچھا مگر طالبِ علم نے جواب نہیں دیا، ایک بے ادبی تو یہ ہوئی کہ درس گاہ میں ہنسا اور دوسری بے ادبی یہ ہوئی کہ استاذ کے بار بار پوچھنے پر بھی اس نے بتلایا نہیں، دوسرے طلبہ نے سوچا ہوگا کہ کئی مرتبہ پوچھنے کے باوجود وہ طالبِ علم نہیں بتلا رہا ہے، اب اگر ہم بھی نہیں بتلائیں گے تو ہم بھی قصوروار ٹھہریں گے، اس لئے انہوں نے بتلایا کہ فلاں طالبِ علم ہنس رہا تھا، عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجّہ ہوئے اور دو مرتبہ فرمایا:

تَطْلُبُ الْعِلْمَ وَأَنْتَ تَضْحَكُ؟

تم علم حاصل کرتے ہوئے ہنس رہے ہو؟

لَا حَدَّثْتُكُمْ شَهْرَيْنِ

(تمہاری اس بے ادبی کی وجہ سے) دو مہینے تک پوری جماعت کا سبق بند رہے گا۔[1]

آپ نے دیکھ لیا کہ ہمارے اسلاف کے یہاں ادب کی کتنی اہمیت تھی، ایک طالبِ علم سے ادب کے خلاف ایک کام ہوا تو استاذ نے تنبیہ کی اور دو مہینے تک پوری جماعت کو سبق نہیں پڑھایا۔

---

[1] حلية الأولياء: ٩/٦

امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ درجے کا ادب

عبدالرحمٰن بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں اس قدر ادب تھا کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے آپ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے دیکھا ہو، آپ صرف مسکراتے تھے، کبھی آپ کو اگر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں اپنی ہنسی کو کنٹرول نہیں کرسکوں گا تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تاکہ وقار باقی رہے۔[1]

یہ ہے ادب میرے بھائیو! اسے آپ وقار بھی کہہ سکتے ہیں، dignity بھی کہہ سکتے ہیں، آج کل ہمارے مدارس کے طلبہ میں بھی ادب کے سلسلے میں بہت غفلت ہے، اسی وجہ سے ان کے ذہنوں میں اس قسم کی باتیں گزرتی ہیں کہ کیا ادب ضروری ہے؟ اگر استاذ کے سامنے چارزانو بیٹھ گئے تو کیا حرج ہے؟ کتاب پر اگر کہنی رکھ دی تو کیا حرج ہے؟ استاذ کے سامنے تپائی پر کہنی رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں تو کیا حرج ہے؟ عزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے آپ کو علم کے مبارک راستے پہ ڈالا ہوا ہے تو اس مبارک علم کے جو تقاضے ہیں انہیں پورا کرنا چاہیے۔

ادب کا بے مثال اہتمام

عبدالوہّاب الورّاق رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کے بیٹے ابوبکر الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے والد صاحب کو قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، آپ صرف مسکراتے تھے۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے، لیکن یہاں تو بیٹا اپنے والد کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنے والد کو کُھل کِھلا کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، ظاہر ہے کہ بیٹے

---

[1] حلية الأولياء: ٦/٩

کے سامنے اپنے والد کی پوری زندگی ہوتی ہے۔

آگے مزید کہتے ہیں:

مَا رَأَيْتُهُ مَازِحًا قَطُّ

میں نے انہیں کبھی بھی دل لگی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

مزید کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی امّی جان کے ساتھ دل لگی کرتے ہوئے کِھل کِھلا کر ہنس رہا تھا کہ اچانک ابا جی آگئے، انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھ کر فرمایا:

صَاحِبُ قُرْآنٍ يَضْحَكُ هٰذَا الضِّحْكَ؟

صاحبِ قرآن ہوکر اس طرح کِھل کِھلا کر ہنس رہے ہو؟[1]

یہ تھی ہمارے بڑوں کی نظر میں ادب کی اہمیت، بیٹا اپنی ماں کے ساتھ تنہائی میں دل لگی کر رہا تھا، وہاں دوسرا کوئی نہیں تھا، اس کے باوجود امام عبد الوہّاب رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ فرمائی، یہ بہت اعلیٰ درجے کا ادب ہے کہ خلوت وجلوت دونوں میں انسان با ادب رہے، اسے یہ احساس رہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، ذہن میں ہر وقت یہ خیال رہے کہ اگر میں اپنے اساتذہ، اپنے مشائخ، اپنے شاگردوں، اپنے مصلیوں اور دوسرے لوگوں کے سامنے ادب کو ملحوظ رکھتا ہوں تو مجھے خلوت اور تنہائی میں بھی با ادب رہنا چاہئے اس لئے کہ اس وقت میرا خالق و مالک مجھے دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ ادب کا زیادہ حق دار ہے۔

---

[1] تاریخ الإسلام: ۶/ ۱۱۸

شیطان کا سب سے پہلا حملہ

ابھی اوپر حضراتِ علماءِ کرام کے ساتھ مذاکرہ ہورہا تھا، ان کی خدمت میں میں نے ایک بات یہ عرض کی کہ دین کی عمارت کو کھوکھلا کرنے کے لئے شیطان کا سب سے پہلا حملہ آداب پر ہوتا ہے، فرض اور واجب پر نہیں، اس لئے کہ ایک دین دار آدمی فرائض، واجبات اور سنن کو چھوڑنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوگا، جس کی زندگی میں آداب تک کی ساری چیزیں موجود ہیں، وہ اعلیٰ چیزوں کو چھوڑنے کے لئے کیسے تیار ہوگا؟ اس لئے شیطان سب سے پہلے آداب پر حملہ کرتا ہے، اگر آداب کی اینٹ ہلی تو پھر سنن کی اینٹ ہلے گی، سنن کی اینٹ ہلی تو واجبات کی ہلے گی، واجبات کی ہلی تو فرائض کی ہلے گی اور فرائض کی ہل گئی تو اخلاص، یقین اور ایمان کی اینٹ بھی ہل سکتی ہے، اس لئے دین داروں کے ساتھ شیطان کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے آداب پر حملہ کرتا ہے۔

ہماری کوشش کیا ہونی چاہئے؟ ہمیں فرائض اور واجبات کے اہتمام کے ساتھ زندگیوں کو سنن اور آداب سے آراستہ کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے اس لئے کہ اگر آداب کی اینٹ مضبوط ہوگئی تو سنن والی اینٹ مضبوط ہوگی، اور وہ جب مضبوط ہوگی تو واجبات والی اینٹ مضبوط ہوگی، اور وہ جب مضبوط ہوگی تو فرائض والی اینٹ مضبوط ہوگی، اور وہ جب مضبوط ہوجائے گی تو اخلاص، یقین، توحید اور ایمان کی اینٹ خوب مضبوط رہے گی۔

ادب کے بارے میں بزرگوں کے ارشادات

ہمارے اکابر میں حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، آپ یہ

فرماتے تھے کہ ادب دین کے لئے ایک بنیادی چیز ہے، ادب جتنا بڑھتا چلا جائے گا دین اتنا ہی مضبوط ہوتا چلا جائے گا اور ادب جتنا کم ہوتا چلا جائے گا دین اتنا ہی کمزور ہوتا چلا جائے گا۔[۱]

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی زندگی میں ادب نہ ہو وہ خالق کا بھی معتوب اور مغضوب ہوتا ہے اور مخلوق کا بھی، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوتے ہیں اور مخلوق بھی اس سے ناراض ہوتی ہے۔[۲]

شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زندگی میں ادب نہ ہو وہ کسی بھی درجے میں اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا۔[۳]

علّامہ ابن القیّم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْأَدَبُ هُوَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ[۴]

ادب سراپا دین ہے۔

دین کی تعلیمات پر اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ وہ ادب سے بھرپور ہیں۔

اپنے اعمال کو سنتوں اور مستحبات وآداب سے آراستہ کرو

میرے بھائیو! آج یہ طے کرلو کہ ہم اپنے تمام اعمال کو سنن اور مستحبات وآداب

---

[۱] خطباتِ حکیم الاسلام: ۱۶۵/۳

[۲] جلاء الخواطر، ص: ۱۱۴

[۳] کشف المحجوب، ص: ۵۸۰، ۵۸۱

[۴] مدارج السالکین: ۲۳۵۶/۳

کے ذریعے حسین بنائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ بہت راضی ہوں، ہم آج سے معلوم کریں گے کہ نماز میں کیا کیا چیزیں سنّت ہیں اور پھر اس کے مطابق نماز پڑھیں گے، اسی طرح نماز کے مستحبات اور آداب بھی سیکھیں گے اور ان سے بھی اپنی نمازوں کو آراستہ کریں گے۔

بہت سے نماز پڑھنے والے نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ میری نماز سنّت طریقے کے مطابق ہے یا نہیں؟ ہمیں تو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ نماز کی سنتیں کتنی ہیں اور کیا ہیں، ہمارے بہت سے دین دار بھائی بہن کھانے پینے وغیرہ کاموں میں سنتوں کا بہت خیال کرتے ہیں کہ کھانے کی یہ سنتیں ہیں، پینے کی یہ سنتیں ہیں، سونے کی یہ سنتیں ہیں، یہ بہت اچھی بات ہے، زندگی کے ہر شعبے میں سنتوں کا اہتمام ہونا چاہیے، لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کھانا، پینا، سونا جو نماز کے مقابلے میں بہت کم درجے کی چیزیں ہیں، جب ان کاموں میں سنتوں کا اتنا اہتمام ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم نے ابھی تک نماز جیسی مہتم بالشان عبادت کی سنتیں معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی؟

زندگی آداب سے معمور ہونی چاہیے

میرے بھائیو! ہماری زندگی کا ہر ہر پہلو ادب سے معمور ہونا چاہیے، دل میں ہر قابلِ قدر چیز کا ادب ہونا چاہیے، اللہ جلَّ جلالہُ وعمَّ نوالہُ کا ادب ہو، کعبے کا ادب ہو، قبلے کا ادب ہو، قبلے کی طرف پیر نہ پھیلائے جائیں، قبلے کی طرف رُخ یا پُشت کر کے استنجاء نہ کیا جائے، اسی طرح غسل کرتے ہوئے بھی قبلے کی طرف نہ رُخ ہو نہ پشت، اسی وجہ سے میں لوگوں کو ترغیب دیتا ہوں کہ بیٹھ کر غسل کرنے کی عادت

ڈالو، جب کھڑے ہو کر شاور (shower) سے غسل کرتے ہیں تو آدمی چاروں طرف گھومتا ہے، اس صورت میں ظاہر ہے کہ قبلے کی طرف چہرہ بھی ہوگا اور پیٹھ بھی، بیٹھ کر غسل کریں گے تو ایسا نہیں ہوگا، اسی طرح جب کھڑے ہو کر غسل کرتے ہیں تو ستر بھی زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور بیٹھ کر کرتے ہیں تو کم ظاہر ہوتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف پر ادب کا غلبہ

جب زندگی میں ادب آتا ہے اور پھر اس میں ترقّی ہوتی ہے تو ادب کا غلبہ ہوتا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم استنجاء کے لئے جاتے تھے تو سینے کو خوب جھکا کر بیٹھتے تھے۔[۱] یہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب تھا، انہیں اللہ تعالیٰ سے حیا آتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ستر کھلے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے ایک مسترشد مولانا ایوب کھولوڈیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ حضرت پر اللہ تعالیٰ کے ادب کا ایسا غلبہ تھا کہ سر سے ٹوپی نہیں اُتار سکتے تھے، تنہائی میں بھی صرف ضرورت کے موقع پر اُتارتے تھے، مثال کے طور پر جب احرام میں ہوتے تھے، جب بال کٹوانا ہوتا تھا یا غسل کرنا ہوتا تھا وغیرہ، ورنہ سوتے بھی تھے ٹوپی پہن کر، فرماتے تھے کہ سر ننگا کرتے ہوئے حیا آتی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ اتنا ادب ضروری نہیں ہے لیکن ادب میں ترقّی کرتے کرتے آدمی کہاں تک پہنچ جاتا ہے، تو جس کی یہ کیفیت ہو جائے کہ چونکہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، میں سر سے ٹوپی کیسے اُتاروں؟ ایسا شخص گناہ کیسے کر سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیسے کر سکے

---

[۱] تفسیر الطبري: ۳۲۰/۱۲

گا؟ بلکہ کسی مکروہ عمل کو بھی کیسے کر سکے گا؟

اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سب سے زیادہ حسین عمل کون کرتا ہے

تو میرے بھائیو! آج یہ نیت کرلو کہ ان شاء اللہ ہم اپنے اعمال کو حسین بنائیں گے، ایک تو زنا ہے، شراب ہے، گالی ہے، غیبت ہے، یہ تو قبیح اور بُرے اعمال ہیں، گندے اعمال ہیں، اس قسم کے گندے اعمال سے ہمیں ہر حال میں دور رہنا چاہیے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ صرف حسین اعمال کو دیکھنا چاہتے ہیں؛ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اس میں اللہ تعالیٰ پھر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سب سے زیادہ حسین عمل کس کا ہے، اور عمل کو سب سے زیادہ حسین بنانے کے لئے دو کام کرنے ہیں؛ ایک تو دل کا تزکیہ کر کے اخلاص پیدا کرنا ہے اور اس کے بعد اس کو بڑھانا ہے، اور دوسرا، سنن اور مستحبات و آداب سے عمل کو مزید آراستہ کرنا ہے۔

ادب کا نتیجہ سعادت اور بے ادبی کا نتیجہ شقاوت

علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کی زندگی ادب سے آراستہ ہو تو یہ اس کی سعادت اور فلاح و کامیابی کی علامت ہے اور جس کی زندگی میں ادب کم ہو تو یہ اس کی بدبختی اور ہلاکت کی علامت ہے۔[1] مطلب یہ ہے کہ ادب سے دنیا اور آخرت کی سعادت اور کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور ادب کی کمی کی وجہ سے دونوں جہان میں ناکامی ہوگی اور محرومی سے دو چار ہونا پڑے گا، علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کی مثالیں بھی دی ہیں، فرماتے ہیں کہ غور کیجئے کہ ایک شخص کو والدین کے ساتھ ادب نے غار کی ہلاکت سے کیسے بچا لیا؟ اور ماں کے حق میں

---

[1] مدارج السالکین: ۲۳۶۸/۳

ادب کی کوتاہی نے ایک عابد کو کس طرح آزمائش میں مبتلا کر دیا؟[1] علامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے جن دو واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ان میں سے پہلا واقعہ حدیثُ الغار سے مشہور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو بکریوں کو چرانے کے بعد رات کو تاخیر سے گھر پہنچا، ماں باپ انتظار کر کے سو چکے تھے، اس نے ان کے جاگنے کا انتظار کیا اور اپنی عادت کے مطابق پہلے انہیں دودھ پلایا اور پھر اس کے بعد بیوی بچوں کو، یہ اس کا ادب تھا اپنے ماں باپ کے لئے۔

ہمارے گھریلو حالات

آج ہمارے گھروں میں ترتیب بدل گئی ہے، پہلے بیوی بچّے اور پھر ماں باپ، اور بیویوں کا حال بھی عجیب ہے، وہ اپنے ماں باپ سے محبت کریں اور ان کو مقدّم رکھیں تو یہ ان کا حق ہے، لیکن اگر شوہر ایسا کرے تو ان کو ناراضگی ہوتی ہے، تقریباً ہر بیوی کی یہ چاہت رہتی ہے کہ شوہر ہر معاملے میں انہیں ترجیح دے حتّٰی کہ ماں کے اوپر بھی، اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اختلاف کی صورت میں بھی شوہر میری طرف داری کرے چاہے ماں حق پر کیوں نہ ہو، اور اس سلسلے میں وہ بار بار اپنے شوہر کا امتحان بھی لیتی رہتی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں ساس سے لڑ پڑتی ہے صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ شوہر کس کی طرف داری کرتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو خواہ مخواہ بڑا بنا دیتی ہے کہ تمہاری ماں نے آج میرے ساتھ ایسا کیا اور ایسا کیا، اور شوہر بھی ماشاء اللہ جورو (بیوی) کا غلام ہے، اپنی بیوی کی حمایت میں ماں سے لڑ پڑتا ہے۔

---

[1] مدارج السالکین: ۲۳۶۸/۳

اُمّتِ مسلمہ کے مسائل کا واحد حل

میرے بھائیو! کس کس چیز کا رونا روئیں؟ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ کے دین کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کو چھوڑنے کی وجہ سے ہمارے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں، مسلمان چیخ رہے ہیں، چلّا رہے ہیں، مگر حالات کے بہتر ہونے کی دور دور تک کوئی امید نظر نہیں آتی، میں پہلے بھی یہ بات کئی بار کہہ چکا ہوں اور آج اسے پھر دہرا رہا ہوں کہ مسلمانوں کے مسائل نہ اقوامِ متّحدہ کے کسی ریزولیوشن سے حل ہوں گے، نہ کسی حکومت کی حمایت سے، نہ کسی احتجاج یا مظاہرے سے، نہ کسی حکومت یا عالمی ادارے کو petition (عرضی) پیش کرنے سے، اگر حل ہوں گے تو صرف ایک طریقے سے، اور وہ یہ ہے کہ اُمّت اللہ تعالیٰ کے دین پر آجائے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طریقے پر آجائے، اس کے علاوہ اُمّت کے مسائل کا دوسرا کوئی حل نہیں ہے، میرے بھائیو! چاروں طرف خطرے ہی خطرے ہیں، اگر پوری اُمّت دین پر نہیں آتی تو آپ کو اور مجھے آجانا چاہئے تاکہ کم سے کم ہم، ہماری اولاد اور ہماری نسل تو بچ جائیں۔

ادب کی طرف ہر ایک کو توجّہ کرنی چاہئے

میرے بھائیو! دسترخوان پر جب کھانے کے لئے بیٹھو تو سب سے پہلے اس کو شروع کرنے دو جو سب سے بڑا ہے، یہ کھانے کا ادب ہے، ہم لوگ ادب کے معاملے میں اتنے کوتاہ ہوگئے کہ ہم پانچ منٹ بھی صبر نہیں کرسکتے، اس سلسلے میں خواص کا حال بھی قابلِ رحم ہے، جلسوں سے فراغت پر خصوصی مہمان جب دسترخوان پر پہنچتے ہیں تو اس وقت تک کئی حضرات تو کھانے سے فارغ بھی ہوچکے ہوتے ہیں،

ہم پندرہ (١٥) بیس (٢٠) منٹ انتظار نہیں کر سکتے، جب خواص کا یہ حال ہے تو پھر عوام کا تو کیا پوچھنا؟ میرے بھائیو! مجھے آج گلے میں تکلیف ہے، اس کے باوجود میں دل کی گہرائی سے آپ حضرات کے سامنے ادب کی اہمیت کو بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، ادب کے موضوع پر اس وقت جو باتیں ہو رہی ہیں، یہ ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ، اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کر کے قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

ادب کی برکت

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ چرواہا بکریوں کو چرا کر گھر پہنچا، لیکن چونکہ تاخیر ہوئی تھی اس لئے ماں باپ سو چکے تھے، اس نے یہ فیصلہ کیا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ماں باپ اور اس کے بعد بیوی بچّے، اس کے اس ادب نے اسے ہلاکت سے بچا لیا، ایک مرتبہ سفر کے دوران اس نے ایک غار میں پناہ لی، اوپر سے چٹان لڑھکی اور غار کے منہ کو بند کر دیا، اس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! میرا ایک عمل ہے جو صرف تجھے راضی کرنے کے لئے کیا تھا، میں نے ایک رات ماں باپ کا ادب کیا تھا، اے اللہ! اگر وہ عمل تیری بارگاہ میں مقبول ہوا ہے تو اس چٹان کو ہٹا دے! اللہ تعالیٰ نے اس عمل کے وسیلے سے کی گئی دعا کو قبول کر لیا اور اس کے لئے نکلنے کا راستہ کھولا۔[1]

بے ادبی کا نتیجہ

علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے بے ادبی کی مثال کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، یہ

---

[1] صحیح البخاري، کتاب بدء الخلق، باب حدیث الغار، ح(٣٤٦٣)

واقعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے ایک پہاڑی پر ایک گرجہ بنایا تھا جس میں وہ رات دن عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک دن اس کی ماں نے اسے پکارا کہ جُریج! وہ نماز میں تھا، دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز، کیا کروں؟ نفل نماز تھی، توڑ دینا چاہئے تھا اس لئے کہ ماں بلا رہی تھی، مگر اس نے نماز کو جاری رکھا اور ماں کو جواب نہیں دیا، سوچا کہ نماز سے فارغ ہو کر جواب دوں گا، تاخیر کردی جس کی وجہ سے ماں کو تھوڑی تکلیف ہوئی، روایتوں کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اس پر بدکاری کا الزام لگا، اس کو کھینچ کر گرجے سے نکالا گیا، نوچا گیا، مارا گیا اور گرجے کو بھی گرادیا گیا، چونکہ وہ پاک دامن تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت آئی اور معاملہ ٹھیک ہوگیا مگر وقتی طور پر ابتلاء اور آزمائش ضرور پیش آئی۔[1]

ماں باپ کا ادب

میرے بھائیو! ماں باپ کا ادب بھی کرو اور ان کی خدمت بھی کرو، ادب بھی اعلیٰ درجے کا کرو، دسترخوان پر ان سے پہلے کھانا مت شروع کرو، ابّا یا امّی کے ساتھ گھر سے نکل رہے ہیں یا گھر میں داخل ہو رہے ہیں تو ہمیشہ ان کو آگے کرو، گاڑی میں پہلے ان کو بٹھاؤ پھر تم بیٹھو، اگر وہ شفقت ومحبت کی وجہ سے ہمیں آگے کریں تب بھی ہمیں آگے نہیں بڑھنا چاہئے، ان کی شفقت پر ہمارا ادب غالب رہنا چاہئے، ان کے دلوں میں ہمارے لئے جتنی محبت ہے اس سے بھی زیادہ ہمارے دلوں میں ان کی عظمت ہونی چاہئے، یاد رکھو! یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ابّا خدمت کریں اور

---

[1] صحيح البخاري،أبواب العمل في الصلاة، باب إذا دعت الأم ولدها،ح(۱۲۱۴)

بیٹا یا بیٹی خدمت لے، امّی خدمت کریں اور بیٹی یا بیٹا خدمت لے، ہمارے اساتذہ کے ساتھ، مشائخ کے ساتھ اور ہمارے بڑوں کے ساتھ بھی ہمارا معاملہ اسی طرح ہونا چاہئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ادب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا زاد بھائی ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سواری پر سوار ہوتے ہوئے دیکھا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے عمر میں بھی بڑے تھے اور ان کے استاذ بھی تھے اس لئے آپ جلدی سے پہنچ گئے اور رِکاب کو تھام لیا تاکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس میں پاؤں رکھنے میں تکلیف نہ ہو، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا زاد بھائی! آپ رہنے دیجئے! حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں ارشاد فرمایا:

هٰكَذَا نَفْعَلُ بِعُلَمَائِنَا وَكُبَرَائِنَا

ہم اپنے علماء اور اکابر کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتے ہیں۔[1]

حضرت ابوعبید قاسم بن سلاّم رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

ہمارے اسلاف جب علم حاصل کرنے کے لئے اپنے اساتذہ کے پاس جاتے تھے تو دروازے پر دستک نہیں دیتے تھے کہ کہیں استاذِ محترم کو تکلیف نہ پہنچے، حضرت ابوعبید قاسم بن سلاّم رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر محدّث ہیں، وہ فرماتے ہیں:

---

[1] البداية والنهاية: ۸/ ۲۴

مَا دَقَقْتُ عَلٰی مُحَدِّثٍ بَابَهٗ قَطُّ

میں نے اپنی زندگی میں کسی بھی محدّث کے گھر جا کر اس کے دروازے کو نہیں کھٹکھٹایا۔

اس دور میں ہمارے زمانے کی طرح مدارس کا رواج نہیں تھا، طلبہ کو مسجد مسجد اور گھر گھر جا کر علم حاصل کرنا پڑتا تھا، تو ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ جب استاذ کے گھر پہنچتے تھے تو دروازے کو کھٹکھٹاتے نہیں تھے، گھر کے باہر بیٹھے رہتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں دروازہ کھٹکھٹانے سے استاذ کو تکلیف نہ پہنچے، ہوسکتا ہے وہ کسی کام میں مشغول ہوں یا آرام کر رہے ہوں اور دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ سے ان کو خلل ہو، آپ فرماتے ہیں کہ زندگی میں کبھی بھی میں نے کسی محدّث کے دروازے کو نہیں کھٹکھٹایا، بلکہ ہمیشہ انتظار کیا کہ وہ خود باہر تشریف لے آئیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾

(الحجرات:۵)

(صحابہ رضی اللہ عنہم جب آپ سے ملاقات کے لئے یا کسی اور ضرورت کے لئے آتے ہیں تو) اگر یہ حضرات (دروازہ نہ کھٹکھٹاتے اور) آپ کے (گھر سے) ان کی طرف نکلنے تک صبر کر لیتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔[1]

حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس ادب کا حکم ہوا ہے ہمیں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارثوں کے ساتھ

---

[1] تدریب الراوي: ۵۵۱/۴

وہی ادب اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور استاذ کا ادب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معاملہ تھا، آپ استاذ کے گھر جا کر دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور ان کے نکلنے کا انتظار کرتے تھے، گرمی ہے، لُو چل رہی ہے، ہوا چل رہی ہے، ریت اُڑ رہی ہے، غبار اُڑ رہا ہے، مگر آپ بیٹھے ہوئے ہیں، کب تک؟ جب تک استاذ خود گھر سے باہر نہ نکلتے، جب وہ صحابی نکلتے اور دیکھتے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی بیٹھے ہوئے ہیں تو کہتے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی! آپ یہاں کیوں تشریف لائے؟ آپ پیغام بھیج دیتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ نہیں، میں طالبِ علم ہوں اس لئے زیادہ حق میرے ذمّے ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضری دوں۔[۱] اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے ادب کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

جدید تعلیم یافتہ حضرات سے میری درخواست

ہمیں بھی ادب اختیار کرنے کی ضرورت ہے، ادب کو ہرگز معمولی نہیں سمجھنا چاہئے، میرے جو جدید تعلیم یافتہ دوست بیٹھے ہوئے ہیں جو یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں، جن کو مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا ہے، ان سے بھی میری درخواست ہے کہ ادب کو معمولی مت سمجھو، اپنی زندگیوں کو آداب سے آراستہ کرو، ماں باپ، اساتذہ اور بڑوں کا ادب کرو۔

---

[۱] المستدرك للحاكم، ح(۶۳۰۳)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث کا ادب

معن بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو غسل فرماتے، بخور استعمال کرتے، اس سے اپنے کپڑوں کو خوشبودار کرتے اور بدن اور کپڑوں پر عطر لگاتے، اگر دورانِ درس کسی کی آواز بلند ہوتی تو فرماتے:

أُغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

اپنی آواز کو پست کیجئے۔

فَمَنْ رَفَعَ صَوْتَهٗ عِنْدَ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّمَا رَفَعَ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پس جو شخص اپنی آواز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر بلند کرتا ہے گویا اس نے اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند کی۔[1]

مطلب یہ ہے کہ جو حدیثیں پڑھی جارہی ہیں ان پر تمہاری آواز بلند نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

(الحجرات:۲)

اے ایمان والو! نبی کی آواز پر تم اپنی آواز کو بلند مت کرو۔

---

[1] المنتظم في تاريخ الملوك والأمم:۹/۴۳

جس طرح حیاتِ نبوی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا بے ادبی ہے اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو پڑھا جارہا ہو اُس وقت آواز کو بلند کرنا خلافِ ادب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

میرے بھائیو! ادب کی بڑی اہمیت ہے، جب ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ کر اجازت طلب کرتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ خدمت کرنے والوں سے فرماتے کہ میرے لئے خوشبو لے آؤ تا کہ میں اپنے ہاتھ پر لگاؤں اس لئے کہ ثابت ملاقات کے وقت میرے ہاتھ کو چومے بغیر راضی نہیں ہوں گے، وہ کہیں گے کہ اس ہاتھ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو مَس کیا ہے۔[1] یعنی ثابت کی یہ چاہت رہتی ہے کہ جس ہاتھ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو مَس کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اس کو چوما جائے، یہ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ادب تھا، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ادب یہ تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں اس درجہ کا ادب رکھنے والا شخص جب میرے ہاتھ کو چومنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ہاتھ کو خوشبو سے معطّر کرنا چاہئے، میرے بھائیو! یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم نے ادب کو معمولی درجہ دے دیا اور ہم بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ ادب کی کیا ضرورت ہے؟

احادیثِ شریفہ کا احترام

ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدّث گزرے ہیں، وہ نابینا تھے، خلیفہ ہارون رشید کے پاس ان کا آنا جانا رہتا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ہارون رشید کے دربار

---

[1] البداية والنهاية: ۱۰/۶۹۹

میں تھا کہ کھانا پیش کیا گیا، کھانے سے فارغ ہونے پر میں اپنے ہاتھ دھونے کے لئے اُٹھا، خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ ابومعاویہ! کیا تمہیں پتا بھی ہے کہ تمہارے ہاتھ کون دُھلا رہا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ ہارون رشید نے کہا کہ آپ کا سینہ علمِ نبوّت سے معمور ہے اس لئے اس کے احترام میں میں خود آپ کے ہاتھ دُھلا رہا ہوں۔[1] اللہ اکبر! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اور ان کے بعد والوں کے دلوں میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات کا بھی اعلیٰ درجے کا احترام تھا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے الفاظ کا بھی اعلیٰ درجے کا احترام تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ادب

حضرت عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندے کی حیثیت سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں پہنچے، ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، جب واپس ہوئے تو انہوں نے قریش سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس سفیر بن کر گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے ہر جگہ تعظیم دیکھی ہے، لیکن اللہ کی قسم! میں نے اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی جتنی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا اتنی تعظیم کرتے ہوئے میں نے کسی بھی بادشاہ کے اصحاب کو نہیں دیکھا۔ اس کے بعد اس ادب اور تعظیم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم! جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو تھوکنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ان کے لعاب کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، ہتھیلیوں کو سامنے کر دیتے ہیں اور لعاب کو اپنے بدن اور چہروں پر مل

---

[1] البدایۃ والنہایۃ: ۱۰/ ۴۹۹

لیتے ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب انہیں کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو ان کی چاہت کو پورا کرنے کے لئے ان کے اصحاب ٹوٹ پڑتے ہیں، جب وہ وضوء کرتے ہیں تو ان کے بدن سے گرنے والے پانی کو حاصل کرنے کے لئے اس طرح لپکتے ہیں کہ دیکھنے والے کو ایسا لگتا ہے کہ یہ ابھی لڑ پڑیں گے، جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گفتگو کرتے ہیں تو صحابہ اپنی آواز کو پست کر لیتے ہیں، اور ادب اور تعظیم کی وجہ سے ٹکٹکی باندھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں دیکھتے۔[1]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اس طرح بے حس و حرکت بیٹھتے تھے کہ ایسا لگتا تھا:

كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرُ[2]

گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

پرندے کسی ایسی چیز پر ہی بیٹھتے ہیں جو بے حس و حرکت ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ادب و تعظیم کی وجہ سے پورے سکون و وقار کے ساتھ بے حس و حرکت ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ درجے کا ادب

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں، عمر میں زیادہ تفاوت نہیں تھا، آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین سال بڑے تھے، ایک شخص نے ایک مرتبہ ان سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ عمر کے لحاظ سے وہ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؟ اس

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد، ح(۲۷۳۱)

[2] مسند أحمد، ح(۱۸۴۵۴)

نے پوچھا:

أَيُّكُمَا أَكْبَرُ أَنْتَ أَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

عمر میں کون بڑا ہے؟ آپ یا نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم؟

جواب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هُوَ أَكْبَرُ مِنِّيْ وَأَنَا وُلِدْتُّ قَبْلَهٗ

بڑے تو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں، البتہ میری پیدائش آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پہلے ہوئی ہے۔[1]

عربی جاننے والے سمجھتے ہیں کہ جواب میں اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں بڑا ہوں، تب بھی کوئی حرج نہیں تھا، لیکن ادب اس قدر تھا کہ فرمایا کہ بڑے تو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں، البتہ میری عمر آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عمر سے کچھ زیادہ ہے۔

حضرت قَباث بن اَشْیَم رضی اللہ عنہ کا ادب

اسی طرح کا واقعہ ایک دوسرے صحابی حضرت قَباث بن اَشْیَم رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا، عبدالملک بن مروان نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ عمر میں آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنِّيْ وَأَنَا أَسَنُّ مِنْهُ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی مجھ سے بڑے ہیں، میں تو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے صرف عمر میں بڑا ہوں۔[2]

---

[1] المستدرك للحاكم، ح(۵۳۹۸)

[2] الإستيعاب: ۳/۲۶۳

میرے بھائیو! سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے ان بڑوں کی زندگیوں میں ادب کس قدر تھا! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ادب نصیب فرمائیں۔(آمین)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب دیکھئے! اللہ تعالیٰ شانُہ کا تعارف کراتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ﴾ (الشعراء:۷۸۔۸۰)

(اللہ ربّ العالمین) وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہ میری رہنمائی کرتا ہے، اور (اللہ) وہ ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتلایا کہ پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں، ہدایت دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، کھلانے والے اللہ تعالیٰ ہیں، پلانے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، مگر جب بیماری کی بات آئی تو یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیمار کرنے والے ہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ جب میں بیمار ہوجاتا ہوں، اب سوال یہ ہے کہ کیا بیماری دینے والے اللہ تعالیٰ نہیں ہیں؟ کیوں نہیں، بیماری دینے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مگر چونکہ پیدا کرنا ایک اچھا کام ہے اس لئے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا، ہدایت دینا بھی اچھا کام ہے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی، اسی طرح کھلانا، پلانا اور شفا دینا یہ سارے اچھے کام ہیں اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھلایا، پلایا اور شفا دی، اور بیماری دینا بھی اللہ

تعالیٰ ہی کا کام ہے، لیکن چونکہ وہ بظاہر معیوب سمجھا جاتا ہے اس لئے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا وَإِذَا مَرِضْتُ (جب میں بیمار ہو جاتا ہوں)، حالانکہ آپ خوب جانتے تھے کہ بیمار بھی اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں، یہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب تھا۔[۱]

حضرت ایوب علیہ السلام کا ادب

حضرت ایوب علیہ السلام کی مناجات کو دیکھئے! آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی:

﴿رَبِّ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ﴾

اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

یہ نہیں کہا کہ آپ نے مجھے امتحان میں ڈالا ہے، آپ نے مجھے بیمار کیا ہے، نہیں، بلکہ عرض کیا:

﴿رَبِّ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ﴾ (الانبیاء: ۸۳)

اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

یہ ایوب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب تھا، پہلے ایوب علیہ السلام کی حالت بہت اچھی تھی، بہت سارے کھیت اور باغات تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آئی، سب کچھ ویران ہو گیا، ہزاروں گھوڑے، ہزاروں اونٹ، ہزاروں بکریاں، سب برباد ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے خوبصورت اولاد دی تھیں، سب کا انتقال ہو گیا، آپ خالی

---

[۱] مدارج السالکین: ۲۳۴۸/۳

ہاتھ ہو گئے اور خود بیماری میں مبتلا، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا مگر آپ نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، بلکہ عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

آگے دوسرا ادب، چونکہ آپ کو یہ پتا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت کیا ہے اس لئے یہ نہیں کہا کہ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِيْ، اے اللہ! میرے اوپر رحم فرما، اَللّٰھُمَّ اشْفِنِيْ، اے اللہ! مجھے شفا دے، اَللّٰھُمَّ عَافِنِيْ، اے اللہ! مجھے عافیت نصیب فرما، نہیں، بلکہ عرض کیا:

﴿رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ (الانبیاء: ۸۳)

اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

بس اتنا عرض کر کے خاموش ہو گئے، یہ ادب تھا۔[۱] اس صبر اور ادب کے بدلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب نوازا، اللہ جلَّ جلالہٗ وعمَّ نوالہٗ نے گواہی دی کہ میرا پیغمبر ایوب صابر ہے، عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے اور میری طرف رجوع کرنے والا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ (صٓ: ۴۴)

بیشک ہم نے ایوب کو صبر کرنے والا پایا، وہ بہت اچھا بندہ ہے، بیشک وہ رجوع کرنے والا (بندہ) ہے۔

---

[۱] مدارج السالکین: ۲۳۴۹/۳

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب دیکھئے! آپ قیامت کے دن اپنی اُمّت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (المآئدۃ:۱۱۸)

اگر آپ انہیں سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف کردیں گے تو بیشک آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔

اے اللہ اگر آپ انہیں سزا دیں تو یہ آپ کا حق ہے اس لئے کہ آپ آقا ہیں اور یہ سب آپ کے بندے ہیں، اور مالک کو پورا حق ہے کہ بندوں کو ان کی نافرمانیوں پر سزا دے، لیکن اگر آپ انہیں معاف کردیں تو آپ اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ عرض نہیں کریں گے کہ لَا تُعَذِّبْهُمْ، ان کو سزا مت دیجئے، نہیں، بلکہ ادب کی پوری رعایت کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ اگر آپ انہیں بخش دیں تو آپ کو اس پر قدرت ہے اس لئے کہ آپ عزیز (زبردست) ہیں اور آپ کا یہ فیصلہ بھی حکمت پر مبنی ہوگا اس لئے کہ آپ حکیم (حکمت والے) بھی ہیں۔[1]

---

[1] مدارج السالکین: ۳/۲۳۴۴

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور علم کی حرص

ہمارے اسلاف بالعموم حریص فی العلم تھے، ہمارے زمانے میں بھی ایسے علماء ہیں لیکن بہت کم، متقدّمین کے یہاں ایسے علماء کی کثرت تھی، وہ ایسے حریص تھے کہ اگر ان کو پتا چل جاتا کہ فلاں جگہ کوئی بڑے عالم رہتے ہیں تو ان کے پاس جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کرتے تاکہ علم حاصل کر سکیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان مقدّس ہستیوں میں سے ہیں جنہیں قرآن کا ایک بہت بڑا حصّہ براہِ راست اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا ہے، لیکن علم کے اتنے حریص تھے کہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، قرآن کی ہر سورت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کہاں نازل ہوئی اور ہر آیت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی، (لیکن اس کے باوجود) اگر مجھے کسی کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ وہ کتابُ اللہ کا مجھ سے بڑا عالم ہے اور اس تک پہنچنا ممکن ہے تو اس تک ضرور پہنچتا۔[1]

دو بزرگوں کی ملاقات نہ ہونے پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا افسوس

ان حضرات کا حال یہ تھا کہ اگر وہ اپنے زمانے کے کسی بڑے عالم تک کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتے تو وہ اس پر صدمے کا اظہار کرتے رہتے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے امام تھے، اس کے باوجود لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی ذِئب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں کی ملاقات نہ ہونے پر مجھے جتنا افسوس ہے اتنا کسی اور کی ملاقات نہ ہونے پر افسوس نہیں ہے۔[2] وہ اس

---

[1] الآداب الشرعية لابن مفلح المقدسي: ۲۰۷/۴

[2] تاريخ الإسلام: ۲۰۶/۴

لئے تھا کہ یہ دونوں بڑے جلیل القدر علماء تھے اور ان کے دور میں رہتے ہوئے بھی آپ ان کے پاس جا کر ان سے استفادہ نہ کر سکے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت

عرض یہ کر رہا تھا کہ ہمارے اسلاف کی رگ رگ میں علم کی حرص تھی، لیکن اس حرص کے باوجود حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے سامنے ایسے شخص کا ذکر کیا جائے جسے علم الاوّلین والآخرین یعنی اگلوں کا اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہو (لیکن وہ ادب سے محروم رہا ہو) تو اس کی ملاقات نہ ہونے پر مجھے افسوس نہیں ہوگا، لیکن اگر مجھے ایسے شخص کے بارے میں اطّلاع ملے جس کے پاس ادب ہے (چاہے علم بہت اعلیٰ درجے کا نہ ہو) تو مجھے اس سے ملنے کی تمنّا بھی ہوگی اور اس سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس بھی ہوگا۔[1]

ادب کی ضوء سے روشن زندگی ہے

ادب کی ضوء سے روشن زندگی ہے
ادب گل ہے تو گلشن زندگی ہے

ضوء روشنی کو کہتے ہیں، شاعر کہہ رہا ہے کہ ادب کی روشنی سے ہماری زندگی روشن رہے گی، جتنا زیادہ ادب اتنی ہی زیادہ روشنی، اور ادب کو اگر گُل یعنی پھول قرار دیا جائے تو جس کی زندگی ادب سے آراستہ ہوگی وہ گلشن کے مانند ہوگی، زندگی میں آداب جتنے زیادہ ہوں گے زندگی کے گلشن میں اُتنے ہی زیادہ پھول کِھلیں گے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب فضائل القرآن، باب القرّاء من أصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، ح(۵۰۰۲)

حقیقی خوبصورتی

میرے بھائیو! اصل خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی ہے، ایک عربی شاعر نے کہا ہے:

لَيْسَ الْجَمَالُ بِأَثْوَابٍ تُزَيِّنُنَا
بَلِ الْجَمَالُ جَمَالُ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ

کامل خوبصورتی ان کپڑوں سے حاصل نہیں ہوتی جو ہمیں آراستہ کرتے ہیں،
بلکہ اصل خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی ہے۔

لَيْسَ الْيَتِيْمُ الَّذِيْ قَدْ مَاتَ وَالِدُهٗ
بَلِ الْيَتِيْمُ يَتِيْمُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ

اور حقیقی یتیم وہ بچّہ نہیں ہے جس کے والد کا انتقال ہو گیا ہے،
بلکہ حقیقی یتیم وہ ہے جو علم وادب سے محروم رہ گیا ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادب اور منصبِ امامت

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بچپن کے دوست تھے مگر ادب اس قدر تھا کہ عقل حیران! اللہ اکبر! سیرت آپ کے ادب کے واقعات سے بھری پڑی ہے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک کام کی غرض سے قباء تشریف لے گئے، آنے میں تاخیر ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما کر گئے تھے کہ اگر مجھے آنے میں تاخیر ہو جائے تو امامت کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دیجئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع فرما دی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب تشریف لائے تو صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف

میں پہنچ گئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جب احساس ہوا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا چکے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ ادب کے خلاف ہے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطّلاع کرنا چاہا، مگران کو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نماز کے دوران اطّلاع کیسے کی جائے، انہوں نے اپنے طور پر سوچا کہ اگر ہم ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر آواز پیدا کریں تو نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو احساس بھی ہو جائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تالیوں کی آواز سنی تو انہیں احساس ہوا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا چکے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً پیچھے ہٹنا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہو، اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

نماز سے فراغت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بتلایا کہ اگر امام کو کسی چیز کی طرف متوجّہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' کہنا چاہیے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجّہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہو، اس کے باوجود تم پیچھے کیوں ہٹ گئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوقحافہ کے بیٹے کی اتنی اوقات کہاں کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے کھڑا رہے اور نماز پڑھائے۔[1]

---

[1] صحيح البخاري، أبواب السهو، باب الإشارة في الصلاة، ح(١٢٣٤)، سنن النسائي، كتاب الإمامة، باب استخلاف الإمام إذا غاب، ح(٨٠٥)

علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے مدارجُ السالکین میں اس واقعے کو ذکر کرکے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے انہیں نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے انتقال کے بعد آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قائم مقام بنایا اور اُمّت کی امامت کا منصب عطا فرمایا۔[1]

میرے بھائیو! ادب کے نتیجے میں بہت کچھ ملتا ہے۔

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

ادب ہوگا تو نصیبہ کھلے گا اور بے ادبی ہوگی تو نصیبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔

میرے بھائیو! ہمیں اللہ تعالیٰ کا بھی ادب کرنا ہے، اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بھی ادب کرنا ہے اور اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کا ادب کرنا ہے، اسی طرح ماں باپ کا، علماء کا، بڑوں کا، مسجد کا، غرض ہر محترم چیز کا ادب کرنا ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہشام بن عبدالملک بن مروان سے کعبہ میں ملاقات ہوئی، ہشام اس وقت خلیفہ یا گورنر تھا، اس نے عرض کیا کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کو چھوڑ کر مخلوق سے کچھ مانگوں۔ اللہ اکبر! یہ ہے ادب میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے گھر میں ادبِ الٰہی یہی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کے سامنے

---

[1] مدارج السالکین: ۳/۲۳۶۹

اپنی حاجت نہ بیان کی جائے، اللہ تعالیٰ کا اس درجے کا ادب دل کا تزکیہ ہوجانے کے بعد نصیب ہوتا ہے، جب دل گندگیوں سے پاک ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت اور عظمت کا مرکز بنے گا تب ہمارا ذہن بھی ایسی چیزوں کی طرف متوجّہ ہوگا، اس قصّے کا یہی حصّہ مقصود تھا لیکن آگے والا حصّہ بھی فائدے سے بھرپور ہے اس لئے اسے بھی عرض کردوں، یہ بات سن کر ہشام خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کعبہ سے نکل گئے تو ہشام بھی آپ کے پیچھے پیچھے نکلا اور باہر نکل کر کہا کہ اب تو آپ کعبہ سے باہر آ گئے ہیں، اب اپنی ضرورت بتلائیں۔ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! دنیا تو میں نے آج تک اس کے خالق و مالک سے بھی نہیں مانگی ہے تو اس سے کیسے مانگوں جو اس کا مالک بھی نہیں ہے؟[1]

میرے بھائیو! یہ وہ لوگ ہیں جن کے واقعات سے تیرہ سو (۱۳۰۰) چودہ سو (۱۴۰۰) سال بعد بھی ہمارے ایمان کو تازگی ملتی ہے، اور یہ واقعات ہمارے لئے صراطِ مستقیم پر چلنے میں معین و مددگار ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے واقعات اور ارشادات ہمارے لئے سہارا نہ ہوتے تو شاید ہم پھسل چکے ہوتے۔

علماء اور حفّاظ کا ادب

میرے بھائیو! ہمیں اپنی زندگی میں ادب لانے کی ضرورت ہے؛ اللہ تعالیٰ کا ادب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب، حدیثوں کا ادب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس علم کو لے کر آئے اس کا ادب، عزیزو! ہم ایک حافظِ قرآن کا اسی لئے ادب کرتے ہیں کہ اس کے سینے میں اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، ہم علماء کا بھی اسی لئے

---

[1] تاریخ الإسلام: ۵/ ۵۱

ادب کرتے ہیں کہ ان کے سینوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، ایک ورق جس پر سورۂ فاتحہ لکھی ہوئی ہو، اگر وہ گندا ہو جائے تو کیا وہ قابلِ احترام نہیں رہتا؟ کیوں نہیں؟ وہ اس حالت میں بھی قابلِ احترام رہتا ہے اس لئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام لکھا ہوا ہے، ٹھیک اسی طرح اگر کسی عالم کو بدعملی میں مبتلا دیکھو تب بھی اس کے علم کی وجہ سے اس کا احترام کرو، اس کی بُرائی کر کے ہمیں اپنی زبانیں گندی نہیں کرنی چاہیئے، ان شاء اللہ ایسا کرو گے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت کچھ ملے گا، گھر میں علم آئے گا، آپ کی اولاد بلکہ نسلوں میں حفّاظ، علماء اور اولیاء پیدا ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق نصیب کریں۔ (آمین)

حرمین شریفین کا ادب

آج کل لوگ حرمین شریفین کا بھی جیسا ادب کرنا چاہیئے نہیں کرتے، وہاں گناہ تک میں مبتلا ہوتے ہیں، بدنظری کرتے ہیں، حرم شریف اور مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر غیبت کرتے ہیں، سیاست کی باتیں کرتے ہیں، دنیا کی باتیں کرتے ہیں، دوستوں سے ملنے جلنے میں اوقات گزارتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہم حرمین شریفین اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر جاتے ہیں یا دوستوں سے ملنے کے لئے؟ اپنی پوری توجّہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رکھنی چاہیئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لینے کے بجائے دینے پڑ جائیں، مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی دونوں میں موبائل کا استعمال بالکل نہیں ہونا چاہیئے، جب موبائل کا زمانہ نہیں تھا تب اس کے بغیر کام چلتا تھا کہ نہیں؟ آج بھی چلے گا۔

میں الحمد للہ حرم شریف میں اور مسجدِ نبوی میں فون کا استعمال نہیں کرتا، کبھی کبھار

کوئی فوری ضرورت پیش آجاتی ہے تو میں مولانا احمد صاحب سے کہتا ہوں اوران کی عادت یہ ہے کہ کبھی بھی حرم شریف یا مسجدِ نبوی کے اندر سے فون نہیں کرتے، آپ جانتے ہیں کہ حرم شریف بہت بڑا ہے، اس کے باوجود یہ حرم شریف سے باہر جا کر فون کرتے ہیں، ہمارے ایک عزیز ہیں جو ریاض میں رہتے ہیں، انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب سے حرمین شریفین میں موبائل سے پرہیز کرنے کے بارے میں بات سنی ہے، اُس وقت سے میں نے یہ اصول بنالیا ہے کہ اپنا موبائل ہوٹل پر ہی چھوڑ جاتا ہوں، اپنے ساتھ لے ہی نہیں جاتا۔ اس کے باوجود ان کا کام چل رہا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے بہت فائدے دیکھے۔ شیطان ہمیں طرح طرح کے بہانے سکھلاتا ہے اور خیر و برکت سے محروم کرتا ہے، موبائل میں مشغولی کی وجہ سے ہماری توجّہ اللہ تعالیٰ سے ہٹ جاتی ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ جاتی ہے، ہماری خود کی توجّہ بھی ہٹتی ہے اور دوسروں کی توجّہ ہٹنے کا بھی ہم سبب بنتے ہیں۔

روضۂ مبارکہ کا ادب

ہمارا اہلِ سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔[1] جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پیش کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔[2] اسی لئے اہلِ سنّت والجماعت کے علماء فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپ کی جس طرح تکریم اور تعظیم ضروری تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اتنی ہی تعظیم

---

[1] المهنّد على المفنّد، ص: ۴۸

[2] سنن أبي داؤد، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ح(۲۰۴۳)، شعب الإيمان، باب تعظيم النبي وإجلاله، ح(۱۴۸۱)

اور اتنی ہی تکریم ضروری ہے۔[1] ہم لوگ یوں ہی ایک طرف سے دوسری طرف اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ پڑھتے ہوئے گزر جاتے ہیں، ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم اللہ کے سب سے زیادہ محبوب نبی، سیّدُ الانبیاء والمرسلین محمدٌ رّسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ سے گزر رہے ہیں، اس دربار میں حاضری دینے والے کو تو سراپا ادب بن جانا چاہیے۔

اس بارگاہ میں حاضری دینے والے کی سب سے بڑی عبادت ہی ادب ہے، دل محبت اور عظمت سے سرشار ہو، نگاہیں نیچی رہیں، پورا جسم سراپا ادب ہو، اِدھر اُدھر توجّہ نہ ہو، کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ ہو، آواز بلند نہ ہو، یہ اس دربارِ عالی کے تقاضے ہیں، لیکن حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مقدّس جگہ پر بھی لوگ بے ادبی سے پیش آتے ہیں، عورتیں کس طرح دوڑتی ہوئیں، چیختی چلّاتی ہوئیں روضۂ اقدس کی طرف جاتی ہیں؟ مرد حضرات بھی ریاض الجنّۃ میں جگہ پانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وفاتِ نبوی کے بعد بھی آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے ادب واحترام

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اعلیٰ درجے کی عظمت تھی اس لئے وہ وفاتِ نبوی کے بعد بھی ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اپنے حجرے میں ہوتی تھیں اور اڑوس پڑوس کے کسی گھر سے میخ کے ٹھوکے جانے کی آواز آتی تھی تو پیغام بھیجتی تھیں کہ اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو تکلیف مت پہنچاؤ۔[2] حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ ایک بڑھئی کو اپنے

---

[1] الشفا، ص: ۵۱۹

[2] وفاء الوفاء: ۴/ ۵۷۹

مکان کے دروازے کو بنانے کے لئے بلایا تو اسے مسجدِ نبوی سے دور جا کر اس کام کو انجام دینے کے لئے فرمایا تاکہ ٹھوک ٹھاک کی آواز اللہ کے نبی ﷺ تک نہ پہنچے۔[1] یہ تھا ادب اور احترام۔

صلوٰۃ وسلام اور ادب

ہمیں بھی صلوٰۃ وسلام کے لئے ادب کے ساتھ جانا چاہئے، نگاہیں نیچی ہوں، زبان پر استغفار ہو، یہ استحضار ہو کہ میں گندا ہوں اور اللہ کے نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دینے جا رہا ہوں، استغفار کرتے کرتے جاؤں تاکہ میرے گناہ معاف ہو جائیں، ساتھ ساتھ درود شریف بھی پڑھتا رہے تاکہ بارگاہِ عالی میں پہنچنے سے پہلے ہی صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پہنچنا شروع ہو جائے اور آپ کی نظرِ کرم پوری توجّہ کے ساتھ نصیب ہو، دل میں امید اور خوف دونوں ہوں اور نگاہیں نیچی رکھ کر محبت وعظمت اور کمالِ ادب کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں عرض کرے اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه، اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه، اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه، اس کے بعد فارغ ہو کر پورے ادب کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو، اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے آپ کو عمل کی بہت زیادہ توفیق عطا فرمائیں۔(آمین)

دُکھ کی بات

یہ دُکھ کی بات ہے کہ ادب سے اُمّت بہت دور ہوتی چلی جا رہی ہے، جب ادب زندگی سے نکلتا ہے تو پھر سنّت نکلتی ہے، اس کے بعد واجب اور پھر فرض نکلتا

---

[1] وفاء الوفاء: ۴/ ۵۷۹

ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اُمّت کے بہت بڑے طبقے میں سے آہستہ آہستہ یہ چیزیں نکل گئی ہیں، اسی وجہ سے مسلمانوں پر مصیبتیں بڑھتی چلی جارہی ہیں، یہاں ہمارا جمع ہونے کا مقصد یہی ہے کہ ہماری زندگیوں میں فرائض اور واجبات آجائیں، اور فرائض و واجبات کو لانے کے لئے سنتوں کو لانا پڑے گا اور سنتوں کو لانے کے لئے مستحبات اور آداب کو لانا پڑے گا، اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

باادب اور بے ادب میں فرق

ادب ہی سے انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ باادب اور بے ادب میں کیا فرق ہے؟ اس نے کہا کہ اتنا ہی فرق ہے جتنا حیوانِ ناطِق اور حیوانِ غیر ناطِق میں۔[1] یعنی جتنا انسان میں اور جانور میں فرق ہے اتنا ہی باادب اور بے ادب میں فرق ہے، حضراتِ انبیاء علیہم السلام، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف کی زندگیاں ادب سے بھرپور تھیں، ہمیں بھی باادب بننے کا عزم کرکے ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے تاکہ ہمیں بھی دونوں جہان میں سرخروئی نصیب ہو، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری زندگیوں کو آداب سے آراستہ فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[1] المستطرف من كلّ فنّ مستظرف، ص:۳۰

ماٴخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۵	سنن النسائي	الإمام النسائي	دار التأصيل، مصر
۶	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة، بيروت
۷	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل، مصر
۸	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۹	تفسير الطبري	الإمام ابن جرير الطبري	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۰	حلية الأولياء	الإمام أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۱۱	الشفا	القاضي عياض	جائزة دبي الدولية للقرآن الكريم، دبي
۱۲	فتح المغيث	الحافظ السخاوي	دار المنهاج، رياض
۱۳	تدريب الراوي	الإمام السيوطي	دار المنهاج، رياض
۱۴	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۵	الإستيعاب	الإمام ابن عبد البر	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۶	تاريخ الإسلام	الإمام الذهبي	دار الغرب الإسلامي، تونس

۱۷	المنتظم	الإمام ابن الجوزي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۸	وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفٰی	العلاّمة نور الدين السمهودي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۹	مدارج السالكين	الإمام ابن القيّم الجوزية	دار الصميعي،رياض
۲۰	الآداب الشرعية	العلاّمة ابن مفلح المقدسي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۲۱	كشف المحجوب	الشيخ أبو الحسن الهجويري	المجلس الأعلٰى للثقافة، القاهرة
۲۲	جلاء الخواطر	الشيخ عبد القادر الجيلاني	دار الكتب العلمية،بيروت
۲۳	المهنّد على المفنّد	الشيخ خليل أحمد السهارنفوري	دار الفتح،عمّان
۲۴	المستطرف في كلّ فنّ المستظرف	شهاب الدين أحمد بن محمد الابشيهي	دار الكتب العلمية،بيروت
۲۵	اشرف السوانح	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب	ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۲۶	تذکرۃ الشیخین	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۲۷	خطباتِ حکیم الاسلام	حضرت مولانا قاری محمد طیّب	بیت السلام، کراچی
۲۸	اغلاط الخواص والعوام	سیّد محمود حسن	کتب خانہ مظہری، کراچی

وقت کی اہم ضرورت

تفصیلات

وعظ کا نام	:	وقت کی اہم ضرورت
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ بمطابق ستمبر ۲۰۱۲ء
مقامِ وعظ	:	مسجد جامع الکریم، گلوسٹر

فہرست

وقت کی اہم ضرورت ۱۴۷
مسلمانو نہ گھبراؤ، خدا کی شان باقی ہے ۱۴۸
صحابہ رضی اللہ عنہم کا بے مثال عشق ۱۴۹
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گلدستۂ کمالات ہیں ۱۵۰
اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریقہ ۱۵۱
ہماری ذمّہ داری ۱۵۲
آپ ہیں مجھ کو جاں سے پیارے ۱۵۴
اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ۱۵۶
اپنی اصلاح کی فکر ۱۵۷
قلّت وکثرت یا فقر وغنا ذلّت وعزّت کا معیار نہیں ۱۵۸
ہر شخص کو علم بڑھانے کی فکر کرنی چاہئے ۱۵۹
دلِ دردمند کی صدا ۱۶۰
علم کی کمی کی وجہ سے ہماری زبانیں گونگی ہیں ۱۶۱
ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فخر ہے ۱۶۲
صحیح جگہ سے علم حاصل کرنا چاہئے ۱۶۳
وقت کی اہم ضرورت ۱۶۴
اُمّت کا ایک ہی کام ہے: شکوہ شکایت ۱۶۴
غیروں کے لئے بھی دعا ۱۶۵

کامیاب پروگرام کا مطلب ۱۶۶
ماٰخذ ومراجع ۱۶۸

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح تعارف کا طریقہ

میرے محترم بزرگو اور بھائیو! میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ پوری صفائی سے یہ بات آپ کے سامنے کہہ دوں کہ اللہ کے نزدیک اور دنیا والوں کے نزدیک بھی اصل چیز عمل اور زندگی ہے، اور ہمارا آپ کا یہ زبانی جمع خرچ، یہ جلسے جلوس اپنے اندر کوئی قیمت اور کوئی تاثیر اور افادیت نہیں رکھتے اور یہ کسی طرح بھی ہماری گنہگارانہ زندگی کا کفّارہ نہیں بن سکتے ، یہ بھی سراسر دھوکا ہے کہ ان طریقوں سے ہم دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح تعارف کرا سکتے ہیں، آپ کے صحیح تعارف کی صورت صرف یہ ہے کہ آپ کے نام لیوا آپ کے طریقے پر چل کر اور آپ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق ایمان داری اور راست بازی، عبادت گزاری اور پاک بازی کی زندگی کا نمونہ بن کر دنیا کے سامنے آئیں اور دکھائیں کہ ہمارے ہادیٔ برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پاک اور حسین زندگی کا پیغام لے کر آئے تھے، میرے بھائیو! عمل اور زندگی کے بغیر زبان اور قلم کی ہماری یہ ساری اشتہار بازی اور سارے مظاہرے بالکل بے اثر ہیں۔

(حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، منتخب تقریریں، ص: ۱۳۰)

وقت کی اہم ضرورت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب:۴۰) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ.

اللہ تعالیٰ شانہٗ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے آج ہمیں تکمیلِ حفظِ قرآن کی اس مجلس میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائی، اس قسم کی مجلسوں کی اہمیت کا صحیح اندازہ آخرت ہی میں ہوگا، قرآنِ کریم حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام ہے، اس کے اپنے فضائل ہیں، پھر ایک بچّہ اسے حفظاً مکمّل کرتا ہے، اس مبارک عمل کی اپنی فضیلتیں ہیں، اس کے علاوہ نیک لوگوں کا مجمع ہے، حضراتِ علماءِ کرام تشریف فرما ہیں، حدیث کی خدمت کرنے والے حضرات بھی موجود ہیں، میرے بھائیو! ایسی مجالس

میں جو وقت گذرتا ہے اس کی صحیح قدر آخرت ہی میں ہوگی۔

مسلمانو نہ گھبراؤ، خدا کی شان باقی ہے

اس وقت مسلمانوں پر ایک قسم کی مایوسی چھائی ہوئی نظر آتی ہے اور حالات بھی کچھ ایسے ہیں، مگر اُمّت پر اس طرح کے حالات تو ہمیشہ آتے رہے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دور سے اب تک ان چودہ سو (۱۴۰۰) سال میں اُمّت پر بار بار ایسے حالات آئے، مگر اسلام نہ مٹا ہے نہ مٹے گا اس لئے کہ اسلام مٹنے کے لئے نہیں، بلکہ قیامت تک باقی رہنے کے لئے آیا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ﴾ (الصفّ:۹)

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردیں۔

اسلام کے مٹنے کے بارے میں نہ مجھے فکر ہونی چاہئے نہ آپ کو، قرآن کے مٹ جانے کے بارے میں بھی نہ مجھے فکر ہونی چاہئے نہ آپ کو، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عزّت اور ناموس کے پامال ہوجانے کے بارے میں بھی نہ مجھے فکر ہونی چاہئے نہ آپ کو، یہ چیزیں مٹنے والی اور پامال ہونے والی نہیں ہیں، حالات کتنے ہی مایوس کن نظر آئیں، اسلام کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عزّت کو اور قرآن کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی نقصان نہیں پہنچے گا، قرآن کبھی نہیں مٹے گا اس لئے کہ وہ ہزاروں انسانوں کے دلوں میں محفوظ ہے۔

نہ ہو اسلام کیوں ممتاز دنیا بھر کے دینوں میں

وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

مسلمانو نہ گھبراؤ، خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے، ابھی قرآن باقی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اسلام جیسا تھا آج بھی ویسا ہی ہے، اس میں کوئی نقص نہیں آیا ہے، اس میں کوئی کمی نہیں آئی ہے، قرآن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جیسا تھا آج بھی ویسا ہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فلم اور cartoon (خاکے) کے بنائے جانے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزّت جتنی تھی آج بھی اُتنی ہی ہے، اس قسم کی شرارتوں سے اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا بے مثال عشق

میرے بھائیو! فکر ہمیں اپنی کرنی ہے، قرآن آج بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھا، فرق یہ ہے کہ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کا قرآن سے جتنا لگاؤ تھا وہ آج نہیں رہا، اس میں زمین آسمان کا فرق آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزّت ورفعت جتنی اُس وقت تھی آج بھی اُتنی ہی ہے اور جیسی تھی ویسی ہی ہے، اس میں کوئی فرق نہیں آیا، فرق کس چیز میں آیا؟ لگاؤ میں، تعلّق میں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے جو لگاؤ تھا، ہماری زندگیوں میں اُس لگاؤ کا عُشرِ عشیر بھی باقی نہیں رہا۔

میں نے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کو کسی قربانی سے مؤخّر کرنا ممکن ہوتا تو جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک ایک فرد اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ایک سانس کے

اضافے کے لئے ہزاروں زندگیاں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا۔

آپ ﷺ گلدستۂ کمالات ہیں

آپ ﷺ کی ذات گلدستۂ کمالات ہے، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

''جہاں کے سارے کمالات''، حضرت آدم علیہ السلام کے کمالات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمالات، حضرت داود علیہ السلام کے کمالات، تمام ہی انبیاء علیہم السلام کے کمالات سب کے سب آپ کی ذات میں ہیں، آپ تمام کمالات کے گلدستہ ہیں۔

وہ دانائے سُبل، ختمِ الرُّسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادئ سَینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ
ﷺ

ہر طرف تیرگی تھی نہ تھی روشنی
آپ آئے تو سب کو ملی روشنی
بزمِ عالم سے رخصت ہوئیں ظلمتیں
جب حِراء سے ہُویدا ہوئی روشنی

اسوۂ مصطفیٰ کی یہ تفسیر ہے
روشنی، روشنی، روشنی، روشنی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قدم قدم پہ برکتیں نَفَس نَفَس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعِ عاصیاں گذر گیا
جہاں گذر نہیں ہوا وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریقہ

ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی اتنی کامل اور مکمّل ہے کہ جو بھی اس کا مطالعہ کرکے اس کی نقل اتارے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب ہوجائے گا۔

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ﴾

(آل عمران:۳۱)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے (صحیح معنی میں) محبت رکھتے ہوتو میری اتّباع کرو، اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنّت کے راستے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میں علیل چل رہا ہوں، کئی ہفتوں سے نزلہ، زکام اور بخار میں مبتلا ہوں، میں نے حضرت مولانا (عبد الصمد پٹیل صاحب) کی خدمت میں عرض بھی کیا کہ ماشاء اللہ اور بھی علماء تشریف لائے ہوئے ہیں، کسی اور سے بات کروا لیجیے، مگر حکم ہوا، تعمیلِ حکم میں بیٹھنا پڑا، کسی خاص ترتیب سے بات نہیں ہو رہی ہے، بیماری بھی ہے اور پھر جب اربابِ علم و فضل ہوتے ہیں تو طبیعت محجوب بھی ہوتی ہے۔

ہماری ذمّہ داری

میرے بھائیو! میں جو بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ان حالات میں ہماری کیا ذمّہ داری ہے؟ کیا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عنوان سے سال میں ایک دو جلسے کر کے ہم اپنی ذمّہ داری سے فارغ ہو سکتے ہیں؟ نعتِ پاک کی محفلوں کا آج کل بہت رواج ہے، کیا ان میں شرکت سے ہماری ذمّہ داری پوری ہو جاتی ہے؟ ان چیزوں کے مفید ہونے سے انکار نہیں ہے، ان مبارک کاموں سے کون منع کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ مبارک، اللہ اکبر! زندگی اتنی کامل اور اتنی مکمّل کہ پوری دنیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں رطب اللّسان رہے اور یہی ایک کام کرتی رہے تو قیامت آسکتی ہے، مگر تعریف ختم نہیں ہو سکتی، اور یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔

مصطفیٰ مجتبیٰ، تیری مدح و ثنا
میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں
دل کو ہمّت نہیں، لب کو یارا نہیں
تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

لفظ بے بس زبان ہے معذور
مجھ سے ذکرِ رسول کیا ہوگا
نہ کنارہ ہو جس سمندر کا
وہ سمندر عبور کیا ہوگا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اقبال میں کس منہ سے کروں مدحِ محمد
منہ میرا بہت چھوٹا ہے اور بات بڑی ہے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مگر میرے بھائیو! ہماری ذمّہ داری صرف ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ختم نہیں ہوتی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے اپنے آپ کو وابستہ کرنا، یہ اصل چیز ہے، اِس وقت کے حالات میں اُمّتِ مسلمہ کی سب سے بڑی ذمّہ داری یہ ہے کہ ہم معتبر ذرائع سے قرآنِ مجید کا اور احادیثِ شریفہ کا علم حاصل کریں، سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھی ہوئی معتبر اور مستند کتابوں کا خوب مطالعہ کریں، اور تعلیماتِ اسلامی کو ہم اپنی زندگیوں میں جگہ دیں، پھر ان تعلیمات کا خوب ذکر کریں، مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلموں میں بھی۔

میرے بھائیو! ہائے واویلا کرنے سے، مظلومیت کی داستانیں سنانے سے اُمّتِ مسلمہ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا، اسلام کے دشمن تو اپنا کام کر رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ عشق ومحبت کے جذبات سے مغلوب ہو کر لوگ سڑکوں پہ آجاتے ہیں، کیا ہماری ذمّہ داری اتنی ہی ہے؟ نہیں، ہماری سب سے بڑی ذمّہ

داری یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات سے مکمّل طور پر وابستہ کریں، اور آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کا ایک حصّہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے نفس پر قابو رکھیں، غصّے سے مغلوب ہو کر ہمیں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جو شریعت کے دائرے سے باہر ہو۔

آپ ہیں مجھ کو جاں سے پیارے

ڈنمارک میں جب cartoon (خاکے) چھپے تھے، اُس وقت پوری اسلامی دنیا میں غم و غصّہ نظر آیا، اور آنا بھی چاہئے تھا اس لئے کہ مسلمانوں کے نزدیک آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔

آپ ہی ہیں مقصود ہمارے
دل کے اُجالے آنکھ کے تارے
آپ پہ میری جان ہے قرباں
آپ ہیں مجھ کو جاں سے پیارے

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

نبی کی عزّت و حرمت پہ مرنا عینِ ایماں ہے
سرِ مقتل بھی ان کا ذکر کرنا عینِ ایماں ہے
ڈراتا ہے ہمیں دار و رسن سے کیوں ارے ناداں
نبی کے عشق میں سولی پہ چڑھنا عینِ ایماں ہے

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

جان جاتی ہے تو جائے خیر ہو اسلام کی
دنیا میں باقی رہے عزّت نبی کے نام کی
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جان کا تو ذکر کیا ہے عزیزانِ محترم
دونوں جہاں حضور پہ قربان کیجئے
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عرض یہ کر رہا تھا کہ ڈنمارک میں جب cartoon (خاکے) چھپے تھے، اُس وقت پوری دنیا میں افراتفری کا عالم تھا، کاروں کو جلایا جا رہا تھا، ویگنوں کو جلایا جا رہا تھا، دکانوں کو جلایا جا رہا تھا، لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ cartoon (خاکے) چھپے ہیں ڈنمارک میں، چھاپنے والا اور بنانے والا دونوں ڈنمارک میں بیٹھے ہیں، اور مسلمان اپنے ملکوں میں اپنے ہی بھائیوں کی دکانوں کو تباہ کر رہے تھے، یہ احساس ہی نہیں تھا کہ ہم اپنے ملک اور اپنے بھائیوں کا لاکھوں، کروڑوں اور اربوں کا نقصان کر رہے ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتی۔

صبر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کا ایک حصّہ ہے، اگر کوئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف زبان کھولتا ہے یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں غلط بات لکھتا ہے تو یہ بھی تو معلوم کرنا چاہئے کہ شریعتِ مطہّرہ کا اُس وقت ہم سے کیا تقاضا ہے؟ اگر جذبات سے مغلوب ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کا خیال کئے بغیر ہم نے کوئی قدم اُٹھالیا تو ہم نے اسلام کو اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مِشن کو نقصان پہنچایا، اور دشمن یہی چاہتا ہے اور ہم اسی کا شکار بن رہے ہیں۔

اپنا جائزہ لینے کی ضرورت

میرے بھائیو! اِس وقت ہمیں سب سے پہلے اپنی زندگیوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، ہر شخص یہ سوچے کہ میری زندگی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کتنی؟ ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی اور عاشق ہونے کے دعوے دار ہونے کے باوجود خلافِ سنّت زندگی گزار کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو روزانہ کتنی تکلیف پہنچا رہے ہیں؟ ہمیں اس بات کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ ہم کتنے ناجائز کاموں کا ارتکاب کر رہے ہیں؟ سنّت کے خلاف کتنے کام کر رہے ہیں؟ شادی اور غمی کے مواقع پر ہمارے گھروں میں نبوی تعلیمات کے خلاف کیا کیا نہیں ہوتا؟ ہم مسلمان ہو کر قدم قدم پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو پامال کر رہے ہیں، کیا ہم ان باتوں کے بارے میں بھی کبھی سوچتے ہیں؟

میرے عزیزو! دنیا میں غیروں کی طرف سے جو کچھ ہو رہا ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ کمزور کر دیا، مسلمان جب تک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے کامل طور پر وابستہ تھے تو غیروں کے دل ان سے مرعوب تھے، اور ان کی یہ وابستگی جب کمزور ہو گئی تو یہ مرعوبیت بھی ختم ہو گئی، پندرہ سال پہلے، بیس سال پہلے، پچیس سال پہلے کسی کو یہ جرأت نہیں تھی کہ اس قسم کی شرارت کرے، کسی حکومت کو بھی جرأت نہیں تھی، طاقتور ممالک کے حکمرانوں کو بھی یہ جرأت نہیں تھی کہ ایسا کوئی جملہ کہیں جس سے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچے، اور اب اسلام کے دشمن علی الاعلان اسلام کے خلاف بول رہے ہیں، جس کے جی میں جو آئے بس بول رہا ہے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ مظلومیت کا رونا رونے اور ہائے واویلا کرنے کے بجائے ہمیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات سے اپنے آپ کو وابستہ کرنے کی ضرورت ہے، حضراتِ علماءِ کرام کی مجلسوں میں اور ان کے دروس میں بیٹھ کر قرآن اور احادیثِ شریفہ کا پیغام سمجھنے کی ضرورت ہے، اپنے ظاہر اور باطن کو درست کرنے کی ضرورت ہے، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقِ حسنہ، یہ دین کا جو پورا ڈھانچہ ہے، اس سے اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اپنی اصلاح کی فکر

میرے بھائیو! ہمارے ذہنوں میں دین داری کا مفہوم بہت محدود ہے، ڈاڑھی آگئی، جبّہ آگیا، عمامہ آگیا، ٹوپی آگئی، گھر سے ٹی وی نکل گیا، پردہ آگیا، پانچ وقت کی نمازیں ہونے لگیں، کسی شیخ سے بیعت ہوگئے اور کچھ ذکر کرنے لگ گئے، دعوت کے کام میں شرکت کرنے لگے، ہر سال یا ہر دوسرے تیسرے سال حرمین شریفین کی حاضری ہونے لگی تو ہمیں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ زندگی میں پورا دین آگیا، الحمد للہ، یہ اعمال بھی بہت مبارک ہیں، مگر صرف انہی اعمال کا نام دین نہیں ہے، بلکہ ابھی آگے بھی بہت کچھ ہے، شیطان ہمیں یہ سمجھا کر غفلت میں ڈالے رکھتا ہے کہ تو دین دار ہے، یہ شیطان کا بہت بڑا مکر ہے کہ وہ ہمیں ہماری اچھائیاں دکھاتا رہتا ہے اور ہماری بُرائیوں کی طرف متوجّہ نہیں ہونے دیتا، اسی لئے مشائخ ہمیں محاسبہ کی تلقین کرتے ہیں، ہر شخص کو اہتمام سے اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے اور ایک فہرست بنانی چاہئے کہ میرے اندر یہ یہ خرابیاں ہیں، مثال کے طور پر غیبت ہے، جھوٹ ہے، نماز میں غفلت ہے، حسد ہے، کینہ ہے، بغض ہے، بخل ہے، کبر ہے،

عجب ہے، ریا ہے، اور پھر ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان بُرائیوں کی وجہ سے ہمیں آخرت کا نقصان اُٹھانا پڑے، میرے بھائیو! یہ بات بہت اہم ہے، اگر ہم نے اس کو نظر انداز کیا تو مرنے کے بعد جو وبال آنے والا ہے وہ تو آئے گا ہی، مگر اس سے پہلے اس دنیا میں بھی بڑے بڑے وبال آئیں گے اور پھر بڑھتے ہی چلے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں۔ (آمین)

قلّت و کثرت یا فقر و غنا ذلّت و عزّت کا معیار نہیں

دنیا اور آخرت میں عزّت سے جینا چاہتے ہو تو ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے جنابِ محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات سے وابستگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

إِنَّا كُنَّا أَذَلَّ قَوْمٍ، فَأَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّةَ بِغَيْرِ مَا أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِهٖ أَذَلَّنَا اللّٰهُ [1]

ہم لوگ سب سے زیادہ ذلیل تھے، اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی لائی ہوئی تعلیمات کے ذریعے ہمیں عزّت عطا فرمائی، جب ہم عزّت تلاش کریں گے اُس طریقے کے علاوہ کے ذریعے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزّت دی ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کرے گا۔

میرے بھائیو! ہمارا ایمان ہے کہ عزّت و ذلّت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

---

[1] المستدرك للحاكم، كتاب الإيمان، ح(۲۰۸)

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط
بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (آل عمران:٢٦)

آپ فرما دیجئے کہ اے اللہ! اے سلطنت کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھینتا ہے، اور تو جسے چاہتا ہے عزّت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلّت دیتا ہے، تیرے ہی قبضے میں بھلائی ہے، یقیناً تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں قلّت وکثرت اور فقر وغنا یکساں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو کثیر کے مقابلے میں قلیل کو عزّت دے دیں، اور اگر چاہیں تو فقیر کو غنی سے زیادہ عزّت والا بنادیں۔

وہ اگر چاہے تو قطرے کو سمندر کر دے
اور چاہے تو یتیموں کو پیمبر کر دے

ہر شخص کو علم بڑھانے کی فکر کرنی چاہیے

تو میرے بھائیو! اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کو سیکھیں، مکتب سے فارغ ہونے کے بعد علمِ دین سے ہمارا کوئی تعلّق نہیں رہتا، یہ اچھی بات نہیں ہے، علمِ دین کو حاصل کرتے رہنا چاہیے، ماشاء اللہ، مساجد میں جمعہ سے پہلے علماءِ کرام کے بیانات ہوتے ہیں، ان میں شرکت کرنی چاہیے، علم تو اہلِ علم کے پاس بیٹھنے ہی سے حاصل ہوگا، جو لوگ دین دار سمجھے جاتے ہیں، خانقاہوں میں جانے والے اور دعوت وتبلیغ سے تعلّق رکھنے والے، ان کے اندر بھی

حصولِ علم کا جیسا جذبہ ہونا چاہئے وہ نہیں ہے، بہت افسوس کی بات ہے، آپ دیکھ لیجئے کہ جمعہ سے پہلے بیانات میں کتنے لوگ شرکت کرتے ہیں؟ ہفتے میں صرف ایک مرتبہ ہم پندرہ بیس منٹ فارغ نہیں کرسکتے، اسی طرح انگلینڈ کے اہم اہم شہروں کی اکثر مساجد میں درسِ قرآن اور درسِ حدیث کے عنوان سے علماء کے ہفتہ واری پروگرام ہوتے ہیں، کتنے لوگ نظر آتے ہیں؟ پانچ آدمی، دس آدمی، پندرہ آدمی؟ دوسرے ملکوں سے حضراتِ علماءِ کرام تشریف لاتے ہیں، ان کے بیانات میں بھی کتنے لوگ نظر آتے ہیں؟

میرے عزیزو! علم نہیں بڑھے گا تو عمل کیسے بڑھے گا؟ علم نہیں ہوگا تو ہم دوسروں کو اپنے دین کے بارے میں کیسے سمجھا سکیں گے؟ ہمارا تو علم ہی نہیں بڑھ رہا ہے، مکتب سے فارغ ہونے پر جتنا علم تھا آج بھی اتنا ہی ہے، بلکہ اس سے بھی کم، اور جو لوگ بیانات سننے کا شوق رکھتے ہیں، ان میں سے بہت سارے وہ ہیں جو وقت گزاری اور entertainment (دل بہلانے) کے لئے سنتے ہیں۔

دلِ دردمند کی صدا

میرے بھائیو! حضراتِ علماءِ کرام کی مجلسوں میں بیٹھ کر علم سیکھو، جن حضرات کا تعلّق مشائخ سے ہے ان سے گزارش ہے کہ اپنے مشائخ کے پاس اہتمام سے جایا کرو، ان سے فائدہ اُٹھاؤ، ان سے اطّلاع اور اتّباع کا تعلّق رکھو، ان کے بتلائے ہوئے معمولات پر پختگی کے ساتھ عمل کرو اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے مقامی علماء سے فائدہ اُٹھاؤ، آپ کے شیخ اگر دوسرے ملک میں رہتے ہیں یا دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو آپ اپنے مقامی علماء سے مستغنی رہ کر علم کیسے حاصل کرسکیں گے؟

جو حضرات دعوت وتبلیغ سے منسلک ہیں، انہیں بھی علماء سے بے پروائی کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے، یہ کام بہت اچھا ہے، بہت مفید ہے، اس جدّ و جہد میں اپنی استطاعت کے مطابق شرکت کرنی چاہیئے، مگر دعوت وتبلیغ کی تحریک میں تعلیم وتعلّم کا کوئی نظم نہیں ہے، اس میں ایسا کوئی پروگرام نہیں ہے کہ روزانہ پندرہ منٹ فلاں کتاب سے شرعی مسائل سکھائے جائیں گے، وہاں تو یہ کہا جاتا ہے کہ علم کے لئے علماء کے پاس جاؤ، چھ نمبروں میں سے علم وذکر ایک مستقل نمبر ہے، تبلیغی مذاکروں میں بار بار تاکید کی جاتی ہے کہ علماء کے پاس بیٹھو، خانقاہوں میں بھی بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ علماء سے علم حاصل کرو، یہ تاکید اس لئے کی جاتی ہے کہ علم کے بغیر انسان گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

علم کی کمی کی وجہ سے ہماری زبانیں گونگی ہیں

میرے بھائیو! اگر علم ہوگا تو اِس وقت کے حالات میں ہم غیر مسلموں سے بات کرسکیں گے، اگر ہم میں سے کسی کو اِس وقت یہ کہا جائے کہ یہ چند غیر مسلم ہیں، ان کو سیرت کی روشنی میں دس پندرہ منٹ کے لئے یہ سمجھاؤ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہت اونچے اخلاق کے مالک تھے، تو میرے بھائیو! ہماری زبانیں گونگی ہو جائیں گی، اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کا سلسلہ پندرہ بیس سال سے زوروں پر ہے، مگر اس مدّت میں کتنے لوگ ہیں جنہوں نے اچھی کتابوں کا مطالعہ کیا؟ کتنے لوگ ہیں جنہوں نے علماء کی طرف رجوع کرکے اسلام کی صحیح ترجمانی کے لئے اپنے آپ کو تیار کیا؟ ایسے افراد نہ ہونے کے برابر ہیں، میرے بھائیو! علم کی کمی کی وجہ سے ہم غیر مسلموں کے ساتھ اس قسم کی گفتگو کرنے سے کتراتے ہیں حالانکہ ہمیں تو اپنے

نبی صلَّی اللہُ علیہِ واٰلہٖ وسلَّم کی سیرت اور اسلامی تعلیمات کو سیکھ کر پورے اعتماد کے ساتھ غیر مسلموں سے گفتگو کرنی چاہئے اور کسی سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے۔

ہمیں اپنے نبی صلَّی اللہُ علیہِ واٰلہٖ وسلَّم پر فخر ہے

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مشرک نے مذاق کے انداز میں کہا کہ میں تمہارے نبی کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتّٰی کہ استنجاء کی بھی۔ وہ کہنا یہ چاہ رہا تھا کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ یہ استنجاء وغیرہ کے مسائل بھی سکھاتے ہیں کہ بیت الخلاء میں جاؤ تو پہلے بایاں پاؤں رکھو، اس طرح بیٹھو، اس طرح استنجاء کرو وغیرہ وغیرہ، اگر ہم ہوتے تو احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتے، مگر وہاں علم تھا اور اسلام کی برتری ان کے دل ودماغ میں رچی بسی تھی، انہوں نے کہا کہ جی ہاں! ہمیں ہمارے نبی صلَّی اللہُ علیہِ واٰلہٖ وسلَّم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم استنجاء کرتے ہوئے قبلے کی طرف نہ رُخ کریں نہ پشت، نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کریں اور نہ تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء کریں۔[1]

دیکھ لیا آپ نے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ احساسِ کمتری کے شکار نہیں ہوئے، اور کیوں ہوتے؟ ہم مسلمانوں کو تو ایسے پیغمبر صلَّی اللہُ علیہِ واٰلہٖ وسلَّم پر فخر ہے جنہوں نے نماز، روزہ اور حج سے لے کر استنجاء تک کی ساری چیزیں ہمیں سکھائی ہیں، میرے بھائیو! اگر ہمیں دینِ اسلام کی اور آپ صلَّی اللہُ علیہِ واٰلہٖ وسلَّم کی عزّت کی صحیح اور سچی فکر ہوتی تو ہم غیروں کی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور ان کو دین کے قریب لانے کی نیت سے علم حاصل کرتے اور ان سے گفتگو کرتے۔

---

[1] سنن الدارقطني، كتاب الطهارة، باب الإستنجاء، ح(۱۴۴)

صحیح جگہ سے علم حاصل کرنا چاہئے

میرے بھائیو! سیرتِ پاک کا خوب مطالعہ کرو! سیرت کی کتابیں ہر زبان میں دستیاب ہیں، علماء سے معلوم کرو اور حاصل کر کے پڑھو، اس بات کا خیال رہے کہ باہر غیر معتبر لٹریچر بھی بہت ہے، لکھنے والے کے بارے میں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ صحیح عقائد اور نظریات کا حامل ہے اُس وقت تک اُس کے کسی بھی مضمون کو پڑھنا خطرے سے خالی نہیں ہے، لوگوں کی عادت یہ ہوگئی ہے کہ انہیں جس مضمون کی ضرورت یا دلچسپی ہوتی ہے وہ اسے Google کے ذریعے تلاش کرتے ہیں اور پھر اس کا مطالعہ کرتے ہیں چاہے وہ کسی کا بھی لکھا ہوا ہو، یہ طریقہ بہت خطرناک ہے۔

میرے بھائیو! جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ لکھنے والا شخص معتبر ہے اُس وقت تک بہتر سے بہتر مضمون کو بھی مت پڑھو اس لئے کہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے، امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ[1]

بیشک یہ علم دین ہے، لہٰذا اچھی طرح دیکھو کہ اپنا دین کس سے لے رہے ہو۔

علم دین ہی تو ہے، علم بڑھے گا تو دین بڑھے گا، علم گھٹے گا تو دین گھٹے گا، علم صحیح ہوگا تو دین صحیح ہوگا، علم غلط ہوگا تو دین غلط ہوگا، اس لئے بہت غور سے دیکھو کہ تم دین کس سے حاصل کر رہے ہو، بہترین مضمون ہے، مگر مضمون نگار کا نام مذکور نہیں ہے یا مذکور ہے مگر آپ اس سے واقف نہیں ہے تو مت پڑھو، اس میں خطرہ ہے، پہلے معلوم

---

[1] صحیح مسلم، مقدّمة الإمام مسلم رحمة اللّٰه عليه، باب في أنّ الإسناد من الدين

کرو کہ مضمون نگار کون ہے اور صحیح العقیدہ ہے یا نہیں؟ اس کے بعد پڑھو، بیانات بھی سننے سے پہلے معلوم کرو کہ کون ہے اور صحیح العقیدہ ہے یا نہیں؟

وقت کی اہم ضرورت

میرے بھائیو! علماء کی مجالس میں شرکت کر کے علم حاصل کرنا، معتبر علماء کی کتابیں پڑھنا، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرنا، قرآن اور حدیث کی تعلیمات کو معتبر اور مستند ذرائع سے حاصل کرنا، اور اپنی زندگی میں انہیں جگہ دینا اور تقریراً اور تحریراً دوسروں تک پہنچانا، یہ وقت کی اہم ضرورت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اچھی اچھی کتابیں اور اچھے اچھے پمفلٹ پڑھو اور غیر مسلموں میں تقسیم کرو، ہر شخص یہ طے کر لے کہ مجھے ہر ہفتے یا ہر مہینے کم از کم پانچ غیر مسلموں تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کوئی اچھی چیز پہنچانی ہے، اگر ہر جگہ اس طریقے سے اچھا لٹریچر تقسیم ہونے لگے تو یہ اسلام کی کتنی بڑی خدمت ہوگی! تو ہمیں نبوی تعلیمات کو سیکھنا ہے، خود عمل کرنا ہے، دوسروں تک پہنچانا ہے، درود شریف کی بھی خوب کثرت کرنی ہے اور آہ و زاری کے ساتھ اللہ جلّ شانُہ کی طرف کامل رجوع بھی کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

اُمّت کا ایک ہی کام ہے: شکوہ شکایت

آج اُمّت کا ایک عمومی مزاج بن گیا ہے کہ انڈیا میں، افغانستان میں، پاکستان میں، فلسطین میں یا کسی اور ملک میں کچھ ہوتا ہے، تو بس ہمارا ایک ہی کام ہے، شکوہ شکایت، میں ایسے موقع پر دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ اِس واقعے یا حادثے کو ایک ہفتہ گزر گیا، مجھے بتلاؤ کہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ شانُہ سے کسی نے دو منٹ کے لئے

بھی التجا کی ہے؟ ابھی دین کی گفتگو ہورہی ہے، اس میں ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آیا، مولانا نے بہت عمدہ نعت سنائی، یہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے، مگر تھوڑی دیر کے لئے ہم سب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہم نعت پڑھنے والے، نعت سننے والے، سیرت پر گفتگو کرنے والے، سیرت سننے والے روزانہ کتنی مرتبہ درودِ پاک پڑھتے ہیں؟

غیروں کے لئے بھی دعا

ہمیں درود شریف بھی اہتمام اور کثرت سے پڑھنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے چپکے چپکے بات بھی کرنی چاہیئے کہ اے اللہ! ان حالات کو بدل دیجئے، اس قسم کی گندی چیزیں لکھنے والوں اور بولنے والوں کے مقدّر میں ہدایت ہے تو آپ جلد از جلد انہیں ہدایت دیجئے، اگر نہیں تو ان کے شر سے مسلمانوں کو، اسلام کو اور اس دھرتی پر رہنے والے تمام لوگوں کو محفوظ رکھئے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ صرف یہی جذبہ نہ ہو کہ یہ مٹ جائیں، یہ ختم ہو جائیں، نہیں، ایسے لوگوں کے لئے بھی دعا ہو کہ اے اللہ! یہ بھی آپ کے بندے ہیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت کا ایک حصّہ ہیں، آپ انہیں بھی ہدایت دے کر دنیا اور آخرت کی سرخروئی عطا کیجئے، ہاں، اگر شرارت ہی ان کا مقدّر ہے تو ان سے نجات دیجئے۔

بس میرے بھائیو! آج اتنی ہی بات عرض کرنی ہے، ابھی قرآن ختم ہوگا، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی زندگیاں اس کے مطابق بنالیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت کیا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ[1]

کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور اخلاق قرآن ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ ایک قرآن تو یہ ہے جو ہمارے سامنے مصحف کی شکل میں ہے، اور قرآن کی اگر جیتی جاگتی تصویر دیکھنی ہو تو وہ محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کامیاب پروگرام کا مطلب

میرے بھائیو! ان گزارشات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیجیے، ہماری زندگیاں یوں ہی گزر رہی ہیں، کوئی تبدیلی نہیں آرہی ہے، جلسوں اور بیانات کا ایک رواج ہوگیا ہے، جلسے ہوتے ہیں اور منتظمین و حاضرین سب خوشی محسوس کرتے ہیں کہ جلسہ بہت کامیاب رہا، اور ان کے ذہنوں میں کامیابی کے دو مطلب ہوتے ہیں: ایک بڑا مجمع اور دوسرا مزہ، یعنی اگر تلاوت، نعت اور تقریر سننے میں مزہ آیا تو منتظمین اور شرکاء دونوں کہتے ہیں کہ جلسہ بہت کامیاب تھا۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ آج بہت کام کی باتیں ہوئیں، ہماری اصلاح کی باتیں ہوئیں، بھائیو! یہ مجلسیں بہت بابرکت ہیں، مگر ہم نے ان مجلسوں سے اگر فائدہ نہ اُٹھایا تو یہی مجالس قیامت کے دن ہمارے خلاف حجت بن کر آئیں گی۔

دوسرے ملکوں سے بھی علماء کرام آتے ہیں، اہل اللہ بھی، حدیث، تفسیر اور فقہ میں مہارت رکھنے والے بھی، میرا خیال ہے کہ ہمارے انگلینڈ میں جتنے علماء اور مشائخ کا ورود ہوتا ہے دنیا کے کسی دوسرے ملک میں شاید ہی اتنا ہوتا ہوگا، ہمیں ان

---

[1] مسند أحمد، ح (۲۴۶۰۱)

سے استفادے کا موقع ملتا ہے، ہر شہر میں اتنی کثرت سے پروگرام ہوتے ہیں کہ اب یہ جذبہ بھی ختم ہوگیا کہ کسی دوسرے شہر میں جاکر ان سے فائدہ اُٹھائیں، جب حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تشریف لاتے تھے تو مجھے یاد ہے کہ وسائل کی کمی کے باوجود لوگ کرایہ دے کر ہمارے لیسٹر شہر سے دوسرے شہروں تک استفادے کی غرض سے جاتے تھے، تو علماء اور مشائخ ماشاء اللہ آتے ہیں، اسی طرح یہاں کے مقامی علماء بھی ماشاء اللہ خوب محنت کررہے ہیں، اگر ہم نے ان مواقع کی قدر نہیں کی تو ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں جواب دہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ شانُہٗ پوچھیں گے کہ میں نے تمہارے لئے دین سیکھنے کے مواقع میں کوئی کمی نہیں رکھی تھی، اس کے باوجود تم خالی ہاتھ آئے؟ کیا ہمارے پاس اس کا کوئی جواب ہوگا؟

اللہ تعالیٰ شانُہٗ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، جو بچّہ آج حفظِ قرآن کی تکمیل کررہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی خوب برکت عطا فرمائیں، اسے مرتے دم تک قرآن کو سینے میں محفوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اسے عالمِ باعمل بنائیں، دین کا اور قوم وملّت کا خادم بنائیں، اسے علمِ نبوّت کی خدمت کے لئے اور اُمّت کی قیادت کے لئے قبول فرمائیں، اسے اپنے ماں باپ کی، اساتذہ کی، مدرسے کے منتظمین کی، ان حضرات کی جنہوں نے اس کے پیچھے محنت کی ہے اور ہم سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائیں، ہمارے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں اور ہم سب کو دنیا اور آخرت کی ہر خیر عطا فرمائیں اور دنیا اور آخرت کے ہر شر سے بچائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۲	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل، مصر
۳	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة، بيروت
۴	سنن الدارقطني	الإمام علي بن عمر الدارقطني	مؤسسة الرسالة، بيروت

بدنظری باطن کے لئے سمِّ قاتل ہے

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ نگاہ کا غلط استعمال باطن کے لئے سمِّ قاتل ہے، اگر باطن کی اصلاح منظور ہے تو سب سے پہلے اس نگاہ کی حفاظت کرنی ہوگی، یہ کام بڑا مشکل نظر آتا ہے، ڈھونڈنے سے بھی آنکھوں کو پناہ نہیں ملتی، ہر طرف بے پردگی، بے حجابی، عریانی اور فحاشی کا بازار گرم ہے، ایسے میں اپنی نگاہوں کو بچانا مشکل نظر آتا ہے، لیکن اگر ایمان کی حلاوت حاصل کرنا منظور ہے اور اللہ جلّ جلالُہ کے ساتھ تعلّق و محبت منظور ہے اور اپنے باطن کی صفائی، تزکیہ اور طہارت منظور ہے تو پھر یہ کڑوا گھونٹ تو پینا ہی ہوگا، اور یہ کڑوا گھونٹ پیئے بغیر بات آگے نہیں بڑھ سکتی، لیکن یہ کڑوا گھونٹ ایسا ہے کہ شروع میں تو بہت کڑوا ہوتا ہے مگر ذرا اس کی عادت ڈال لو تو پھر یہ گھونٹ ایسا میٹھا ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے بغیر چین بھی نہیں آتا۔

(اسلام اور ہماری زندگی: ۱۹۶/۶)

بد نظری کے مہلک اثرات

تفصیلات

وعظ کا نام	:	بدنظری کے مہلک اثرات
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	رجب ۱۴۳۰ھ بمطابق جون ۲۰۰۹ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

فہرست

بدنظری کے مہلک اثرات ۱۷۳
اللہ تعالیٰ کی انمول نعمتیں ۱۷۴
غذائیں حلال بھی اور حرام بھی ۱۷۵
زندگی کا امتحان ۱۷۵
اعضاء کی غذا میں احتیاط نہیں ۱۷۶
آج عزم لے کر اُٹھو ۱۷۶
کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے ۱۷۷
اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے اسی کی نافرمانی؟ ۱۷۷
خالق اور مالک کے ساتھ احسان فراموشی؟ ۱۷۸
آنکھوں کی خیانت کسی کو نظر نہیں آتی ۱۷۹
شیطان کا زہریلا تیر ۱۷۹
مختلف اعضاء کا زنا ۱۸۰
اجنبی مرد اور عورت کی تنہائی میں ملاقات اور شیطان کا حملہ ۱۸۱
ہمارے جھوٹے دعوے ۱۸۲
بدنظری کی مختلف شکلیں ۱۸۲
انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے نقصانات ۱۸۳
اللہ تعالیٰ ہماری ایک ایک حرکت سے باخبر ہیں ۱۸۳

بدنظری کا مرض جب ترّقی کرتا ہے..... ۱۸۴
بیوی کے ساتھ بھی غیر کا تصوّر ۱۸۵
ایمان کی لذّت ومٹھاس ۱۸۵
بوڑھاپے میں بدنظری ۱۸۷
ہماری ایک بہت بڑی کوتاہی ۱۸۷
پردہ عورت کے لئے رحمت اور حفاظت کا سامان ۱۸۷
نگاہ کے روگ ۱۸۸
دل چاہے نہ چاہے بدنظری سے ہر حال میں بچو ۱۸۹
کالج یونیورسٹی وغیرہ میں نظر کی حفاظت ۱۹۰
بے پردگی والے ماحول میں بدنظری سے بچنے کا طریقہ ۱۹۱
انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے سلسلے میں ہدایات ۱۹۴
وہ کام جو وقت کی چوری کرنے والے ہیں ۱۹۴
اگر انٹرنیٹ کا استعمال ناگزیر ہے تو..... ۱۹۵
آمدم برسرِ مطلب ۱۹۵
انسانوں کو راہِ راست سے بہکانا شیطان کا مشن ہے ۱۹۶
شیطان سے بچنے کی تدبیر ۱۹۷
ماٰخذ ومراجع ۲۰۰

بدنظری کے مہلک اثرات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ، أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہمیں بے شمار نعمتیں ملی ہیں، ان نعمتوں میں سے یہ جسم بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اسی طرح اس جسم کے مختلف اعضاء؛ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کی انمول نعمتیں ہیں، پھر جسم اور اس کے اعضاء کی الگ الگ غذا بھی نعمت ہے، جسم کی غذا کھانے پینے کی چیزیں ہیں، کانوں کی غذا سننے کی چیزیں ہیں اور آنکھوں کی غذا دیکھنے کی چیزیں ہیں، جسم کو اگر کھانا پینا ملتا رہے تو ٹھیک رہے گا ورنہ وہ متأثّر ہوگا اور کمزور ہوجائے گا، اسی طرح کان، آنکھ

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، ح(١٠٣٦٢)

وغیرہ کو بھی اگر ان کی غذا نہ ملے تو وہ متأثّر ہوں گے، مثال کے طور پر اگر کسی کی آنکھوں پر ایک مدّت تک پٹّی باندھ دی جائے اور دیکھنے کی غذا سے انہیں محروم رکھا جائے تو وہ متأثّر ہوں گی، جب پٹّی کھولی جائے گی تو وہ دیکھنے کا کام نہیں کرسکیں گی، ان کو علاج کی ضرورت ہوگی، اسی طرح اگر ہاتھوں کو کسی چیز سے باندھ کر ایک مدّت تک پکڑنے کے کام سے روک دیا جائے تو وہ متأثّر ہوں گے اس لئے کہ انہیں ان کی غذا نہیں مل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی انمول نعمتیں

میرے بھائیو! یہ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، ناک وغیرہ جسم کے جتنے اعضاء ہیں، یہ حق تعالیٰ شانُہٗ کی بڑی قیمتی نعمتیں ہیں، چونکہ ہم حق تعالیٰ شانُہٗ کی نعمتوں پر غور نہیں کرتے اس لئے احساسِ محرومی کے شکار رہتے ہیں، یہ خیال آتا ہے کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہے اور مجھے کچھ نہیں دیا ہے۔ اللہ کے بندے! ذرا ایک آنکھ کی قیمت لگا کر دیکھئے، زبان کی قیمت لگا کر دیکھئے، یہ دماغ جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کی قیمت لگا کر دیکھئے، دل، جگر، گردہ، یہ ساری نعمتیں جو حق تعالیٰ شانُہٗ نے محض اپنے لطف و کرم سے عطا کر رکھی ہیں، ان نعمتوں میں سے ایک ایک نعمت اتنی قیمتی ہے کہ اگر اُس کے بدلے پوری دنیا کی دولت مل جائے تو ایک عقلمند انسان اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا، کہے گا کہ نہیں بھائی! آنکھ کے بدلے دنیا کی دولت تو کیا، سلطنت بھی نہیں چاہیئے۔ صرف ایک آنکھ حق تعالیٰ شانُہٗ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر اس کے بدلے ایک مسکین کو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دے دی جائے تو وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوگا اور کہے گا کہ نہیں بھائی! ہماری دال روٹی ہی ٹھیک ہے،

ایک وقت کا کھانا مل جائے اور ایک وقت بھوکے رہیں، یہ ہمیں منظور ہے، مگر ہم آنکھ دینے کے لئے تیار نہیں۔

غذائیں حلال بھی اور حرام بھی

عرض یہ کر رہا تھا کہ ان اعضاء میں سے ہر ایک کی ایک غذا ہے، آنکھوں کی غذا دیکھنا ہے، انہیں ہر وقت چاہت رہتی ہے کہ الگ الگ چیزوں کو دیکھیں، یہ دیکھیں اور وہ دیکھیں، جیسے جسم کی غذا کھانا ہے، ہر وقت یہ چاہت رہتی ہے کہ یہ کھاؤں اور وہ کھاؤں، اب یہ جتنی غذائیں ہیں ان میں سے کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام، جسم کی غذا کھانا پینا ہے، کھانے پینے کی چیزیں حلال بھی ہیں اور حرام بھی، اسی طرح زبان کی غذا بولنا ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں: جائز اور ناجائز، کان کی غذا سننا ہے، سننے کی جتنی چیزیں ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں: جائز اور ناجائز، آنکھوں کی جو غذا ہے دیکھنا، اس کی بھی دو قسمیں ہیں: کچھ چیزیں وہ ہیں جنہیں دیکھنا جائز ہے اور کچھ چیزیں وہ ہیں جنہیں دیکھنا جائز نہیں ہے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اگر حلال اور حرام چیزوں کا موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حرام چیزوں کے مقابلے میں حلال چیزیں بہت زیادہ ہیں۔

زندگی کا امتحان

حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں یہ نعمتیں عطا کیں اور ہم سے تقاضا کیا کہ تم حلال غذا کو اختیار کرو اور حرام سے بچو، بس زندگی کا یہی امتحان ہے، سننے کی کچھ چیزیں وہ ہیں جو جائز ہیں اور کچھ چیزیں وہ ہیں جو ناجائز ہیں، اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرا بندہ غیبت، فحش بات، موسیقی وغیرہ ناجائز چیزوں سے بچتا ہے یا نہیں؟ زبان کی غذا بولنا

ہے، اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میرا بندہ بولتے وقت غیبت، جھوٹ، تہمت، گالی وغیرہ حرام کاموں سے بچتا ہے یا نہیں؟ جس طرح جسم کی غذا میں جائز اور ناجائز ہے، پانی جائز ہے اور شراب ناجائز، بکری کا گوشت جائز ہے اور خنزیر کا ناجائز، اسی طرح جسم کے اعضاء کی غذا میں بھی حلال اور حرام کی تقسیم ہے۔

اعضاء کی غذا میں احتیاط نہیں

ہم میں سے وہ لوگ جو دین دار سمجھے جاتے ہیں، وہ جسم کی غذا کے سلسلے میں تو بہت محتاط ہوتے ہیں، وہ ناجائز چیزوں سے تو بچتے ہی ہیں، لیکن مُشتَبِہ چیزوں سے بھی بچنے کا اہتمام کرتے ہیں، اس مشروب کو نہیں پیئیں گے اس لئے کہ اس میں شبہ ہے، اس ہوٹل (restaurant) کا کھانا نہیں کھائیں گے اس لئے کہ اطمینان نہیں ہے، الحمد للہ، جسم کی غذا کے سلسلے میں تو یہ احتیاط ہے، مگر یہی دین دار طبقہ کانوں کی غذا کے سلسلے میں آزاد ہو جاتا ہے، جب زبان کی غذا کا مسئلہ آتا ہے تو آزاد ہو جاتا ہے، جب آنکھوں کی غذا کا مسئلہ آتا ہے تو آزاد ہو جاتا ہے، جب دل دماغ کی غذا کا مسئلہ آتا ہے تو آزاد ہو جاتا ہے، اُس وقت تقوے کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔

آج عزم لے کر اُٹھو

آج کی نشست کے حوالے سے آپ حضرات کی خدمت میں میری یہی درخواست ہے (اور سب سے پہلے میں اپنی ذات سے مخاطِب ہوں) کہ آج ہم یہاں سے اس عزم کے ساتھ اُٹھیں کہ ان شاء اللہ ہماری زندگی کے ہر مرحلے میں، ہر شعبے میں، ہماری ہر نقل و حرکت میں، ہمارے ہر عمل میں ہم اس بات کا پورا اہتمام کریں گے کہ جس عضو کی جو بھی ناجائز غذا ہے اس سے ہر حال میں ان شاء

اللہ بچیں گے، میرے بھائیو! پختہ ارادہ کرو اور اس کے بعد کوشش بھی کرو اور حق تعالیٰ شانہٗ سے مدد بھی مانگو۔

کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے

جو پختہ ارادے کے ساتھ حرام سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرتے ہیں، جو یہ سوچتا ہے کہ یہ چیز حرام ہے، یہ چیز ناجائز ہے، اس کے استعمال سے میرا اللہ ناراض ہوتا ہے، مجھے ہر حال میں اس سے بچنا ہے، تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مدد ضرور آتی ہے۔

مَنْ طَلَبَ شَيْئاً وَجَدَّ وَجَدَ

جو شخص کسی چیز کی طلب میں کوشش کرتا ہے، وہ حاصل کر کے رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے اسی کی نافرمانی؟

سوچو میرے بھائیو! ہمیں اگر حق تعالیٰ شانہٗ یہ آنکھیں عطا نہ کرتے تو دنیا کی ایسی کون سی طاقت ہے جو دلاتی؟ یہ کان ایسی نعمت ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے سائنس دان اور بڑے بڑے ڈاکٹر حضرات مل کر کوشش کرتے تب بھی نہ دے سکتے، یہ زبان ایسی دولت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا، حق تعالیٰ شانہٗ نے محض اپنے فضل سے ہمیں یہ انمول نعمتیں عطا فرمائی ہیں، پھر ہم اللہ تعالیٰ شانہٗ کی دی ہوئی ان نعمتوں کو انہی کی نافرمانی میں کیسے استعمال کر سکتے ہیں؟

کان، زبان، آنکھ، دل، دماغ وغیرہ وہ چیزیں ہیں جو حق تعالیٰ شانہٗ کے علاوہ ہمیں کوئی نہیں دے سکتا، اس کریم آقا نے ہمیں یہ ساری نعمتیں محض اپنے فضل وکرم

سے بغیر استحقاق کے عطا کیں اور ہم اتنے ناشکرے ہو جائیں کہ انہی کی دی ہوئی نعمتوں کو انہی کی نافرمانی میں استعمال کریں! توبہ، توبہ! یہ کتنی بڑی احسان فراموشی ہے! ہم میں سے ہر شخص کو تنہائی میں بیٹھ کر اپنا جائزہ لینا چاہیۓ اور اس سلسلے میں کوتاہی نظر آئے تو اپنے آپ کو ملامت کرنا چاہیۓ کہ تو کتنا نالائق ہے، کتنا احسان فراموش ہے کہ اپنے سب سے بڑے مُحسِن کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے۔

خالق اور مالک کے ساتھ احسان فراموشی؟

اس دنیا کا کوئی ادنیٰ مُحسِن جس نے ہمیں صرف ایک وقت کا کھانا کھلایا ہو یا کبھی کچھ پیسے بطور قرض دیئے ہوں یا کوئی اور چھوٹا بڑا احسان کیا ہو، اس کی طرف سے اگر کسی مشکل کام کا بھی مطالبہ آجائے تو ہم پورا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور خود کو سمجھاتے ہیں کہ یہ کام کرنا ہی پڑے گا اس لئے کہ ان کا میرے اوپر احسان ہے۔ اگر وہ ہمیں کسی کے سامنے کوئی نامناسب بات کہہ دے تو ہم برداشت کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِس کا میرے اوپر احسان ہے۔ میرے بھائی! ہم دوسروں کے ساتھ احسان فراموشی کو گوارا نہیں کرتے، لیکن جس خالق اور مالک نے ہمیں ہزاروں انمول نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جس نے ہمیں ایمان جیسی دولت عطا فرمائی ہے، ہم رات دن اس کی احسان فراموشی میں مشغول رہتے ہیں، کیا وہ ہمارا آقا اور مولیٰ نہیں ہے؟ ہمارا مُنعِمِ حقیقی نہیں ہے؟ مُحسِن اعظم نہیں ہے؟ ہمارا خالق و مالک نہیں ہے؟ میرے بھائیو! اسی وقت عزم کرو کہ آئندہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی کسی بھی نعمت کو اس کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کریں گے۔

آنکھوں کی خیانت کسی کو نظر نہیں آتی

میرے عزیزو! یہ آنکھیں بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قیمتی نعمت ہیں، ان کی بھی حفاظت ضروری ہے، انہیں ہر حال میں حرام غذا سے بچانا چاہئے، اگر ہم روحانی ترقّی چاہتے ہیں تو ان آنکھوں کی حفاظت ضروری ہے، میرے بھائیو! آنکھوں کے گناہوں سے بچنے کے لئے بڑی ہمّت چاہئے، زبان، کان وغیرہ اعضاء کے گناہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہوجاتے ہیں اس لئے شرم رکاوٹ بنتی ہے، خیال آئے گا کہ اگر موسیقی سنوں گا تو میرے پڑوسی کو معلوم ہو جائے گا، اگر غیبت کروں گا تو لوگوں کو پتا چل جائے گا، مگر آنکھوں کا عمل کسی کو نظر نہیں آتا، جب یہ خیانت کرتی ہیں تو کسی کو پتا نہیں چلتا، اسی لئے آنکھوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانے کے لئے تقویٰ، حیا اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ دوسری کوئی دیوار نہیں ہے، شیطان اور نفس انسان کی اس کمزوری سے خوب فائدہ اُٹھاتے ہیں، ایک ایسا شخص جو بظاہر دین دار ہے، اس نے حج اور عمرہ بھی کرلیا ہے، چہرے پر ڈاڑھی بھی ہے، بوڑھا بھی ہوگیا ہے، بالوں میں سفیدی بھی آ گئی ہے، لوگ اسے نیک سمجھ کر اس سے دعا بھی کراتے ہیں، ایسے شخص کو زبان اور کانوں کے گناہوں میں مبتلا کرنا بہت مشکل ہوگا اس لئے کہ اسے لوگوں سے شرم آئے گی، لیکن چونکہ آنکھوں کا گناہ کسی کو نظر نہیں آتا اس لئے اس کا نفس اسے اس میں مبتلا کردے گا۔

شیطان کا زہریلا تیر

شیطان بھی آنکھ کے گناہ کو اپنا ہتھیار بناتا ہے، اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ[1]

بلاشبہ بدنظری شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔

شیطان جب کسی کو شکار کرنا چاہتا ہے، کسی کو سیدھے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے، کسی ایسے شخص کو ترقّی سے روکنا چاہتا ہے جو روحانیت میں، اللہ تعالیٰ کی معرفت میں، اللہ تعالیٰ کی محبت میں آگے بڑھ رہا ہے، آخرت کی طرف راغب ہو رہا ہے، جسے مسجد میں، قرآن کی تلاوت میں، تسبیح میں، نیک لوگوں کی صحبت میں سکون ملنے لگا ہے، جس کو دنیا کی زیب وزینت، سیر وتفریح اور فیکٹری دکان میں دلچسپی نہیں رہی ہے، تو اسے بدنظری میں مبتلا کرتا ہے، یہ شیطان کا ایک خطرناک زہریلا تیر ہے۔

مختلف اعضاء کا زنا

اسی بدنظری کو حدیث میں آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے:

اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ[2]

(نامحرم کو) دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔

یہ زنا کی سب سے پہلی سیڑھی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں، زنا میں مبتلا ہونے کی سب سے پہلی سیڑھی بدنظری ہے، عورت پہلے نظر کو بھاتی ہے، نظر کو اچھی لگتی ہے، پھر ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اس کا پروگرام بنتا ہے، یہ قدم کا زنا ہے، پھر اس سے بات چیت ہوتی ہے، یہ کان اور زبان کا زنا ہے، پھر اسے ہاتھ لگایا جاتا ہے، یہ ہاتھ کا زنا ہے، یہ سارے کام زنا کے

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، ح(۱۰۳۶۲)

[2] صحيح مسلم، كتاب القدر، ح(۲۷۴۹)

مقدّمات ہیں، ان کو کرتے ہوئے:

اَلْقَلْبُ يَهْوِيْ وَيَتَمَنّٰى[1]

دل (زنا کی) خواہش وآرزو کرتا رہتا ہے۔

دل اندر ہی اندر حقیقی زنا کی لذّت کے لئے مچلتا رہتا ہے کہ کب موقع ملے کہ میں اپنا ارمان پورا کروں، دیکھتے وقت، اس کی طرف چلتے ہوئے، گفتگو کے دوران، ہاتھ لگاتے ہوئے یہی خیال رہتا ہے کہ کب اپنی خواہش پوری کرلوں، عورت بیچاری سادگی سے یہ سمجھ رہی ہوتی ہے کہ یہ تو ایسے ہی مجھ سے بات کررہا ہے، مگر مرد کے دل میں کچھ اور ہی ہوتا ہے، یہ دل کا زنا ہے، اس کے بعد حقیقی زنا کا مرحلہ آتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

اجنبی مرد اور عورت کی تنہائی میں ملاقات اور شیطان کا حملہ

نامحرم مرد اور عورت جب تنہائی میں ملتے ہیں تو شیطان فوراً حرکت میں آجاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ[2]

غور سے سنو! ایک مرد ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہیں کرے گا مگر وہاں ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔

بزرگانِ دین اپنی بصیرت سے یہاں تک کہہ گئے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسا پاکیزہ بزرگ اور حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا جیسی پاک دامن عورت بھی اگر تنہائی

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القدر، ح(۲۶۵۹)

[2] سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب من صلّى الصبح فهو في ذمّة اللّٰه، ح(۲۳۰۵)

میں جمع ہوجائیں تو شیطان ان کو بھی پھسلانے میں کامیاب ہوجائے گا۔[۱] کیوں؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوّت والی زبان سے نکلنے والی بات کبھی غلط نہیں ہوسکتی، جب اجنبی مرد اور عورت خلوت میں ملتے ہیں تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے جو ان کی شہوت کو بھڑکاتا ہے اور انہیں بدکاری کی طرف لے جاتا ہے۔

ہمارے جھوٹے دعوے

میرے بھائیو! یہ ہمارے خواہ مخواہ کے دعوے ہیں کہ جب ہم اجنبی عورتوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں تو ہمارے دلوں میں کوئی feeling نہیں ہوتی، کوئی غلط جذبہ نہیں اُٹھتا، ان کی طرف کوئی میلان نہیں ہوتا، میرے عزیزو! ہم اپنے دوستوں کو بلکہ پوری دنیا کو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو نہیں، اگر عورتوں کو دیکھنے سے کوئی لذّت محسوس نہیں ہوتی تو عورتوں پر نظر کیوں جمتی ہے؟ اگر نامحرم کو دیکھنے سے آپ کو کوئی لذّت محسوس نہیں ہوتی تو یہ کام کر کے اپنے رب کی نافرمانی کیوں کرتے ہیں؟ اتنا بڑا نقصان کیوں اُٹھاتے ہو کہ لذّت بھی نہ ملے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی سے بھی محروم ہونا پڑے؟ کیا کوئی عقلمند ایسا کام کرسکتا ہے جس میں لینے کے بجائے دینے پڑ جائے؟ ہرگز نہیں، ایسا کام وہی کرے گا جسے لذّت مل رہی ہو۔

بدنظری کی مختلف شکلیں

یہ بھی یاد رہے کہ بدنظری میں سب کچھ آگیا، سڑکوں پر چلتے چلتے عورتوں کو جھانکنا، یہ بھی بدنظری ہے، اخبار میں غلط تصویریں دیکھنا، یہ بھی بدنظری ہے، ٹیلی

---

[۱] شرعی پردہ پر قرآنی احکام کی تفصیل، ص:۲۸

ویژن کے پروگراموں میں عورتوں کو دیکھنا، یہ بھی بدنظری ہے، فلم دیکھنے والا تو بیچارہ کئی گھنٹے بدنظری میں مبتلا رہتا ہی ہے، لیکن جو لوگ فلم نہیں دیکھتے اور ایسی ڈاکیومنٹری دیکھتے ہیں جس میں پروگرام پیش کرنے والی عورت ہوتی ہے وہ بھی بد نظری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اسی طرح انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر غلط چیزوں کو دیکھنا بھی بدنظری ہے۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے نقصانات

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے فوائد اپنی جگہ، مگر اس کے جو سینکروں بُرے پہلو ہیں انہیں بھی تو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائیں، جو لوگ احتیاط نہیں کرتے ان کا دین خطرے میں رہتا ہے، ایسی کون سی بُرائی ہے جو اس میں نہیں ہوتی؟ فحاشی، عریانیت، بے حیائی، حیا سوز مناظر، یہ سب بُرائیاں اس پر عام ہیں، جس کا جو جی چاہے جب چاہے دیکھ سکتا ہے، کتنے لوگ اپنے گھر کے بند کمروں میں کیا کیا دیکھ لیتے ہوں گے، میرے بھائیو! اگر کوئی انٹرنیٹ، یوٹیوب، سوشل میڈیا اور ٹیلی ویژن پر برہنہ یا نیم برہنہ تصویر دیکھنے میں مبتلا ہو گیا تب تو یہ بدنظری کی بہت ہی بُری شکل ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ ہماری ایک ایک حرکت سے باخبر ہیں

میرے بھائی! تُو چھپ چُھپ کر نہ دیکھنے کی چیزیں دیکھ رہا ہے، بیشک تجھے دنیا میں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے مگر تیرا رب جو علیم وخبیر اور سمیع وبصیر ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، وہ تیری ایک ایک حرکت سے باخبر ہے اور اس کا تجھ سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔

﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ (الطارق: ۹)

جس دن بھید جانچے جائیں گے تو انسان کے پاس نہ کوئی قوّت ہوگی نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔

﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ﴾ (القیامۃ: ۱۳)

اس دن ہر انسان کو خبر دی جائے گی اُن اعمال کی جو اس نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن جب نامۂ اعمال کھولے جائیں اس وقت تقدّس اور تقویٰ، شرافت اور دین داری کی ہماری یہ چادر تار تار ہو کر رہ جائے، اَلْأَمَانُ وَالْحَفِيْظُ۔

بدنظری کا مرض جب ترقّی کرتا ہے.....

میرے بھائیو! یہ بدنظری کا مرض پھر ترقّی کرتا ہے اور ایسے شخص کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ دل میں عورتوں کی خیالی تصویریں بنا کر ہر وقت بدنظری میں مبتلا رہتا ہے، وہ مسجد میں صفِ اوّل میں گردن جھکا کر بیٹھا ہے، اس کے باوجود وہ اپنی ایک الگ دنیا میں بدنظری میں مشغول رہتا ہے، یہ مرض اتنا بُرا ہے کہ یہ موت کے وقت بھی پریشان کرتا ہے، یہ آنکھیں جب بدنظری کرتی ہیں تو فوٹو کھینچتی رہتی ہیں، اِس کو دیکھا فوٹو کھینچ لیا، اُس کو دیکھا فوٹو کھینچ لیا، اس طرح دل میں تصویریں جمع ہوتی رہتی ہیں، اب اگر اس بدنظری کی بیماری سے سچی توبہ نہیں کرتا تو عین موت کے وقت، جب ملکُ الموت روح نکال رہا ہوگا اس وقت یہ ساری تصویریں آنکھوں کے سامنے آئیں گی اور اپنی طرف لُبھا کر اللہ تعالیٰ سے غافل کریں گی، اللہ تعالیٰ

شانُہٗ ہماری حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

بیوی کے ساتھ بھی غیر کا تصوّر

بدنظری کا عادی شخص اتنا گر جاتا ہے اور اتنا رذیل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خواہش پوری کرتے ہوئے بھی کسی اور کے تصوّر میں رہتا ہے، توبہ توبہ! آدمی اتنا گر جائے کہ جسم بیوی کا اور تصوّر کسی اور کا؟ یہ سارا وبال بدنظری کا ہے، اگر اپنے آپ کو بدنظری سے بچاتا تو یہ حال نہ ہوتا، میرے بھائیو! ابھی بھی موقع ہے، توبہ کرکے اپنی آنکھوں کی حفاظت کیجئے، میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے یقین دلاتا ہوں کہ چند مہینوں کی کوشش کی برکت سے دل میں جتنی تصویریں ہیں وہ ساری ان شاء اللہ مٹ جائیں گی، اور پھر نہ دنیا میں رہتے ہوئے کسی قسم کی پریشانی ہوگی نہ مرتے وقت، زندگی بھی سکون والی ہوگی اور موت بھی، اور اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی جائز اور پاکیزہ لذّتوں سے مالا مال کریں گے۔

ایمان کی لذّت ومٹھاس

میرے بھائیو! ہم ان ناجائز صورتوں کو کیوں دیکھتے ہیں؟ لذّت کے لئے ہی نا؟ اگر ہمیں اس سے زیادہ لذّت والی کوئی اور چیز مل جائے تو؟ ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، ایک بچّہ چاکلیٹ کا عادی ہے، وہ اگر بیمار ہو جائے اور چاکلیٹ سے اس کی بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو چاکلیٹ چھڑانی پڑے گی، ظاہر ہے کہ یہ بات اس پر بہت گراں گزرے گی اور اسے یہ بہت مشکل معلوم ہوگا، لیکن اگر اس بچّے کو کسی ایسی چیز کی طرف متوجّہ کیا جائے جو چاکلیٹ سے زیادہ لذیذ ہو تو اس کے لئے بہت آسان ہو جائے گا، اگر اس سے کہا جائے کہ بیٹا! تم اس دوسری

چیز کو چکھ کر دیکھو، یہ چاکلیٹ سے زیادہ لذیذ ہے۔ اب وہ بچّہ اسے منہ میں رکھتا ہے اور اسے حقیقت میں چاکلیٹ سے زیادہ لذیذ پاتا ہے تو اس کے لئے چاکلیٹ سے اپنا دل ہٹانا بہت آسان ہوجائے گا، حق تعالیٰ شانُہٗ بھی اپنے بندوں پر بڑے شفیق اور مہربان ہیں، جب کوئی بندہ نامحرم عورت کو دیکھنے کی ناجائز لذّت یا کوئی بندی نامحرم مرد کو دیکھنے کی ناجائز لذّت کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یا اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑنے کا مجاہدہ کرے تو کچھ ہی مدّت میں اللہ تعالیٰ ایمان کی بہت اعلیٰ درجے کی لذّت اور مٹھاس عطا فرماتے ہیں، حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ، مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ أَبْدَلْتُهُ إِيْمَاناً يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ[1]

بیشک بدنظری شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو شخص میرے خوف سے اس سے دور رہتا ہے اور اپنی نگاہ کی حفاظت کرتا ہے، میں اس کے بدلے میں ایسا ایمان دوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

میرے بھائیو! جب پاکیزہ لذّت مل جاتی ہے تو کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ بندہ اور بندی اپنی نگاہوں کی ہر حال میں حفاظت کرتے ہیں تاکہ وہ ایمان کی مٹھاس اور لذّت سے لطف اندوز ہوسکیں۔

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، ح(۱۰۳۶۲)

بوڑھاپے میں بدنظری

میرے نوجوان ساتھیو! اس گناہ سے توبہ کرلو اور اپنی جوانی کو پاک بنالو، توبہ کی برکت سے آنکھیں، دل اور دماغ سب پاکیزہ ہوجائیں گے، اور اگر توبہ نہیں کروگے تو یاد رکھو کہ بدنظری کی اس گندگی سے دل گندا ہوتا رہے گا اور پھر بوڑھاپے میں بھی بدنظری کی عادت رہے گی اور آنکھوں کا زنا ہوتا رہے گا، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

ہماری ایک بہت بڑی کوتاہی

ہمارے معاشرے میں ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو بڑی عمر کے مردوں سے دور نہیں رکھا جاتا، جن گھروں میں پردے کی اہمیت نہیں ہے ان کا تو ذکر ہی کیا؟ لیکن جن گھروں میں پردے کا اہتمام ہے وہاں بھی بارہ، تیرہ، چودہ سال کی نوعمر لڑکیوں کا بڑی عمر کے مردوں سے پردہ نہیں کروایا جاتا، کہتے ہیں کہ یہ دادا اور نانا کے برابر ہیں، ان سے کیا پردہ؟ یہ خیال بہت غلط ہے اور اس بے پروائی کے نتائج بہت خطرناک ہیں، یاد رکھو! جب نامحرم بوڑھا بچیوں کو چھوتا ہے اور ان کے سروں پر ہاتھ رکھتا ہے تو وہ ہاتھ شفقت والا نہیں ہوتا، شہوت والا ہوتا ہے، اس لئے پردہ سب سے ہونا چاہئے، جوانوں سے بھی اور بوڑھوں سے بھی، جو بھی نامحرم ہے اس سے پردہ ضروری ہے۔

پردہ عورت کے لئے رحمت اور حفاظت کا سامان

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ پردے کا حکم عورتوں پر ظلم نہیں ہے بلکہ ان کے

لئے رحمت اور حفاظت کا سامان ہے، پردے کا حکم اس لئے ہے کہ کوئی شخص کسی عورت پر گندی نظر نہ ڈالے، کسی عورت کے سر پر گندا ہاتھ نہ رکھے، کسی عورت کو گندی نیت سے سینے سے نہ لگائے، کسی عورت کو گندی نیت سے بوسہ نہ دے، کسی عورت کے جسم کو گندی نیت سے ہاتھ نہ لگائے، اسلام میں عورتوں سے مصافحے کی ممانعت ہے، اسے گلے لگانے کی ممانعت ہے، اسے دیکھنے کی ممانعت ہے، وہ اس وجہ سے نہیں کہ عورت حقیر ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ قیمتی ہے، اور وہ اتنی قیمتی ہے کہ اسلام کو یہ گوارا نہیں ہے کہ کسی کا گندا ہاتھ، کسی کے گندے ہونٹ، کسی کی گندی نظر اس پر کسی صورت میں بھی پڑے۔

نگاہ کے روگ

میرے بھائیو! نگاہ کی حفاظت کرو اور خوب کرو، دیکھو! نگاہ کے اور بھی روگ ہیں، کسی چیز کو لالچ کی نگاہ سے دیکھا، یہ بھی بدنظری ہے، سوچا کہ یہ میرا بہت اچھا دوست ہے، اب لالچ کی نگاہ سے اس کی کسی چیز کو دیکھ کر پوچھتا ہے کہ یہ چیز کس دکان میں ملتی ہے؟ اس نیت سے پوچھ رہا ہے کہ دوست ہے اور سخی بھی ہے اس لئے یہ چیز مفت میں مل جائے گی، یہ بُری نگاہ ہے، بدنظری کی ایک اور قسم یہ ہے کہ کسی کی نعمت کو دیکھ کر دل میں خیال آئے کہ یہ نعمت اس کے پاس کیوں ہے؟ میرے پاس کیوں نہیں؟ یہ حسد کی نگاہ ہے، یہ بھی بُری نگاہ ہے، یہ بھی بدنظری ہے، یہ بھی ناجائز ہے، مگر اس وقت جس بدنظری کے سلسلے میں تاکید کر رہا ہوں وہ نامحرموں پر نظر ڈالنا ہے، مرد ہر حال میں نامحرم عورتوں سے اپنی نظروں کی حفاظت کریں اور عورتیں بھی نامحرم مردوں سے اپنی نظروں کی حفاظت کریں، پھر دیکھیں کہ عبادت

میں لذّت محسوس ہوتی ہے یا نہیں؟ نماز کی اور ذکر کی کیفیت میں تبدیلی آتی ہے یا نہیں؟ تلاوت میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟

دل چاہے نہ چاہے بدنظری سے ہر حال میں بچو

میرے عزیزو! آج اسی وقت توبہ کرلو اور بدنظری کے اس گناہ سے اپنے آپ کو پاک کرلو، شروع شروع میں کچھ مشکل معلوم ہوگا، مگر اللہ تعالیٰ کا جو بھی بندہ ہمّت کرکے اپنے آپ کو چند مرتبہ اس ناجائز لذّت سے بچالے گا تو پھر اسے ایمان کی حقیقی لذّت محسوس ہونے لگے گی اور جو چیز پہلے مشکل اور کڑوی تھی وہ آسان اور میٹھی محسوس ہونے لگے گی، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے شہوت والے گناہوں سے بچنے کی ایک بہت عمدہ مثال دی ہے، فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی مرتبہ جب قہوہ کو منہ میں لیا تو وہ اتنا کڑوا لگا کہ اسے حلق سے اُتارنا مشکل ہوگیا، پھر عربوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا بڑھا اور قہوہ پینے کی نوبت آتی رہی یہاں تک کہ وہ منہ کو لگ گیا، اب ساری کڑواہٹ ختم ہوگئی اور اسے پینے میں مزہ آتا ہے۔[1]

سعودی عرب میں چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں قہوہ دیا جاتا ہے، جن حضرات نے مکّہ مکرّمہ یا مدینہ منوّرہ میں رمضانُ المبارک گزارا ہے انہیں پتا ہے، یہ قہوہ جب سب سے پہلی مرتبہ پیا جاتا ہے تو کچھ کڑوا سا معلوم ہوتا ہے، طبیعت کو نہیں بھاتا، دوسری مرتبہ بھی وہی حالت، دس، بارہ، پندرہ مرتبہ پینے کی جب نوبت آئے گی تب جاکر قہوہ سے مناسبت پیدا ہوگی، اس کے بعد قہوہ سے ایسی رغبت ہوگی کہ نام سنتے

---

[1] اصلاحی مجالس: ۱/۱۰۳

ہی طبیعت میں انبساط پیدا ہو جائے گا، بدنظری سے اپنے آپ کو بچانا بھی بالکل قہوہ کی طرح ہے، پہلی مرتبہ نگاہ نیچی کرو گے تو بہت کڑواہٹ محسوس ہوگی، دوسری مرتبہ نگاہ نیچی کرو گے تب بھی کڑواہٹ، آٹھ، دس، پندرہ، بیس، پچیس مرتبہ جب نگاہیں نیچی کرو گے تب کڑواہٹ کی جگہ لذّت محسوس ہونے لگے گی۔

میرے بھائیو! اس مرض سے نجات کا یہی طریقہ ہے کہ ہم توبہ کریں اور پھر ہمّت کر کے اس توبہ پر جمیں، کتنا ہی کڑوا لگے، ہم برابر بچتے رہیں، ہم یہ عزم کر لیں کہ کچھ بھی ہو جائے مگر بدنظری نہیں ہوگی، جان چلی جائے مگر یہ گناہ نہیں ہوگا۔

کالج یونیورسٹی وغیرہ میں نظر کی حفاظت

اب یہاں میرے بہت سے ایسے بھائی بھی بیٹھے ہوئے ہیں جو کالج اور یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں، جو ہسپتال میں کام کرتے ہیں، ایسے ماحول میں کام کرتے ہیں جہاں بدنظری سے بچنا ناممکن سمجھا جاتا ہے، یہاں بیٹھے ہوئے میرے بہت سے دوست جدید تعلیم یافتہ (professionals) ہیں، ان سب کے ذہنوں میں یہ بات ضرور آرہی ہوگی کہ ہم مانتے ہیں کہ یہ خطرناک گناہ ہے، ہم اس گناہ سے توبہ بھی کرنا چاہتے ہیں اور بچنا بھی چاہتے ہیں، مگر آپ کا ماحول الگ ہے اور ہمارا ماحول الگ، آپ مدرسہ اور مسجد کی چہار دیواری میں رہتے ہیں، ہم ایسے ماحول میں وقت گزارتے ہیں جہاں ہر وقت ہمارے سامنے عورتیں ہوتی ہیں۔

ایسے حضرات سے میں کہوں گا کہ میرے بھائیو! حق تعالیٰ شانُہٗ کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جسے بجالانا ممکن نہ ہو، اگر حق تعالیٰ شانُہٗ کا کوئی حکم ایسا ہوتا جس پر عمل کرنا ناممکن ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ چودہ سو سال پہلے جب حق تعالیٰ شانُہٗ نے یہ

شریعت نازل کی تھی اُس وقت اللہ تعالیٰ شانُہ کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ اکیسویں صدی میں انڈیا، پاکستان، سعودی عرب، ترکی وغیرہ ممالک سے بہت سے بندے انگلینڈ جائیں گے، وہاں کی یونیورسٹیوں میں پڑھیں گے، وہاں کے کالجوں میں پڑھیں گے، وہاں کی ہسپتالوں میں کام کریں گے، اور وہاں عورتیں بھی ہوں گی اوران کے لئے اس حکم پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوگا، کیا اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات نہیں تھی؟ کیا کسی مسلمان کا یہ نظریہ ہوسکتا ہے؟ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہیں، ان کے لئے علم کے اعتبار سے آج اور کل دونوں برابر ہیں، قیامت تک کیا ہونے والا ہے اور اس کے بعد ابدُالآباد تک کیا ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے، اسی علیم وخبیر اللہ نے یہ حکم نازل فرمایا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اِس حکم پر عمل کرنا ہر جگہ اور ہر دور میں ممکن ہے۔

بے پردگی والے ماحول میں بدنظری سے بچنے کا طریقہ

سب سے پہلے آپ اِس گناہ کی سنگینی کو دل میں بٹھائیں، پھر آپ یہ تسلیم کریں کہ اللہ تعالیٰ کے اِس حکم پر عمل کرنا آج بھی ممکن ہے، اس کے بعد یہ فیصلہ کریں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پورا کرنا ہے، یہ فیصلہ آج اسی وقت کرلیں اور یہاں سے جانے سے پہلے دو رکعات نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرلیں اور التجا کریں کہ اے اللہ! میں دکان میں کھڑا رہتا ہوں، میں ہسپتال میں کام کرتا ہوں، دفتر میں کام کرتا ہوں، اے اللہ! آپ قادرِ مطلق ہیں، ایسے ماحول میں بھی آپ اگر چاہیں تو مجھے بدنظری کے گناہ سے بچا سکتے ہیں، میرے لئے اس کے اسباب پیدا فرما دیجئے!

میرے بھائیو! آپ بدنظری کو گناہ سمجھیں، اس سے بچنے کا پختہ ارادہ کریں اور

دعا کے ساتھ کوشش کریں، ان شاء اللہ ضرور کامیابی ملے گی۔

تو سب سے پہلے اِس گناہ کی سنگینی کو دل میں بٹھائیں کہ یہ گناہ بڑا سنگین ہے، یہ ایک گندہ اور بُرا عمل ہے، اُس کے بعد یہ طے کرلیں کہ مجھے اس گناہ سے ہر حال میں بچنا ہے، یہ کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ شانُہ کی طرف رجوع کر کے مدد مانگیں، گڑگڑا کر عاجزی کریں، مُضطَر اور بے بس بن کر مانگیں، ساتھ ساتھ حق تعالیٰ شانُہ کے نیک بندوں میں سے کسی اچھے شیخ سے وابستہ ہو کر ان کے سامنے اپنے احوال رکھیں کہ میں ایسی جگہ کام کرتا ہوں، میری یہ مشکلات ہیں، میرا یہ مسئلہ ہے، آپ رہنمائی فرمائیں اور علاج بتلائیں، اور پھر جیسے وہ بتاتے جائیں ویسے آپ کرتے چلے جائیں، ان شاء اللہ اِس بُرے عمل سے نجات مل جائے گی۔

میرے بھائیو! ارادہ تو کرو، اپنے دل میں یہ بات تو بٹھاؤ کہ اِس گناہ سے بچنا ممکن ہے اور میں ان شاء اللہ بچوں گا، آپ ہرگز مایوس نہ ہوں، اگر آج اس بات کو طے کر کے اُٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اس گناہ سے نجات مل جائے گی، اور اگر نہیں تو اتنا ضرور ہوگا کہ اس میں کمی آئے گی، اگر روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ بدنظری ہو رہی تھی تو ان شاء اللہ آئندہ کل اس سے کم ہوگی، ساٹھ (۶۰) مرتبہ ہوگی، نوّے (۹۰) مرتبہ ہوگی، ننانوے (۹۹) مرتبہ ہوگی، اگر کوشش کرنے سے ایک مرتبہ بھی بچ گئے تو اس کی برکت ظاہر ہوگی اور دوسرے دن دو مرتبہ بچنے کی توفیق ملے گی، اس کی برکت سے پھر تین مرتبہ بچو گے، اس طرح کرتے کرتے ان شاء اللہ ایک دن اِس مرض سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔

تو اِس گناہ سے بچنے کا عزم کرو اور روزانہ صبح کو فیکٹری جانے سے پہلے، آفس

جانے سے پہلے، ہسپتال جانے سے پہلے، کالج یونیورسٹی جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! اتنی مدّت تیری نافرمانی میں مبتلا رہا، کبھی اس سے بچنے کی کوشش نہیں کی، آج میں اس عزم کے ساتھ جارہا ہوں کہ اب یہ گناہ نہیں کروں گا، اے اللہ! مجھے بچالے! اے اللہ! میری مدد فرما! دعا کرکے نکلو اور پھر ہر وقت چوکنّا رہو اور بچنے کی پوری کوشش کرو، پھر شام کو جب واپس گھر آؤ تو ضروری کاموں سے فارغ ہوکر وضو کرکے آنکھیں بند کرکے مصلّے پر یا صوفے پر چند منٹ کے لئے بیٹھ کر دن بھر کا محاسبہ کرو، اگر بدنظری سے بچنے میں کامیابی نظر آئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرکے مزید توفیق کا سوال کرو، اگر ناکامی نظر آئے تو استغفار اور توبہ کرکے عزم کی تجدید کرو کہ اے اللہ! کوشش کی مگر فیل ہوا، آئندہ نہیں کروں گا، اے اللہ! میری مدد فرما اور مجھے بچالے! اے اللہ! روزی کے لئے مجھے کوئی دوسرا ذریعہ عطا فرما! اور اگر میری روزی یہیں مقدّر ہے تو مجھے گناہ سے بچنے کی طاقت اور ہمّت عطا فرما! میں جانتا ہوں کہ یہ تیرا حکم ہے اس لئے ہر حال میں ہر جگہ اس حکم پر عمل کرنا ضروری بھی ہے اور ممکن بھی، یہ میری اپنی کمزوری ہے کہ عمل نہیں کر پا رہا ہوں، اے میرے اللہ! میری مدد فرما!

میرے بھائیو! روزانہ صبح کو دعا کرو، پھر پورا دن چوکنّا رہ کر اپنی نگرانی رکھو، شام کو واپس آکر محاسبہ کرکے توبہ و استغفار کرو اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، پھر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت آتی ہے یا نہیں؟ ان شاء اللہ ضرور آئے گی، اصل بات یہ ہے کہ ہم کوشش ہی نہیں کرتے۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے سلسلے میں ہدایات

عزیزو! انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے سلسلے میں ایک اور بات بھی عرض کردوں، وہ یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے انہیں استعمال مت کرو، ویب سائٹ بھی چاہے اسلامی ہو یا غیر اسلامی، بغیر ضرورت کے استعمال مت کرو، ''web'' مکڑی کے جالے کو کہتے ہیں اور جب کوئی مچھر اس میں پھنس جاتا ہے تو نکل نہیں پاتا، انٹرنیٹ کا بھی یہی حال ہے، جو اس میں پھنس جاتا ہے وہ پھر پھنستا ہی چلا جاتا ہے۔

میرا اپنا تجربہ ہے کہ کبھی ضرورت پڑی اور کسی ویب سائٹ پر چلا گیا، اس کے کسی مضمون کو پڑھتے ہوئے کوئی اور چیز سامنے آگئی، خیال آیا کہ اسے بھی پڑھ لوں، اُس پر چلے گئے، اب اور کوئی چیز سامنے آگئی اور خیال آیا کہ یہ مضمون بھی دلچسپ معلوم ہوتا ہے، اسے بھی پڑھ لینا چاہئے۔ آپ حضرات کو بھی یہ تجربہ ہوا ہوگا کہ دس پندرہ منٹ کے ارادے سے کسی ویب سائٹ پر گئے اور فارغ ہوئے تو پتا چلا کہ ڈیڑھ دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔

وہ کام جو وقت کی چوری کرنے والے ہیں

میرے عزیزو! اگر آپ زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع ہونے سے بچانا چاہتے ہیں اور اپنے وقت کو کارآمد کاموں میں خرچ کرنا چاہتے ہیں تو انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، اسمارٹ فون اور واٹس ایپ کے استعمال میں احتیاط سے کام لیجئے، یہ سب چیزیں فٹ بال اور کرکٹ کی کمنٹری اور گپ شپ کی مجلسوں کی طرح وقت کے چور اور ڈاکو ہیں، ان سارے ڈاکوؤں سے خوب دور رہو تاکہ ہمارا وقت قیمتی اور کارآمد کاموں میں خرچ ہو، انٹرنیٹ ان لوگوں کے لئے ٹھیک ہے جو اپنے آپ کو گناہوں اور لایعنی

سے بچا سکتے ہیں، جو لوگ اپنے نفس کو کنٹرول نہیں کر پاتے، انہیں تو ہر حال میں بچنا چاہئے، بعض لوگوں کو یہ تجربہ ہوا کہ وہ کسی کا بیان سننے کی غرض سے گئے اور اختتام ہوا فلم پر یا کسی ناجائز چیز پر، بلکہ pornography (فحش نگاری) پر۔

اگر انٹرنیٹ کا استعمال ناگزیر ہے تو.....

رہے وہ حضرات جن کے لئے انٹرنیٹ کا استعمال ناگزیر ہے، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اتنا ہی استعمال کرو جتنی ضرورت ہے، اسی ویب سائٹ پر جاؤ جس کو دیکھنے کی ضرورت ہے، اور ساتھ ساتھ وقت مقرّر کرلو کہ اتنے وقت میں فارغ ہوجانا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں، ایک اور کام کی بات یہ ہے کہ کمپیوٹر کو ایسی جگہ رکھ کر استعمال کرو جہاں دوسرے لوگوں کا آنا جانا ہوتا کہ غلط چیزوں کو دیکھنے سے حفاظت رہے۔

آمدم برسرِ مطلب

خیر، عرض یہ کر رہا تھا کہ اپنی آنکھوں کی خوب حفاظت کرو اور بار بار قرآنِ مجید کی اس آیت کا مراقبہ کرو:

﴿يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ﴾ (المؤمن: ١٩)

اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور ان چیزوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

اپنے آپ کو سمجھاؤ کہ میری آنکھوں کی چوری اور خیانت کو میرا خالق اور مالک خوب جانتا ہے، صرف اتنا ہی نہیں، وہ تو میرے دل میں جو بات گزرتی ہے اُسے بھی

اچھی طرح جانتا ہے، میرے بھائیو! اپنی خوب حفاظت کرو اور راستے میں چلتے ہوئے نگاہیں نیچی رکھنے کی عادت بناؤ، ہماری عادت اِدھراُدھر دیکھ کر چلنے کی ہے، ہم دائیں، بائیں اور آگے دیکھتے ہوئے چلتے ہیں اور جب کسی نامحرم عورت پر نظر پڑتی ہے تو نظریں نیچی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اب ظاہر ہے کہ کسی پر نظر پڑنے کے بعد نگاہ کو نیچی کرنا آسان نہیں ہے، بہتر طریقہ یہی ہے کہ شروع ہی سے نگاہ نیچی رکھی جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (النور: ۳۰)

آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱)

آپ مؤمن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

مطلب یہ ہے کہ مرد یا عورت جب اپنے گھر سے نکلے تو نیچے دیکھ کر چلے، جب نیچے دیکھ کر چلیں گے تو دائیں، بائیں اور آگے کیا ہے پتا نہیں چلے گا، اس لئے نیچے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے چلو، جب ضرورت پیش آئے تب دائیں، بائیں یا آگے دیکھو۔

انسانوں کو راہِ راست سے بہکانا شیطان کا مشن ہے

شیطان کو جب جنّت سے نکالا گیا تو اس نے کہا:

﴿اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۴)

مجھے مہلت دیجئے اُس دن تک جس دن لوگ (قبروں سے) اُٹھائے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۵)

تو ان لوگوں میں سے ہے جنہیں مہلت دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب شیطان کو جنّت سے نکل جانے کا حکم فرمایا تو اس نے درخواست پیش کی کہ اے اللہ! مجھے آپ قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جنہیں مہلت دی گئی ہے۔ یعنی تیرے مقدّر میں پہلے سے لکھا تھا کہ تو قیامت تک زندہ رہنے والا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کرلیا تب شیطان نے کہا:

﴿فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۶،۱۷)

اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیرے سیدھے راستے پر، پھر ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے، اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

شیطان سے بچنے کی تدبیر

شیطان نے اپنی گفتگو میں آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے آنے کا تذکرہ کیا مگر اوپر اور نیچے کی جہت کا ذکر نہیں کیا، مفسّرین کی ایک جماعت یہ

کہتی ہے کہ اس گفتگو سے شیطان کی مراد یہ ہے کہ وہ دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے، ہر طرف سے اور ہر سمت سے آئے گا اور حملہ آور ہوگا۔[1] مفسّرین کی دوسری جماعت کہتی ہے کہ شیطان صرف چار جہتوں سے حملہ کرسکتا ہے، دائیں سے، بائیں سے، آگے سے اور پیچھے سے، وہ نیچے سے اس لئے حملہ نہیں کرسکتا کہ وہ متکبّر ہے اور اس کا تکبر اسے نیچے کی طرف سے آنے سے روکتا ہے، اور اوپر کی جانب سے اس لئے حملہ آور نہیں ہوسکتا کہ وہاں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اُترتی ہے اور شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ بندے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے درمیان حائل ہوجائے، لہٰذا شیطان اوپر کی جانب سے اور نیچے کی جانب سے بندے پر حملہ نہیں کرسکتا۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ بدنظری سے بچنے کے لئے ہمارے پاس دو شکلیں ہیں، یا تو ہم اوپر دیکھ کر چلیں یا نیچے دیکھ کر، اگر دائیں طرف دیکھا تو خطرہ، بائیں طرف دیکھا تو بھی خطرہ، آگے نظر اُٹھا کر دیکھا تو بھی خطرہ اور پیچھے دیکھا تو بھی خطرہ، لیکن نظر نیچے کی طرف رہے گی یا اوپر کی طرف تو بدنظری سے حفاظت رہے گی، مگر اوپر دیکھیں گے تو ٹھوکر لگنے کا خطرہ ہے، اس لئے اب ایک ہی شکل رہ گئی، نیچے دیکھ کر چلنا، اگر نیچے دیکھ کر چلتے رہے تو ان شاء اللہ بدنظری سے حفاظت رہے گی۔

میرے بھائیو! بدنظری بہت خطرناک بیماری ہے، جب تک ہم اپنے آپ کو اس سے پاک نہیں کریں گے اُس وقت تک روحانی ترقّی نہیں ہوگی، ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، نیک اعمال میں مشغول رہتے ہیں، نیک صحبت

---

[1] تفسير الثعالبي: ۳/ ۱۳

[2] حاشية الصاوي على تفسير الجلالين: ۲/ ٦٦٠

اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بجا لانے کا مجاہدہ کرتے ہیں، ان سب چیزوں سے دل میں عشقِ الٰہی کی گرمی پیدا ہوتی ہے، مگر اس کے باوجود دل کی کیفیت میں تبدیلی نہیں آتی، وجہ اس کی یہی ہے کہ ہماری آنکھوں کی کھڑکی کھلی ہے جس سے عشقِ الٰہی کی یہ گرمی باہر نکل جاتی ہے، آج سے ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہماری آنکھوں کی یہ کھڑکی ہر حال میں بند رہے، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی عشقِ الٰہی کی گرمی محسوس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

بدنظری کا خطرناک انجام

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ نظر کی حفاظت نہیں کرتے بالآخر عشقِ مجازی میں مبتلا ہو کر برباد ہوتے ہیں اور ان کو دنیا ہی میں جس قدر پریشانی کا عذاب ہوتا ہے وہ خود عاشقِ مجاز ہی محسوس کرتا ہے، اور انجامِ کار کتنے لوگ بجائے اللہ کے اس معشوق کا نام لیتے لیتے مر گئے اور کلمہ نصیب نہ ہوا۔

(بدنظری اور عشقِ مجازی کی تباہ کاریاں اور اس کا علاج، ص: ۱۳)

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۲	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسىٰ الترمذي	دار التأصيل، مصر
۳	المعجم الكبير للطبراني	الإمام الطبراني	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	تفسير الثعالبي	أبو إسحاق الثعالبي	دار التفسير، جدّة
۵	حاشية الصاوي على تفسير الجلالين	أحمد بن محمد الصاوي المالكي	دار الفكر، بيروت
۶	شرعی پردہ پر قرآنی احکام کی تفصیل	حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی	کتاب گھر، کراچی
۷	اصلاحی مجالس	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	میمن پبلشرز، کراچی

عورت کا اصلی کمال

تفصیلات

وعظ کا نام : عورت کا اصلی کمال

صاحبِ وعظ : حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

تاریخِ وعظ : جمادی الاُولیٰ ۱۴۳۰ھ بمطابق مئی ۲۰۰۹ء

مقامِ وعظ : اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

فہرست

عورت کا اصلی کمال ۲۰۵
روحانی ترقّی میں مرد اور عورت دونوں برابر ۲۰۵
مردوں کی طرح عورتیں بھی مقامِ صدّیقیت پر فائز ۲۰۶
کیا علم اور تقویٰ کے میدان میں مرد اور عورت کا مقابلہ نہیں ہونا چاہئے؟ ۲۰۸
عورت کا اصلی کمال ۲۰۹
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ۲۰۹
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ۲۱۰
اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں تو کچھ نہیں ۲۱۱
دین دار عورتیں ہر دور میں ۲۱۲
جو چیز نایاب ہوتی ہے اس کی قیمت زیادہ ۲۱۲
حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نانی کا مقام ۲۱۳
اُمّی بی کے معمولات اور ان کی پابندی ۲۱۳
اُمّی بی کی نماز ۲۱۴
پیٹ ذکر و تسبیح سے بھر جاتا ہے ۲۱۵
اُمّی بی کو خاندان کی دینی حالت کی فکر ۲۱۵
بی بی صفیہ کی دینی حالت ۲۱۶
قناعت اور سادگی: بہترین زیور ۲۱۷
سیر و تفریح کی خرابیاں ۲۱۸

سیر وتفریح میں بھی اعمال اور معمولات کا اہتمام ۲۲۰
آمدم بر سرِ مطلب ۲۲۱
صحیح اور غلط میں تمیز کرنا مشکل ۲۲۱
ماٰخذ ومراجع ۲۲۳

عورتوں کی دینی ترقّی

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کو خدا کی قسم کھا کر بتاتے ہیں کے دین کے احکام پر عمل کرنے سے اور دین کا ضروری علم حاصل کرنے سے، اس پر عمل کرنے سے مستورات نے اسلامی تاریخ میں، اسلامی دنیا میں وہ وہ ترقّیاں حاصل کی ہیں، روحانیت کے اُس درجے تک پہنچی ہیں جس درجے تک اُس زمانے میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مرد نہیں پہنچ پائے، آج ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا رابعہ بصریہ کا نام نہیں سنا کہ رابعہ بصریہ کون تھیں؟ ان کے زمانے میں ہزاروں نہیں، لاکھوں آدمی بھی ان کے درجے کو نہیں پہنچے ہوں گے۔

(اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق وفرائض، ص: ۴۰)

عورت کا اصلی کمال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتِمِ الْأَنْبِیَاءِ، وَعَلٰی آلِہِ الْأَصْفِیَاءِ وَأَصْحَابِہِ الْأَتْقِیَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ (النحل:۹۷) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْکَرِیْمُ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

روحانی ترقی میں مرد اور عورت دونوں برابر

اللہ تعالیٰ شانہ نے انسانوں کو پیدا کیا اور انہیں مرد اور عورت میں تقسیم کیا، پھر ان دونوں میں دنیوی اعتبار سے کچھ فرق رکھا، عورتیں عموماً جسمانی اعتبار سے مردوں کی بنسبت کمزور ہوتی ہیں اور مرد عموماً ان سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں،

عورتیں بچّے جنتی ہیں، مرد نہیں جنتے، مردوں کے چہروں پر ڈاڑھیاں ہوتی ہیں اور عورتوں کے چہروں پر نہیں ہوتیں وغیرہ وغیرہ، جسم کی ساخت بھی دونوں کی الگ الگ بنائی، قوّت میں بھی امتیاز رکھا، جسمانی اعتبار سے مرد عموماً زیادہ طاقتور ہوتا ہے، شجاعت اور بہادری میں بھی دونوں میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے، لیکن جہاں تک علم، اعمالِ صالحہ، روحانیت، تقویٰ اور دین داری کا تعلّق ہے، اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کیا ہے، ترقّی کے جتنے مواقع مردوں کے لئے ہیں وہ سارے عورتوں کے لئے بھی ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی ظاہری کمزوریوں کو سامنے رکھ کر تقویٰ اور روحانیت میں ترقّی کے لئے سہولتیں بھی مہیّا کیں تاکہ وہ مردوں سے پیچھے نہ رہیں، مثال کے طور پر شریعتِ مطہّرہ نے مردوں کے لئے نماز کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضروری قرار دیا، مرد کی نماز کا ثواب پچیس (۲۵) گُنا اس وقت ہوگا جب وہ مسجد جاکر جماعت کے ساتھ ادا کرے گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے یہ سہولت رکھی کہ انہیں یہ اضافہ اپنے گھر ہی میں نماز ادا کرنے پر مل جاتا ہے۔[۱]

مردوں کی طرح عورتیں بھی مقامِ صدّیقیت پر فائز

روحانی ترقّی کے اعتبار سے دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ عورت نبوّت کے مقام پر فائز نہیں ہوسکتی، نبوّت کے علاوہ روحانیت کے جتنے مقامات ہیں ان کے حصول کی صلاحیت مرد اور عورت دونوں میں ایک جیسی ہے، نبوّت کے بعد مقامِ صدّیقیت سب سے اونچا مقام ہے، مردوں کی طرح عورتیں بھی اس مقام پر

---

[۱] مسند الفردوس، ح(۳۷۲۶)

فائز ہو سکتی ہیں، حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس بلند مقام پر فائز تھیں، اس کا ذکر قرآن میں موجود ہے:

﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيۡقَةٌ﴾ (المآئدة:۷۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ (حضرت مریم رضی اللہ عنہا) صدّیقہ تھیں۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے صدّیقہ ہونے پر بھی پوری اُمّت کا اتّفاق ہے، ان کے شاگرد حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جب ان سے حدیث روایت کرتے تو کہتے:

حَدَّثَتْنِيْ الصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ حَبِيْبَةُ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْمُبَرَّأَةُ[1]

اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکباز محبوبہ اور (حضرت ابوبکر) صدّیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی (حضرت عائشہ) صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا۔

تو نبوّت کے علاوہ روحانیت کے جتنے مقامات ہیں ان کو حاصل کرنے کی استعداد مرد اور عورت دونوں میں برابر ہے، جو جتنی محنت کرے گا اتنا آگے بڑھے گا۔

مَنْ جَدَّ وَجَدَ

جو کوشش کرے گا وہ پائے گا۔

﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾

(النحل:۹۷)

---

[1] مسند أحمد، ح(۲۶۰۴۴)

جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو، تو ہم ضرور اسے خوش گوار زندگی عطا کریں گے اور ان کے عمدہ عمدہ کاموں کے بدلے میں انہیں ان کا اجر دیں گے۔

انسان مرد ہو یا عورت، ایمان اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کر کے بلند ترین مرتبوں پر فائز ہوسکتا ہے اور دنیا اور آخرت میں بہترین بدلے کا مستحق ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ دونوں پر مہربان ہیں اور کامیابی کے سارے راستے دونوں کے لئے مہیّا کرتے ہیں، جو جتنی محنت کرے گا اس کی اتنی ہی ترقّی ہوگی، اگر مرد کی محنت زیادہ ہوگی تو وہ عورت سے آگے نکل جائے گا اور اگر عورت کی محنت بڑھ جائے گی تو وہ مردوں پر سبقت لے جائے گی، جس طرح بہت سے مرد آخرت میں بہت سی عورتوں سے بلند مرتبے پر فائز ہوں گے، اسی طرح بہت سی عورتیں بھی بہت سے مردوں پر سبقت لے جائیں گی۔

کیا علم اور تقویٰ کے میدان میں مرد اور عورت کا مقابلہ نہیں ہونا چاہئے؟

دنیا میں ایسی بہت سی عورتیں گزری ہیں جنہوں نے اپنے عمل سے دکھلایا کہ ہم دین داری، تقویٰ، علم، پرہیز گاری، روحانیت، زہد اور عبادت میں مردوں کے شانہ بہ شانہ چل سکتی ہیں اور ان کا مقابلہ کرسکتی ہیں، لیکن جو عورتیں آخرت کی فکر سے غافل ہیں، وہ دنیوی کاموں میں تو مردوں کے شانہ بہ شانہ چل کر اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش میں رہتی ہیں کہ ہم بھی مردوں کے برابر ہیں، مگر افسوس کہ ان میں سے کوئی بھی علم وعمل اور تقویٰ و پرہیز گاری کے میدان میں برابری یا برتری ثابت کرنے کے لئے کوشش کرتی ہوئی نظر نہیں آتی، کیا دین داری کے

میدان میں، روحانیت کے میدان میں، تقویٰ کے میدان میں، علم کے میدان میں مقابلہ نہیں ہونا چاہیے؟

عورت کا اصلی کمال

پچھلے زمانے کی عورتیں بڑی سمجھ دار تھیں، انہوں نے اس اصل میدان میں مردوں کا مقابلہ کیا اور خوب کیا، وہ مقابلہ کرکے بہت سے مردوں سے آگے نکل گئیں، اس سلسلے میں ازواجِ مطہّرات اور صحابیات کے واقعات تو ہیں ہی، مگر بعد کے زمانے کی عورتوں کے بھی ایسے احوال بکثرت ملتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے، علّامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے، مفسّر بھی تھے، محدّث بھی اور فقیہ بھی، اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کا بہت بڑا کام لیا، ان کے اہم اساتذہ کی فہرست میں مرد اساتذہ کے ساتھ عورتوں کے نام بھی ہیں۔[۱]

یہ عورتیں بہت ہوشیار اور عقلمند تھیں، انہوں نے یہ کوشش نہیں کی کہ دنیوی امور میں مردوں کا مقابلہ کریں اس لئے کہ اگر عورتیں ان امور میں مقابلہ کرکے یہ ثابت کر بھی دیں کہ ہم میں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں تو کیا حاصل ہوگا؟ دنیوی زندگی چندروز کی ہے، اصل کمال تو یہ ہے کہ عورت کوشش اور محنت کرکے یہ ثابت کرے کہ روحانیت اور آخرت کی کامیابی میں ہم مردوں سے کچھ پیچھے نہیں ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ بہت نیک اور پارسا تھیں، ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے، انہوں نے تنِ تنہا اپنے یتیم بیٹے کی ایسی تربیت کی کہ وہ وقت کا امام بنا اور اس

---

[۱] فهرس الفهارس والأثبات: ۲/۱۰۱۴

نے پوری دنیا کو اپنے علم سے سیراب کیا، پوری دنیا آج ان کی احسان مند ہے، دیکھو! انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے محنت کرکے یہ ثابت کیا کہ ایک عورت وہ کام انجام دے سکتی ہے جو بہت سے مرد بھی نہیں کرسکتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ

ایک اور مثال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یتیم تھے، آپ کی والدہ نے آپ کی ایسی تربیت کی کہ آپ امیر المؤمنین فی الحدیث کہلائے، آپ علم وعمل دونوں میدان کے شہسوار بنے، قیامت کے دن آپ کی والدہ کا سر کتنا اونچا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سے تعلّق اتنا تھا کہ بچپن میں جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی چلی گئی تو وہ مایوس نہیں ہوئیں، بلکہ پورے اعتماد وتوکّل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رو روکر دعا کرتی رہیں، ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ کی بندی! تیری کثرتِ آہ وزاری کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے محمد کی بینائی واپس کردی ہے۔ صبح اُٹھ کر دیکھا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی لوٹ چکی تھی۔[1] دعا کا یہ اثر تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی پہلے سے زیادہ تیز ہوگئی، اسی وجہ سے آپ چاندنی راتوں میں کتابوں کی تصحیح کرلیا کرتے تھے۔[2]

اس نیک عورت کا اللہ تعالیٰ پر کتنا اعتماد ہوگا کہ ایسے مشکل ترین مرحلے میں بھی مایوس نہیں ہوئی، بلکہ اللہ تعالیٰ سے برابر دعا کرتی رہی، ان کا مقام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنا اونچا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مراد پوری فرمائی، آج اگر کسی بچّے کی بینائی

---

[1] هدي الساري: ۵۲۸/۲

[2] سير أعلام النبلاء: ۴۰۰/۱۲

چلی جائے یا کوئی اور حادثہ پیش آجائے تو کیا عورتوں یا مردوں کو اللہ تعالیٰ شانُہٗ کی ذات پر اتنا یقین اور بھروسہ ہے؟ کیا وہ مایوسی کے شکار ہوئے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اطمینان حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کے ذہنوں میں یہ بات یقین کے درجے میں راسخ ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہیں اور رحمٰن ورحیم ہیں، وہ ضرور ہماری پریشانی دور کریں گے؟

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں تو کچھ نہیں

پچھلے زمانے میں ایسی عورتیں تھیں جو مردوں کا دین داری میں مقابلہ کرتی تھیں، تقوے میں مقابلہ کرتی تھیں، حصولِ علم میں مقابلہ کرتی تھیں، ان کو یہ فکر نہیں تھی کہ دنیوی امور میں ہم مردوں سے آگے نکل جائیں، یہ فکر نہیں تھی کہ شوہر کسی طرح تابع ہوجائے اور گھر کی ہر چیز میں ہمارا کلّی اختیار چلے، یہ فکر نہیں تھی کہ دنیا کا عیش حاصل ہو، نہیں، ان کو فکر تھی تو آخرت کی، علم کی اور عمل کی، اس کے برعکس آج کی عورتوں کی پوری توجّہ اس بات کی طرف ہے کہ زیب وزینت اعلیٰ قسم کی ہو، فرنیچر بہتر سے بہتر ہو، عمدہ قالین اور curtains (پردے) ہوں، شوہر ہمارے اشارے پر چلتا ہو اور ہمیں ہر قسم کی آزادی حاصل ہو، گھریلو ذمّہ داری سے بھی اور شریعت کی پابندی سے بھی، یہ کیسی سوچ ہے؟ کیا اس کا نام کامیابی ہے؟ اگر یہ ساری چیزیں حاصل ہو جائیں، پوری دنیا مل جائے، شوہر کیا، پوری دنیا غلام بن جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو تو کیا حاصل ہوا؟

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں
تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

دین دار عورتیں ہر دور میں

الحمدللہ، ہر دور میں ایسی نیک اور سمجھ دار عورتیں ضرور ہوتی ہیں جن کا مقصود صرف آخرت ہوتا ہے، وہ ہر چیز کو آخرت کے نقطۂ نظر سے دیکھتی ہیں، ان کے پاس نہ بڑا گھر ہے نہ عمدہ فرنیچر، نہ بہترین گاڑی نہ نوکر چاکر، مگر وہ خوش رہتی ہیں اس لئے کہ گھر میں دین داری ہے، اور جب دینی مستقبل روشن ہے اور آخرت بن رہی ہے تو فکر کس بات کی اور غم کس بات پر؟

اس مزاج کی عورتیں ہر دور میں رہی ہیں، ہمارے زمانے میں بھی ایسی عورتیں ہیں، مگر پہلے زمانے میں ایسی عورتیں زیادہ تھیں اور ہمارے زمانے میں کم، اور آئندہ اس میں اور کمی آتی چلی جائے گی، جیسے جیسے قیامت قریب ہوتی چلی جائے گی دین دار عورتوں کی تعداد کم اور دنیا دار کی زیادہ ہوتی چلی جائے گی، اور یہی حال مردوں کا بھی ہے کہ پہلے زمانے میں دین دار زیادہ تھے اور دنیا دار کم اور ہمارے زمانے میں دنیادار زیادہ اور دین دار کم، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

جو چیز نایاب ہوتی ہے اس کی قیمت زیادہ

مگر جس زمانے میں جس چیز کی کمی ہوتی ہے یا جو چیز نایاب ہوتی ہے اس کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے، ہمارے زمانے میں دین دار عورتوں کی کمی ہے لہٰذا ایسی عورتوں کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہوگی، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی ایسی عورتوں کا بہت اونچا مقام ہوگا اور مخلوق کی نظر میں بھی ان کی عزّت ہوگی، حق تعالیٰ شانُہٗ ایسی عورتوں کو خیر کے پھیلنے کا ذریعہ بنائیں گے، اس لئے میری بہنو، ہمارے لئے یہ بڑی کامیابی کی بات ہوگی کہ ہم غفلت والے اس دور میں فکرِ آخرت اور دنیا سے بے

رغبتی کو اپنا مقصد بنائیں، علم وعمل سے آراستہ ہو کر اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کریں اور خود بھی دین دار بنیں اور دوسروں کو بھی دین دار بنانے کی کوشش کریں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نانی کا مقام

ہمارے قریب کے زمانے کی ایک نیک خاتون حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نانی ہیں، ان کا نام امۃ الرحمٰن تھا مگر وہ اُمّی بی کے نام سے مشہور تھیں، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر مشائخ ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے، وہ حضرت مولانا مظفّر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی تھیں۔[1] مولانا مظفّر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ محمد اسحاق صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، ان کے تقوے کا یہ عالَم تھا کہ ان کی طالبِ علمی کے زمانے میں ان کا ایک مسئلے میں احتیاط دیکھ کر استاذِ محترم شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیرت زدہ رہ گئے اور فرمانے لگے کہ میرا تو ذہن بھی وہاں تک نہیں پہنچا۔[2]

اُمّی بی کے معمولات اور ان کی پابندی

اُمّی بی کہتی ہیں کہ جب میری عمر سات سال کی تھی اس وقت میرے ابّا مولانا مظفّر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بیعت فرما کر میرے لئے کچھ معمولات تجویز کئے اور رمضانُ المبارک میں گھر کے ایک گوشے میں اعتکاف کے لئے بٹھایا، بیعت کے وقت جو معمولات تجویز ہوئے تھے ان کا زندگی بھر پابندی کے ساتھ

---

[1] سوانحِ عمری، ص: ۵۲

[2] سوانحِ عمری، ص: ۵۰

اہتمام رہا۔[۱] عمر میں اضافے کے ساتھ اُمّی بی کے تقوے اور عبادت میں شغف بڑھتا گیا اور اخیری عمر میں تو پورا دن نماز ہی میں گزر جاتا، فجر کے بعد سے اشراق تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتی تھیں، اشراق کی نماز اتنی طویل ہوتی کہ اس سے فراغت چاشت کے وقت ہوتی اور چاشت کی نماز دوپہر کے کھانے تک چلتی، کھانے کے بعد قیلولہ کرتیں اور اس کے بعد ظہر ادا کرتیں، ظہر اوّل وقت میں شروع کرتیں، لیکن سنّت و نوافل میں اتنی دیر لگتی کہ عصر کے قریب تک مشغول رہتیں، عصر کے بعد مغرب تک اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتیں اور مغرب کے بعد اوّابین کا سلسلہ عشاء تک رہتا، نماز میں خشوع و خضوع اور استغراق کا یہ عالَم تھا کہ بڑے سے بڑا حادثہ پیش آجاتا مگر اُمّی بی کو پتا نہ چلتا۔[۲]

اُمّی بی کی نماز

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اونچے درجے کے آدمی تھے، آپ بڑے صاحبِ علم، متّبعِ سنّت اور عبادت گزار تھے، آپ کی نماز آپ کے طبقے میں ممتاز تھی، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نانی صاحبہ کو بھی دیکھا اور اپنی نانی صاحبہ کی نماز کو بھی دیکھا، اور جب اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کی غرض سے گنگوہ میں قیام رہا تو تقریباً دس سال تک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کو بھی دیکھا، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگے جا کر خود بھی اکابر کی صف میں شامل ہوئے

---

[۱] سوانحِ عمری، ص: ۵۳

[۲] سوانحِ عمری، ص: ۵۲

اس لئے نماز کی کیفیات کو سمجھنے کی اعلیٰ صلاحیت تھی، آپ فرماتے تھے کہ ہماری نانی اُمّی بی کی نماز کی جھلک میں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز میں دیکھی اور بس۔[۱] یعنی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور بزرگ کی نماز میں وہ کیفیت نہیں دیکھی۔

پیٹ ذکر و تسبیح سے بھر جاتا ہے

اُمّی بی کی آخری عمر میں یہ حالت ہوگئی تھی کہ کھانے پینے کی طرف بھی رغبت نہیں تھی، اگر گھر والے مشغولی کی وجہ سے کھلانا بھول جاتے تو شکایت نہ کرتیں اور بھوکی رہتیں، جب کوئی کہتا کہ لوگ مشغول ہوجاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں، آپ کھانا کیوں نہیں مانگتیں؟ تو جواب میں فرماتیں کہ الحمدللہ، پیٹ ذکر و تسبیح سے بھر جاتا ہے۔[۲]

اُمّی بی کو خاندان کی دینی حالت کی فکر

اُمّی بی پر ایک دور ایسا گزرا کہ ان کو اپنے خاندان کے دینی زوال کی فکر ہونے لگی، ان کو یہ خیال ستارہا تھا کہ دن بدن میرے خاندان میں دین داری کم ہوتی جارہی ہے، کہیں خاندانی بزرگوں کے علم و عمل کی میراث آہستہ آہستہ بالکل ہی رخصت نہ ہوجائے، انہی دنوں کاندھلہ میں ایک شادی تھی جس میں شرکت کے لئے جھنجھانے کے ایک عالم حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، باراتی انہیں بیان کرنے اور نکاح پڑھانے کی غرض سے اپنے ہمراہ لائے تھے،

---

[۱] سوانحِ عمری، ص: ۵۳

[۲] حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت، ص: ۵۰

جب مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا تو اُمّی بی نے اپنی باطنی بصیرت سے پہچان لیا کہ یہ شخص صاحبِ علم وتقویٰ ہے، اور انہوں نے اپنی سب سے بڑی بیٹی کا رشتہ ان سے طے کرنے کا فیصلہ کرلیا، آپ کے پیشِ نظر صرف دین داری تھی، مقصد صرف یہ تھا کہ خاندان میں جو دینی زوال آرہا ہے اس سے کسی طرح حفاظت ہوجائے، اس کے لئے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرانے کا عزم کرلیا، چونکہ مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اجنبی شخص تھے اور ان کی عمر اُمّی بی کی بچّی کی عمر سے کافی زیادہ تھی اس لئے خاندان کے لوگوں نے کچھ تأمّل کیا، لیکن اُمّی بی کو اللہ تعالیٰ نے دینی فکر کے ساتھ بصیرت بھی عطا کی تھی اس لئے وہ مُصر رہیں اور اسی وقت اپنی بیٹی کا نکاح کرادیا۔[1] یہ بیٹی صفیہ صاحبہ تھیں جو مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دادی ہیں۔

بی بی صفیہ کی دینی حالت

اُمّی بی کی اعلیٰ درجے کی دینی حالت سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی صفیہ کی تربیت کس طرح کی ہوگی، مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بی بی صفیہ کے یہاں سب سے پہلے مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، مولانا کو دودھ پلانے کے زمانے میں بی بی صفیہ کے دل میں قرآنِ مجید حفظ کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، انہوں نے دودھ پلانے کی مدّت میں پورا قرآنِ مجید حفظ کرلیا، ایسا اچھا یاد تھا کہ روزانہ گھر کے کام کاج کے ساتھ ایک منزل اندر دیکھے بغیر

---

[1] سوانحِ عمری، ص:۶۰

پڑھتی تھیں، اور یہ ان کی پوری زندگی کا معمول رہا، اس کے علاوہ روزانہ پانچ ہزار (۵۰۰۰) مرتبہ درود شریف، پانچ ہزار (۵۰۰۰) مرتبہ اسمِ ذات، انیس سو (۱۹۰۰) مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، گیارہ سو (۱۱۰۰) مرتبہ يَا مُغْنِيْ، دوسو (۲۰۰) مرتبہ يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ، دوسو (۲۰۰) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ دوسو (۲۰۰) مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دوسو (۲۰۰) مرتبہ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دوسو (۲۰۰) مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ استغفار، سو (۱۰۰) مرتبہ وَاُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللّٰهِ سو (۱۰۰) مرتبہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، سو (۱۰۰) مرتبہ رَبِّ أَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ، سو (۱۰۰) مرتبہ رَبِّ أَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ، اور سو (۱۰۰) مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ پڑھتی تھیں، ان سب کی کُل تعداد سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) سے زیادہ ہوتی ہے، رمضانُ المبارک میں روزانہ چالیس (۴۰) پارے پڑھ کر پورے مہینے میں چالیس قرآن ختم کرلیتی تھیں۔[1] جب عورتیں ایسی ہوتی ہیں تو ان کے پیٹ سے محدّث یحییٰ اور مبلّغ الیاس پیدا ہوتے ہیں۔

قناعت اور سادگی: بہترین زیور

میری ماؤ اور بہنو! آپ کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ آپ میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اچھی ماں، اچھی بیٹی، اچھی بہن اور اچھی بیوی بن کر زندگی گزارے، زندگی میں فکرِ آخرت ہو، دنیا سے بے رغبتی ہو، دل میں یہ یقین ہو کہ دنیا کا عیش اور مزہ چندروز کے لئے ہے، یہ دنیا بھی فانی ہے اور اس کی ہر لذّت بھی فانی

---

[1] حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت، ص:۵۱

ہے، اگر دنیا کی عیش وعشرت نہ بھی ملی تو کیا ہوا؟ ان شاء اللہ تعالیٰ آخرت میں بہت کچھ ملے گا، بلکہ سب کچھ ملے گا، یہ دنیا عارضی ہے، جس طرح یہاں کا عیش عارضی ہے اسی طرح یہاں کی تکلیف بھی عارضی ہے، ذہن میں یہ بات بٹھاؤ کہ صرف ساٹھ (۶۰) ستّر (۷۰) سال کا مسئلہ ہے، اس کے بعد جنّت میں بہت عمدہ عمدہ نعمتیں ملنے والی ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ دنیا میں کوئی نعمت عطا فرمادیں تو اس پر شکر ادا کرو اور اگر وہ کسی مصلحت سے نہ دیں تو صبر کرو، اور دنیوی چیزوں میں ترقّی کو، دنیوی راحت کو، دنیوی لذّت کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بناؤ، ذہن سے اس قسم کی باتیں نکال دو کہ ہمارا گھر ایسا ہو، ہمارے پاس ایسی گاڑی ہو، ایسا فرنیچر ہو، ہم فلاں جگہ سیر وتفریح اور ہالی ڈے (holiday) کے لئے جاتے وغیرہ وغیرہ، قناعت اور سادگی کو اپنا زیور بناؤ، یہ قناعت بہت بڑی دولت ہے، یہ جسے حاصل ہوجائے اسے کبھی کسی قسم کی کمی محسوس نہیں ہوتی، اس دولت کو اللہ تعالیٰ سے مانگو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دولت مانگتے تھے:

اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ[1]

اے اللہ! آپ نے مجھے جو کچھ دیا ہے اس پر مجھے قناعت عطا کیجئے اور اس میں میرے لئے برکت پیدا کیجئے۔

سیر وتفریح کی خرابیاں

آج کل لوگوں کو ہالی ڈے اور سیاحت کا بڑا شوق ہے، دیکھا دیکھی قرض لے کر بھی جاتے ہیں، فضول خرچی میں مبتلا ہوتے ہیں، بہت سے جانے والے تحقیق

[1] مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الدعاء، ح(۳۰۲۴۹)

کئے بغیر ہالی ڈے پیکج (holiday package) کی بُکنگ (booking) کرا لیتے ہیں اور انہیں وہاں جا کر احساس ہوتا ہے کہ غلط جگہ آ گئے، بے دینی، فحّاشی اور عریانیت کا ماحول ہے، اب کیا کریں؟ بہت سے دینی مزاج کے لوگ بھی اس طرح کے ماحول میں پھنس جاتے ہیں، آنے کے بعد پچھتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں ماحول ہی ایسا تھا کہ ہم گناہ سے نہ بچ سکے۔ ایک صاحب اپنے بیوی بچّوں کو لے کر دبئی گئے، desert cruising (صحرائی سیر و تفریح) بھی پیکج کا ایک حصّہ تھا، وہ یہ سوچ کر چلے گئے کہ صحراء میں قدرتی مناظر دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے، تفریح کی تفریح اور مزید یہ دینی فائدہ، بیوی بچّے ساتھ تھے، صحراء میں ایک جگہ کھانے پینے کے لئے رُکنا بھی اس کا حصّہ تھا، وہاں جب گاڑی رُکی اور عمارت میں داخل ہوئے تو belly dancing (نیم عریان ناچ) کا پروگرام شروع ہوگیا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں شرم سے پانی پانی ہوگیا، بیوی بچّے ساتھ تھے، اب کیا کریں؟ اگر باہر نکلیں تو شدید گرمی اور اندر رہیں تو جہنّم کی آگ۔ لوگ جانے سے پہلے یہ سب چیزیں نہیں سوچتے اور ہالی ڈے کے شوق میں بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں اور پھر پچتاتے ہیں، بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ماحول سے متأثّر ہو کر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور انہیں گناہ کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

ہالی ڈے پر جانے والوں کو سب سے پہلے شرعی حدود کا جائزہ لینا چاہئے اور پھر فیصلہ کرنا چاہئے کہ یہ جگہ ہمارے لئے مناسب ہے یا نہیں؟ یہ ضروری نہیں کہ ہم وہیں جائیں جہاں سب جا رہے ہیں، بے پردگی، عریانیت، بے حیائی، موسیقی، حرام غذا، فلم، غفلت وغیرہ کے ماحول سے بہت بچنا چاہئے، اگر مناسب جگہ نہ ملنے کی وجہ

سے ہالی ڈے کے لئے نہ جاسکیں تو کیا نقصان ہے؟ پرانے لوگوں میں ہالی ڈے کا رواج نہیں تھا، اس کے باوجود ان کی زندگیوں میں ہم سے زیادہ خوشیاں تھیں، وہ عیش کی ظاہری شکلوں سے تو محروم تھے مگر انہیں حقیقی عیش حاصل تھا، میری ماؤ اور بہنو! راحت اللہ تعالیٰ کے تعلّق سے نصیب ہوتی ہے، سکون اللہ تعالیٰ کے تعلّق سے نصیب ہوتا ہے، حقیقی خوشی اللہ تعالیٰ کے تعلّق سے نصیب ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے تعلّق جوڑو اور پھر دیکھو کہ زندگی میں کتنا مزہ ہے۔

محبت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذّت ہے اگر دل میں مزہ ہو

سیر و تفریح میں بھی اعمال اور معمولات کا اہتمام

ہالی ڈے اور تفریحی اسفار کے سلسلے میں ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں، جانے والوں کے ذہن میں شیطان اور نفس یہ بات ڈالتے ہیں کہ ہم relax اور آرام کرنے کے لئے آئے ہیں اس لئے ہر قسم کی پابندی سے آزادی ہونی چاہیے، عبادت، معمولات، تلاوت، ذکر، تسبیحات، دعا وغیرہ ہر چیز سے چھٹی کر لیتے ہیں، صرف نماز رہ جاتی ہے اور وہ بھی third grade (تیسرے درجے) کی، ایک مؤمن کو اپنے اعمال اور معمولات کا ہر جگہ خوب اہتمام کرنا چاہیے، اور جب وہ بے دینی کے ماحول میں ہو تب تو اعمال کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیے، جس طرح سفر کی دعا میں قبولیت بڑھ جاتی ہے اسی طرح سفر کی عبادت کی تاثیر میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

آمدم برسرِ مطلب

یہ کچھ باتیں ہالی ڈے کے سلسلے میں ضمناً آ گئیں، آپ ماؤں اور بہنوں سے میری اصل گزارش یہ تھی کہ آپ آخرت کی عورتوں میں سے بننے کی کوشش کرو، ماحول اور حالات سے بالکل متأثّر نہیں ہونا چاہئے، ہمیں نیک عورتوں کے حالات بار بار پڑھنے چاہئے اوران کی طرح بننے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

صحیح اور غلط میں تمیز کرنا مشکل

ہمارے زمانے کا المیہ یہ ہے کہ علمِ دین کی کمی کی وجہ سے اچھائی اور بُرائی میں اتنا خلط ملط ہوگیا ہے کہ صحیح کو غلط سے اور غلط کو صحیح سے الگ کرنا مشکل ہے، لوگوں کو بالکل تمیز نہیں رہی، عورتیں مکمّل حجاب ونقاب میں ہونے کے باوجود ایسی محفلوں میں شریک ہوتی ہیں اور ایسے کاموں میں مبتلا ہوتی ہیں کہ عقل حیران! اپنے دین کی حفاظت کے لئے علماءِ حقّہ سے اور اہل اللہ سے تعلّق رکھو اور ہر کام ان سے پوچھ پوچھ کر کرو، صرف چند ظاہری اعمال اختیار کر لینے سے، نقاب پہن لینے سے، تعلیم اور بیانات میں شرکت کر لینے سے، تلاوت وذکر کی پابندی کرنے سے آدمی دین دار نہیں بن جاتا، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ دین کی صحیح سمجھ ہو، صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط سمجھا جائے، دین کے تمام احکام پر دل مطمئن ہو، کسی چیز پر اعتراض نہ ہو اور نیک کاموں کے ساتھ گناہوں سے بھی مکمّل حفاظت ہو، ایسا نہ ہو کہ:

حج کعبے کا بھی کیا گنگا کا اشنان بھی
راضی رہے رحمٰن بھی اور خوش رہے شیطان بھی

میری ماؤ اور میری بہنو! ہم ہر ایک کو دھوکہ دے سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کو اور اپنے ضمیر کو دھوکہ نہیں دے سکتے، اپنے اعمال کا خوب جائزہ لو اور توبہ کر کے زندگی کو درست کرو، وعظ و نصیحت کے سلسلے میں لوگوں کی عام سوچ یہ ہوتی ہے کہ جو بات کہی جارہی ہے یہ اونچے درجے کے دین دار لوگوں کے لئے ہے، اگر ہم نے عمل نہیں کیا تو کوئی خاص حرج نہیں ہے، یہ خیال غلط ہے، بلکہ شیطانی ہے اس لئے کہ بہت سی باتیں وہ ہوتی ہیں جن کے بغیر آخرت میں نجات ممکن نہیں ہے، اس لئے ہر بات کو عمل کی نیت سے خوب غور سے سننا چاہئے اور عمل کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

عورتیں دین میں مردوں سے پیچھے نہیں

حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواتین سمجھیں کہ ہر میدان میں: فضائلِ انسانی میں، مکارمِ اخلاق میں، فضائلِ اعمال میں وہ مردوں سے پیچھے نہیں ہیں اور ان کو مردوں کے برابر اجر و انعام ملے گا۔

(اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض ص ۸۴)

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/موٴلّف	ناشر
۱	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة، بيروت
۲	مصنّف ابن أبي شيبة	الإمام أبو بكر بن أبي شيبة	دار قرطبة، بيروت
۳	مسند الفردوس	الإمام الديلمي	دار الكتب العلمية، بيروت
۴	هدى الساري، مقدّمة فتح الباري	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة، بيروت
۵	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۶	فهرس الفهارس والأثبات	الشيخ عبد الحيّ الكتّاني	دار الغرب الإسلامي، تونس
۷	سوانحِ عمری	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	معہدالخلیل الاسلامی، کراچی
۸	حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دینی دعوت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	طیّب پبلشرز، لاہور

علماء کو ذلیل سمجھنے کا وبال

مفتیٔ اعظم پاکستان، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کی تذلیل وتحقیر میں ایک طرف تو علماء کی دنیوی رسوائی ہے، دوسری طرف ذلیل سمجھنے والے کے دین اور ایمان کے لئے بھی بڑا خطرہ ہے، بعض اوقات علماء کی تذلیل کفر تک پہنچا دیتی ہے اور پتا بھی نہیں چلتا، اور اس سے بھی بڑا خطرہ یہ ہے کہ اگر وہ عالم اللہ والا بھی ہے تو ذلیل سمجھنے والے پر دنیا میں بھی عذاب کا اندیشہ ہے، آخرت کا معاملہ اللہ جانے۔

(یادگار باتیں، ص: ۲۰۶)

دین کے لئے علماء کی قربانیاں

تفصیلات

وعظ کا نام	:	دین کے لئے علماء کی قربانیاں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	شوّال ۱۴۳۵ھ بمطابق اگست ۲۰۱۴ء
مقامِ وعظ	:	جامع مسجد، لُوساکا، زامبیا

فہرست

مسلمانوں کی ایک اجتماعی کوتاہی ۲۳۰
علماء کا کام نبیوں والا کام ہے ۲۳۰
علم کی خدمت حقیقت میں دین کی ہی خدمت ہے ۲۳۱
دین کی حفاظت اور تبلیغ: علماء کا عظیم کارنامہ ۲۳۲
علماء میں دو کاموں کی نہ بجھنے والی پیاس ۲۳۳
علماءِ کرام محنت نہ کرتے تو ہم دین پر عمل نہ کرسکتے ۲۳۴
علماء کا پوری اُمّت پر احسان ۲۳۴
علماء کی دو عظیم خدمات ۲۳۵
علماء کا دین کی خدمت میں انہماک اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قابلِ رشک واقعہ ۲۳۶
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اُمّت کی فکر میں راتوں کو جاگنا ۲۳۶
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا علم اور عمل میں مثالی اہتمام ۲۳۷
ایک شیطانی خیال ۲۳۸
ایک عالم کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں پینتالیس (۴۵) سال کا سفر ۲۳۹
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا گھاس کھا کر گزارہ کرنا ۲۴۰
ایک محدّث کی حیرت انگیز قربانی ۲۴۱
شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھ (۶) ماہ مدرسے سے باہر نہ نکلنا ۲۴۱
امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول کارنامہ ۲۴۲
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک سوال کے جواب کے لئے حیرت انگیز قربانی ۲۴۳
بھوکے شیر کے سامنے بھی علم اور دین کی فکر ۲۴۶
حدیث کی خدمت کی وجہ سے محدّث ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخرت میں مقام ۲۴۸

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجّہ ۲۴۹
چار طالبِ علموں کی قربانی اور نصرتِ غیبی ۲۵۰
ایک طالبِ علم کا دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقام ۲۵۱
علماء اور محدّثین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت ہیں ۲۵۳
علماء اُمّت کے محسن ہیں ۲۵۴
علماء کی محنت نہ ہوتی تو ہم تلاوت سے بھی محروم رہتے ۲۵۵
علماء کے بغیر لوگ چوپایوں کی طرح ہوتے ۲۵۵
علماء مفت میں رہنمائی کرتے ہیں ۲۵۶
پہلی اپیل: علم، علماء اور مدارس کی قدر کرو ۲۵۶
علماء کی کفالت: قوم کی شرعی ذمّہ داری ۲۵۷
علماء کی توہین کرنے والے کا گھرانہ علم سے محروم رہتا ہے ۲۵۸
دوسری اپیل: خود علم حاصل کرو ۲۵۹
علم بڑھے گا تو عمل بڑھے گا ۲۵۹
کچھ صاف صاف باتیں ۲۶۰
میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر ۲۶۳
تیسری اپیل: درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کرو ۲۶۴
چوتھی اپیل: اپنی اولاد کو علمِ دین سے وابستہ کرو ۲۶۵
علم اور علماء کی قدر کرنے والوں کے لئے دونوں جہان کی سرخروئی ۲۶۵
کرنے کے ضروری کام ۲۶۶
تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ تینوں ہمارے کام ہیں اور بقاءِ دین کے لئے ضروری ۲۶۷
دعا ۲۶۸
ماٰخذ و مراجع ۲۷۰

دین کے لئے علماء کی قربانیاں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ،[1] وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ،[2] وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ،[3] أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ.

اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے آج ہمیں علمِ نبوّت کی نسبت پر لوساکا کی جامع مسجد میں الفلاح اکیڈمی کی دعوت پر جمع فرمایا۔

---

[1] سنن الترمذي،أبواب العلم،باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة،ح(۲۸۷۴)

[2] سنن ابن ماجه،باب فضل العلماء والحثّ على طلب العلم،ح(۲۲۳)

[3] سنن الترمذي،أبواب العلم،باب فضل طلب العلم،ح(۲۸۳۷)

مسلمانوں کی ایک اجتماعی کوتاہی

علم اللہ تعالیٰ شانُہ کی ایک بہت بڑی اور نہایت قیمتی نعمت ہے، اسی وجہ سے علم کے مراکز یعنی مدارس اور علم والے یعنی علماء بھی بڑی قدر و قیمت والے ہیں، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ علم کی جتنی قدر ہمارے دلوں میں ہونی چاہئے نہیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علم کے مراکز اور علم والوں کی قدر و قیمت بھی ہمارے دلوں میں جیسی ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے، اور تقریباً پوری اُمّت مجموعی حیثیت سے اس وقت اس کوتاہی میں مبتلا ہے، بے دین طبقہ بھی اور دین دار طبقہ بھی، اور یہ ایسی کمی اور کوتاہی ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے، اس لئے کہ اگر ہمارے دلوں میں علم، علماء اور مدارس کی جیسی قدر ہونی چاہئے ویسی نہیں ہوگی تو نقصان نہ علم کا ہوگا، نہ علماء کا اور نہ مدارس کا، بلکہ ہمارا، ہماری اولاد کا اور ہماری نسلوں کا ہوگا، اس لئے میں اپنے سب دوستوں سے التجا کرتا ہوں کہ اس کمی اور کوتاہی کا اعتراف کر کے اصلاح کی فکر کریں تا کہ ہم بھی نقصان سے محفوظ ہو جائیں اور ہماری اولاد بھی اور قیامت تک آنے والی ہماری نسلیں بھی۔

علماء کا کام نبیّوں والا کام ہے

آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خاتم النبیّین ہیں، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد اب کوئی نبی نئی شریعت لے کر دنیا میں آنے والا نہیں ہے، حضراتِ انبیاء علیہم السّلام کے سلسلے کے ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کارِ نبوّت علماءِ کرام کے کندھوں پر ڈالا ہے اور اس سلسلے میں حدیث بہت واضح ہے:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ[1]

بیشک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ قیامت تک ہر دور میں علماءِ کرام سے حضراتِ انبیاء علیہم السلام والا کام لیں گے، اگر ہم فرض کرلیں کہ اس وقت علماءِ کرام حضراتِ انبیاء علیہم السلام والا کام نہیں کررہے ہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ علماء کرام حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے وارث نہیں ہیں، اگر وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث نہیں ہیں تو العیاذ باللہ یہ بات ماننی پڑے گی کہ زبانِ نبوّت سے نکلنے والی بات غلط ہے اور یہ ناممکن ہے، اس لئے بغیر کسی جھجک اور بغیر کسی شک وشبہ کے یہ ماننا پڑے گا کہ ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا، وراثت کا، جانشینی کا حق حضراتِ علماءِ کرام نے ادا کیا ہے اور آج بھی کر رہے ہیں اور قیامت کی صبح تک ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔

علم کی خدمت حقیقت میں دین کی ہی خدمت ہے

يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ[2]

ہر دور کے لوگوں میں سے اس کے نیک، ثقہ اور معتمد لوگ (کتاب اور سنّت کے) اس علم کو حاصل کرکے اس کی حفاظت کریں گے۔

علم اور دین ایک ہی چیز ہے، یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے مقدّمے میں نقل کیا ہے:

---

[1] سنن الترمذي،أبواب العلم،باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة،ح(۲۸۷۴)

[2] مسند البزّار،ح(۹۴۲۳)

إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ[1]

بیشک یہ علم دین ہے۔

معلوم ہوا کہ علم اور دین ایک ہی چیز ہے، جو علم کی خدمت کرتا ہے وہ دین کی خدمت کرتا ہے، جو علم کی حفاظت کرتا ہے وہ دین کی حفاظت کرتا ہے، جو علم کی اشاعت کرتا ہے وہ دین کی اشاعت کرتا ہے، جو علم کی تبلیغ کرتا ہے وہ دین کی تبلیغ کرتا ہے، جو علم سکھاتا ہے وہ دین سکھاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہمیں بتلا رہا ہے کہ اس علم کو یعنی دین کو ہر آنے والے طبقے میں سے عادل علماء اپنے کندھوں پر اُٹھائیں گے، وہ اس کی حفاظت بھی کریں گے اور اس کی اشاعت بھی۔

دین کی حفاظت اور تبلیغ: علماء کا عظیم کارنامہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، یہ علماء کی سب سے پہلی جماعت ہے، تابعین دوسری جماعت ہے، تابعین نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس علم اور دین کی امانت کو حاصل کیا اور اپنے کندھوں پر لیا، تابعین سے تبع تابعین نے، تبع تابعین سے آگے بعد والے طبقے نے، اس کے بعد پھر بعد والے طبقے نے، اس کے بعد پھر بعد والے طبقے نے، اس کے بعد پھر بعد والے طبقے نے، یہ علم اور دین جو طبقہ در طبقہ اُمّت میں منتقل ہوتا رہا ہے، ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، اس خدمت کا شرف اللہ تعالیٰ نے صرف علم والوں کو عطا کیا ہے، حفّاظ الفاظ کو یاد کر رہے ہیں، قرّاء اس کے صحیح تلفّظ کو محفوظ کر رہے ہیں، اور علماء اس کے معانی کی حفاظت کر رہے ہیں، پھر حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی اشاعت میں بھی لگے ہوئے ہیں، کامل درجے میں علم اور دین کی حفاظت بھی یہی

---

[1] صحيح مسلم، مقدّمة الإمام مسلم رحمة الله عليه، باب ما جاء في أنّ الإسناد من الدين

کر رہے ہیں اور علم اور دین کی اشاعت بھی یہی کر رہے ہیں اس لئے کہ جس کے پاس جتنا علم اور جتنا دین ہوگا وہ اتنی ہی اشاعت کر سکے گا، میرے پاس اگر پانچ باتوں کا علم ہے تو میں پانچ باتوں کو آگے پہنچا سکوں گا، دس باتوں کا علم ہے تو دس باتوں کو، بیس باتوں کا علم ہے تو بیس باتوں کو، اور چونکہ پوری شریعت کا علم صرف علماءِ کرام کے پاس ہے تو پوری شریعت کو آگے دوسروں تک پہنچانے کا کام بھی وہی کرسکیں گے، اور الحمد للہ علماءِ کرام نے یہ ذمّہ داری ادا کی ہے اس لئے کہ وراثتِ نبوی انہی کا حصّہ ہے، اگر انہوں نے یہ کام نہ کیا ہوا ہوتا تو دنیا میں آج علم کیسے باقی رہتا؟ دین کیسے باقی رہتا؟ پوری شریعت کیسے باقی رہتی؟

علماء میں دو کاموں کی نہ بجھنے والی پیاس

اللہ جلَّ جلالُہ وعَمَّ نوالُہ نے علماء کو انبیاء علیہم السلام کا وارث بنایا اور وارث بنا کر ان میں دو کاموں کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کی؛ علم کو حاصل کرنے کی پیاس اور آگے پہنچانے کی پیاس یعنی ان میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ جو ہم سے بڑے ہیں ان سے ہم علم لیں اور جو ہم سے چھوٹے ہیں، ہمارے بعد والے ہیں، انہیں ہم علم دیں، ان حضرات نے علم اور دین کو لینے اور دینے کے ایسے ریکارڈ قائم کئے کہ یہ نہیں کہ صرف اس اُمّت کا کوئی دوسرا طبقہ، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی بھی اُمّت کا کوئی طبقہ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا، کاش کہ ہم علماء کے کارنامے اور ان کی قربانیوں اور محنتوں سے واقف ہوتے اور ان کے احوال سنتے اور سناتے! لیکن افسوس کہ ہمیں حضراتِ علماءِ کرام کی چودہ سو سال کی تاریخ تو کیا معلوم ہوتی، ہمیں اس کی ایک جھلک بھی معلوم نہیں ہے، ایک ایک عالم کی ایک ایک دن کی کارگزاری ہماری پوری زندگی کی کارگزاری سے زیادہ اعلیٰ اور فائق ہے۔

علماءِ کرام محنت نہ کرتے تو ہم دین پر عمل نہ کر سکتے

میرے بھائیو! اگر علماء کی محنت نہ ہوتی تو آج ہم لُوساکا کی اس جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے نہ ہوتے، علماء کی محنت اگر نہ ہوتی تو ہمیں جائز اور ناجائز کے مسائل بتانے والا کوئی نہ ہوتا، ہم وضوء کر سکتے نہ غسل، مجھے بتاؤ کہ علماء کی جماعت کو چھوڑ کر اور کون ہے جو آپ کو بتلا سکے کہ کن چیزوں سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے غسل ضروری ہوجاتا ہے؟ تجارت میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز؟ کون سا مال حلال ہے اور کون سا حرام؟ کون سا معاملہ جائز ہے اور کون سا ناجائز؟ علماء کی محنت نہ ہوتی تو ہم اور آپ بلکہ پوری دنیا آج قرآنِ مجید کی تلاوت بھی نہ کر سکتی۔

علماء کا پوری اُمّت پر احسان

میرے بھائیو! علماء کے احسان تلے پوری اُمّت دبی ہوئی ہے، علماء نے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے لئے بہت محنت کی ہے، کر رہے ہیں اور قیامت تک ان شاء اللہ کرتے رہیں گے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ پیشن گوئی فرمائی ہے:

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ[1]

میری اُمّت میں سے (علماء کی) ایک جماعت برابر غالب رہے گی یہاں تک کے اسی حالت میں ان کے پاس قیامت آجائے۔

اس لئے آپ سب حضرات سے میری سب سے پہلی درخواست یہ ہے کہ اپنے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإعتصام بالكتاب والسنّة، باب لا يزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق يقاتلون وهم أهل العلم، ح(۷۳۰۷)

دلوں میں علم کی، اہلِ علم کی اور مدارس و مکاتب کی قدر پیدا کرو، اِس بات کو تسلیم کرو کہ علماء کی چودہ سو سال کی محنت نہ ہوتی تو دین کی شکل بگڑ چکی ہوتی اور آج ہم شاید مسلمان نہ ہوتے، اور یہ مبالغہ نہیں ہے، ہوسکتا ہے آپ کو مبالغہ معلوم ہو اس لئے کہ آپ علماء کی تاریخ سے ناواقف ہیں اور قاعدہ ہے کہ اَلنَّاسُ أَعْدَاءٌ لِمَا جَهِلُوْا، لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جس سے وہ ناواقف ہوتے ہیں۔

اگر ہم واقف ہوتے کہ علماءِ کرام نے علم اور دین کی حفاظت کے لئے کیا کیا قربانیاں دی ہیں اور کس طرح شب و روز اور خون و پسینے کو ایک کیا ہے تو ہم اس طرح کی بات کو مبالغہ پر محمول نہ کرتے۔

علماء کی دو عظیم خدمات

چودہ سو سال کی مدّت میں اُمّت پر کچھ کم فتنے نہیں آئے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان فتنوں کا مقابلہ کس نے کیا؟ آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھیں گے تو آپ کو صرف علماء کی جماعت نظر آئے گی، دنیا کے کسی بھی خطّے میں جب بھی کسی فتنے نے سر اُٹھایا تو عقیدے کی حفاظت کے لئے، دین کی حفاظت کے لئے اور اُمّت کی حفاظت کے لئے چودہ سو سال کی تاریخ میں آپ کو علماء کی جماعت کے علاوہ دوسری کوئی جماعت نظر نہیں آئے گی، دو کام صرف علماء نے انجام دئے ہیں: اُمّت کو فتنے سے بچانا اور دین اور علم کو اُمّت تک پہنچانا، علماء کے سوا دوسرا کوئی طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے پاس پوری شریعت کا علم ہو، جب یہ بات ہے تو دین کسی اور کے ذریعے دوسروں تک کیسے پہنچے گا؟ اپنے محدود علم کی حد تک یہ دعویٰ کروں تو ان شاء اللہ غلط نہ ہوگا کہ یہ دو کام صرف علماء نے انجام دئے ہیں، باقی لوگ علماء کے توجّہ دلانے پر معاون بن کر

شریک ہوجاتے ہیں لیکن ہر موقع پر بنیادی کردار علماء ہی کا نظر آئے گا۔

علماء کا دین کی خدمت میں انہماک اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قابلِ رشک واقعہ

میرے بھائیو! علماء کی بڑی خدمات ہیں، یہ حضرات ہماری طرح نہیں کہ ذہن میں دین کے بارے میں کوئی سوال پیدا ہوا، حل کیا نہ کیا، کوئی فرق نہیں پڑتا، ان حضرات کے سامنے علم کے بارے میں، دین کے بارے میں جب کوئی سوال آتا تھا تو دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے تھے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا، آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا اور فوراً گھر جا کر مطالعہ میں مشغول ہوگئے اور اس حدیث کو تلاش کرنے لگ گئے، ایسے منہمک ہوئے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئے، آپ کی خدمت میں کھجوروں کی ایک ٹوکری پیش کی گئی، آپ حدیث بھی تلاش کرتے رہے اور ساتھ ساتھ کھجوریں بھی کھاتے رہے یہاں تک کہ حدیث بھی مل گئی اور کھجوریں بھی ختم ہوگئیں، علم میں ایسے منہمک تھے کہ احساس بھی نہیں ہوا کہ کتنی کھجوریں کھا رہے ہیں اور کتنی کھانی چاہئے تھی، ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ کھجوریں مقدار سے زیادہ کھالیں اور اسی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی۔[1]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اُمّت کی فکر میں راتوں کو جاگنا

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رات کا اکثر حصّہ جاگتے تھے، مطالعہ اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے، کسی نے کہا کہ آپ آرام کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں کیسے سوؤں جب کہ لوگ رات کو اس بھروسے پر سو جاتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی

---

[1] تہذیب التہذیب: ۴/ ۶۷

مسئلہ پیش آئے گا تو ہم محمد بن حسن کے پاس چلے جائیں گے، وہ ہماری رہنمائی کریں گے، اب اگر میں بھی سوجاؤں اور علم کا مطالعہ نہ کروں تو دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔[۱]

میرے بھائیو! ہمارے لئے یہ کہنا بہت آسان ہے کہ علماء نے کیا کِیا ہے؟ علماء کیا کررہے ہیں؟ ایسا سوال کرنے والوں کوکسی ایسے عالم کے ساتھ ایک ہفتہ گزارنا چاہیۓ جس نے اپنے آپ کو علم اور دین کی خدمت کے لئے وقف کررکھا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا علم اور عمل میں مثالی اہتمام

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں داخلہ لیا اور انتیس (۲۹) سال آپ کے درس میں آتا جاتا رہا، اس پوری مدّت میں ایک دن ایسا نہیں گزرا کہ میں نے فجر کی نماز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نہ پڑھی ہو۔[۲] آپ نے یہ اہتمام کیا تا کہ علم کا کوئی حصّہ نہ چھوٹے، ہوسکتا ہے کہ نماز کے فوراً بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوئی مسئلہ بیان کریں اور وہ چھوٹ جائے، اللہ اکبر! کیسا اہتمام تھا علم کو حاصل کرنے کا! اور فرماتے ہیں کہ سترہ (۱۷) سال ایسے گزرے کہ میں آپ سے بالکل الگ نہیں ہوا حتّٰی کہ عیدین کے موقع پر بھی، صرف بیماری کی شدت مجھے وقتی طور پر الگ کرتی تھی۔[۳] فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں، کسی نے مجھے اطّلاع دی کہ تمہارے بیٹے کا انتقال ہوگیا ہے، عجیب کشمکش میں مبتلا ہوگئے ہوں گے، سوچا ہوگا کہ اگر اُٹھتا

---

[۱] علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات، ص:۱۴۸، ۱۴۹ بحوالہ مناقب الإمام الأعظم للكردري، ص:۴۳۶

[۲] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص:۳۹

[۳] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص:۳۹

ہوں تو درس جاتا ہے اور اگر کہتا ہوں کہ انتظار کرو تو سنّت کے خلاف، دیکھ لیا آپ نے؟ علم اور عمل دونوں کا کس قدر اہتمام تھا!

آج ہمارے یہاں لُوساکا میں جنازہ ہو جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ جنازے کو روکو، اس لئے کہ انڈیا سے، دُبئی سے بیٹا آ رہا ہے، خلافِ سنّت عمل کرنے سے قبر میں مرحوم کا بیڑا پار ہو جائے گا؟ قبر میں بیڑا پار ہو گا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طریقے کے مطابق عمل کرنے سے، عجیب بات ہے کہ ماں باپ جب زندہ ہوتے ہیں تب قدر نہیں کرتے اور مرنے کے بعد لاش کی قدر کرنے کے لئے دُبئی سے آ رہا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا ہوگا کہ درس سے فارغ ہونے تک انتظار کرنا سنّت کے خلاف ہے، اور اگر ابھی اُٹھ کر جاتا ہوں تو میرا سبق جاتا ہے، کہا کہ غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کر دو، میں سبق سے فارغ ہونے کے بعد گھر آ رہا ہوں۔[1]

ایک شیطانی خیال

علماء نے کچھ کم محنتیں نہیں کی ہیں میرے بھائیو! ہمیں مسلمان رکھنے کے لئے، ہمارے اندر دین باقی رکھنے کے لئے علماء نے بہت قربانیاں دی ہیں، یہ بات ذہن سے نکال دو کہ علماء نے کچھ نہیں کیا ہے یا علماء کچھ نہیں کر رہے ہیں، یہ شیطانی خیال ہے، مجھے بتلاؤ کہ آپ دین پر کیسے چل رہے ہیں؟ انشورنس کے مسائل آپ کو کون بتلاتا ہے؟ خرید وفروخت کے مسائل آپ کو کون بتلاتا ہے؟ آپ کو جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو آپ کس کے پاس جاتے ہیں؟ بغیر علماء کی رہنمائی کے دین پر عمل کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

---

[1] حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي، ص:۱۹

ایک عالم کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں پینتالیس (۴۵) سال کا سفر

امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ، بہت بڑے محدّث گزرے ہیں، بیس (۲۰) سال کی عمر تک انہوں نے اپنے وطن میں رہ کر علم حاصل کیا، جب اطمینان ہوگیا کہ یہاں جو کچھ تھا میں حاصل کر چکا ہوں تو سفر شروع کیا، اس وقت بیس (۲۰) سال کی عمر تھی، جب واپس لوٹے تو پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر ہو چکی تھی۔[1]

آج ہم مدرسوں میں جاتے ہیں چھ سال، دس سال کے لئے، جماعت میں جاتے ہیں چالیس دن اور چار مہینے کے لئے، بہت بہت تو علماء ایک سال کے لئے، مگر ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ پینتالیس (۴۵) سال تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں علم حاصل کرتے رہے، پینتالیس (۴۵) سال تک نہ باپ کو معلوم کہ بیٹا کیا کر رہا ہے نہ ماں کو، نہ بھائی کو معلوم کہ بھائی کیا کر رہا ہے نہ بہن کو، نہ چچا کو معلوم کہ بھتیجا کیا کر رہا ہے نہ پھوپھی کو، نہ ماموں کو معلوم کہ بھانجا کیا کر رہا ہے نہ خالہ کو، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی معلوم نہیں کہ میرے خاندان کے کتنے لوگ زندہ ہیں اور کتنے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، سفر کرتے رہے اور احادیث لکھتے رہے، امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے اگر یہ قربانی نہ دی ہوتی تو آج ہم اور آپ شاید مسلمان نہ ہوتے، ان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جب واپس آئے ہیں تو ایک اونٹنی پر خود سوار تھے اور پیچھے چالیس (۴۰) اونٹنیاں علم کی کتابوں سے لدی ہوئی تھیں۔[2]

کیا اب بھی آپ یہ کہیں گے کہ علماء نے کیا کِیا ہے؟ پینتالیس (۴۵) سال

---

[1] صفحات من صبر العلماء، ص: ۶۵

[2] تذکرۃ الحفاظ: ۳/۱۶۵

کے بعد واپس لوٹ رہے ہیں اور مال ومتاع کچھ نہیں، ایک پیسہ نہیں، علم ہی علم ہے، ابن مندہ! آپ کو سلام، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، اگر آپ نے یہ جدو جہد نہ کی ہوتی تو ہم کلمہ نہ پڑھ سکتے، ہم حدیث کا نام نہ لے سکتے، ہم اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرامین سے اپنے سینے کو منوّر نہ کر سکتے، اللہ تعالیٰ پوری اُمّت کی طرف سے آپ کو جزائے خیر دیں۔ (آمین)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا گھاس کھا کر گزارہ کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سولہ (۱۶) سال کی عمر میں حصولِ علم کے لئے اپنے وطن سے نکلے۔[1] جس جگہ کے بارے میں پتا چلا کہ وہاں کوئی محدّث ہیں، چلے گئے، مکّہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ، بغداد، کوفہ، بصرہ، شام، مصر، نیشاپور، غرض تمام بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا۔[2] کتنے اساتذہ سے علم حاصل کیا؟ ایک ہزار اسّی (۱۰۸۰) محدّثین کے پاس جا کر انہوں نے حدیث کا ذخیرہ جمع کیا۔[3]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب محمد بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ طلبِ علم کے دوران میرے اوپر ایسا وقت بھی آیا کہ گھر سے پیسے پہنچنے میں تاخیر ہوگئی، اُس زمانے کے طلبہ میں علم کے ساتھ عمل بھی ہوتا تھا، مستغنی ہوتے تھے، کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا طبیعت کے خلاف ہوتا تھا، تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خرچ جب نہیں پہنچا تو میں دو دن تک بھوکا رہا اور میں نے

---

[1] هدى الساري، مقدّمة فتح الباري، ص: ۵۲۸

[2] سير أعلام النبلاء: ۱۲/ ۳۹۴، ۳۹۵

[3] هدى الساري، مقدّمة فتح الباري، ص: ۵۲۹

گھاس کھا کر گزارہ کیا۔[1]

ایک محدّث کی حیرت انگیز قربانی

ایک محدّث علم کی طلب میں، حدیث کی طلب میں جنگل بیابان میں بھٹک گئے، پانی نہ ملا تو اپنا خود کا پیشاب پینے پر مجبور ہو گئے، اور یہ بات اپنے شاگردوں کے سامنے بعد میں انہوں نے خود بیان کی کہ یہ علم جو میں تمہیں دے رہا ہوں یہ بڑی محنتوں سے حاصل کیا ہے، اس علم کے حصول کے لئے جنگل بیابان میں بھٹک گیا تھا اور جب پیاس نے نڈھال کر دیا تو جان بچانے کے لئے خود اپنے پیشاب کو پینے پر مجبور ہو گیا۔[2]

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چھ(۶) ماہ مدرسے سے باہر نہ نکلنا

میرے بھائیو! علم اور دین کے لئے قربانی دینے والے علماء ہر دور میں رہے ہیں، انہوں نے علم اور دین کی حفاظت کی خاطر، علم اور دین کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی خاطر عجیب عجیب قربانیاں پیش کیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے جوتے گم ہو گئے تو چھ(۶) مہینے کے بعد دوسرے خریدے۔[3]

چھ(۶) مہینے کے بعد کیوں؟ اس لئے کہ آپ دین اور علم سیکھنے میں اتنے مشغول تھے کہ چھ مہینے تک مدرسے سے باہر نکلنے کی نوبت ہی نہیں آئی، مدرسہ مسجد سے

---

[1] هدى الساري، مقدّمة فتح الباري، ص:۵۳۱

[2] تذکرة الحفاظ: ۲/ ۱۷۸

[3] آپ بیتی: ۱/ ۲۷۳، ۲۷۴

متّصل تھا، صرف مسجد سے مدرسہ اور مدرسے سے مسجد آنا جانا رہا، یہ واقعہ میں نے اس لئے عرض کردیا کہ شیطان بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالتا ہے کہ پچھلے زمانے کے علماء نے تو دین کے لئے بہت کچھ کیا ہے، لیکن اس زمانے کے علماء کیا کررہے ہیں؟

میرے بھائیو! ہر دور میں ایسے علماء رہے ہیں جن کے حیرت انگیز کارنامے ہیں، ان میں علم اور دین کی حفاظت اور اشاعت کا ایسا جذبہ تھا کہ مرتے مرتے بھی انہیں یہی فکر دامن گیر رہتی تھی کہ وہ حاصل شدہ علم شاگردوں کو زیادہ سے زیادہ پہنچادیں۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا محیّرُ العقول کارنامہ

شمس الائمّہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے زمانے کے امیر کو ناراضگی ہوگئی، خاقان اس کا نام تھا، اُس نے انہیں کنویں میں بند کردیا، کنویں میں قید کی سزا ہوئی، کتنے سال تک کنویں میں رہے؟ پندرہ (۱۵) سال تک، کیوں؟ حق بات بولنے کی وجہ سے، یہ حق بات بولنے کا کام بھی صرف علماء نے کیا ہے، چودہ سو (۱۴۰۰) سال کی تاریخ دیکھ لیجئے، صرف علماء کی جماعت ہے جو حکّام کے ساتھ compromise (سمجھوتا) نہیں کرتی، میرے بھائیو! علماء آپ کے سامنے اپنی برادری کے کردار کو بیان نہیں کرتے، انہیں حیا آتی ہے کہ علماء کی تعریف کہیں اپنی خود کی تعریف نظر نہ آئے، مجھے بھی یہ احساس رہتا ہے مگر کیا کروں؟ علم اور علماء کی ناقدری کو دیکھ کر مجبور ہوجاتا ہوں اور تھوڑا کچھ بول لیتا ہوں۔

ایک حق بات کہنے کی وجہ سے پندرہ سال تک کنویں میں قید و بند کی مشقّت برداشت کی، شاگردوں کے ساتھ مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ درس کنویں سے

ہوا کرے گا، وہاں کتب خانہ وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا، کھانا، پینا، سونا، سب کچھ کنویں میں، کیسی تکلیف کا عالم ہوگا؟ مگر اس حالت میں بھی ایک ہی چیز ذہن میں تھی کہ میرے پاس جو علم ہے وہ مرنے سے پہلے پہلے بعد والوں تک منتقل ہو جائے، روزانہ طلبہ آتے تھے، کنویں کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے اور آپ کنویں سے املا کرواتے تھے، یہ کتاب جو کنویں کے اندر سے لکھوائی گئی اور جسے طلبہ کنویں کے اردگرد بیٹھ کر لکھتے رہے، اس کا نام ''اَلْمَبْسُوْط'' ہے، یہ کتاب کتنی جلدوں میں ہے؟ تیس (۳۰) جلدوں میں۔[1]

اللہ اکبر! جو شخص کنویں میں بیٹھ کر بغیر کسی کتب خانہ اور مراجع (references) کے تیس جلدوں پر مشتمل کتاب لکھوا سکتا ہے، اس کے پاس علم کتنا ہوگا اور اس علم کو حاصل کرنے کے لئے اس نے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا؟

میرے بھائیو! اگر علماء کے بارے میں دلوں میں کوئی بُرا خیال گزرتا رہا ہے تو توبہ کرو اور یٰس شریف پڑھ کر ان کو ثواب پہنچاؤ تاکہ ان کی روحوں کو سکون پہنچے اور وبال سے بچ سکو، علماء کے ہم پر اس قدر احسانات کے باوجود ہم بجائے احسان مند ہونے کے اپنا بہت سارا وقت ان کی بُرائی میں خرچ کرتے ہیں، یہ بہت بڑا جرم ہے، اس سے توبہ کرو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف ایک سوال کے جواب کے لئے حیرت انگیز قربانی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ یا امام ربیع رحمۃ اللہ علیہ میں سے ایک نے نقل کیا ہے کہ ایک دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی ستون یا کسی اور چیز کے ساتھ

---

[1] معالم إرشاديّة، ص: ۹۳

ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک شیخ کو آتے ہوئے دیکھا، اون کا لباس پہنا ہوا تھا اور ہاتھ میں لاٹھی تھی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ کوئی شیخ آ رہے ہیں تو کھڑے ہو گئے، کپڑوں کو ٹھیک کیا اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ حضرات علم اور ادب والے تھے، بہر حال وہ شیخ آئے، علیک سلیک ہوئی، وہ بھی بیٹھ گئے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کو دیکھتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد شیخ نے کہا کہ کیا میں سوال کر سکتا ہوں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جی ہاں! شیخ نے کہا کہ جو مسائل آپ بیان کرتے ہیں، ان کے لئے آپ کے پاس کیا دلیل ہوتی ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کِتَابُ اللّٰہِ، اللہ تعالیٰ کی کتاب، میں مسئلہ بیان کرتا ہوں تو قرآن سے دلیل پکڑتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے علاوہ اور کیا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت۔ شیخ نے کہا کہ ان دو چیزوں کے علاوہ اور کیا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اِتِّفَاقُ الْأُمَّةِ، اجماعِ اُمّت۔

علماء سمجھتے ہیں کہ شریعتِ مطہّرہ کے مسائل کا استخراج چار (۴) اصولوں سے ہوتا ہے: کتابُ اللہ، سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماعِ اُمّت اور قیاس، میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، میں اس وقت اس قصّے سے صرف یہ بات بتلانا چاہتا ہوں کہ علماء نے علم کے پیچھے کتنی محنت کی ہے، خیر، تو شیخ نے کہا کہ اجماعِ اُمّت آپ کے نزدیک مسائل استنباط کرنے کے لئے ایک اصول ہے، اس پر آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں، دلیل ہے اور وہ کتابُ اللہ میں ہے۔ شیخ نے کہا کہ کتابُ اللہ میں کون سی آیت؟

اس سوال پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور غور و فکر کرنے لگے، ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ دلیل معلوم تھی لیکن اس وقت ذہن سے اوجھل ہوگئی تھی، بالآخر شیخ نے کہا کہ میں آپ کو تین (۳) دن کی مہلت دیتا ہوں، میں تین دن کے بعد دوبارہ آؤں گا، اس وقت یا تو اس سوال کا جواب دیجئے یا پھر توبہ کیجئے۔

قصّے کے راوی کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور تین دن تک باہر نہیں نکلے، میں نے ابھی آپ حضرات کو بتلایا کہ یہ حضرات دنیا وما فیہا سے بے خبر ہوجاتے تھے، ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت تھا، گھر میں چلے گئے اور تین دن کے بعد اسی وقت یعنی ظہر اور عصر کے درمیان نکلے، اور حال یہ تھا کہ آپ کا پورا بدن سُوج چکا تھا؛ چہرہ، ہاتھ، پیر اور بدن کے ہر عضو پر ورم تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ آپ ایک مدّت سے بیمار ہیں، صرف تین دن میں آپ کی یہ حالت ہوگئی، آپ ابھی گھر سے نکل کر بیٹھے ہی تھے کہ وہ بزرگ بھی پہنچے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور اجماعِ اُمّت کے حجّت ہونے پر دلیل مانگی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النّساء:۱۱۵)

یہ علمی بات ہے، میں اس میں جانا نہیں چاہتا، شیخ مطمئن ہوگئے، تصدیق کی اور چلے گئے، ان کے جانے کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس دن گھر میں داخل ہونے کے بعد میں دلیل تلاش کرنے کے لئے قرآن کی تلاوت میں مشغول

ہوگیا، روزانہ تین مرتبہ قرآنِ مجید کو مکمّل کیا۔[۱]

اللہ اکبر! آپ دلیل تلاش کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ ہر مرتبہ اس آیت پر سے گزر رہوا ہوگا، مگر جواب کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوا اس لئے برابر پڑھتے رہے، پورا قرآن نو (۹) مرتبہ پڑھا، جب جواب کی طرف ذہن منتقل ہوا کہ یہ آیت دلیل ہے تب سکون ہوا۔

صرف ایک سوال کے جواب کے لئے وہ اپنے آپ کو کیسی مشقّت میں ڈالتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کا اوڑھنا بچھونا سب کچھ علم اور دین کی خدمت ہی تھا، ذہن میں ہر وقت یہی سوال گردش کرتا رہتا تھا کہ کون سی چیز اللہ کو راضی کرنے والی ہے اور کون سی ناراض کرنے والی؟ کون سی چیز جائز ہے اور کون سی ناجائز؟ میرے بھائیو! یہ سب کچھ انہوں نے میرے اور آپ کے لئے کیا، اگر یہ حضرات محنت نہ کرتے تو آج ہمارے لئے دین پر چلنا ممکن نہ ہوتا۔

بھوکے شیر کے سامنے بھی علم اور دین کی فکر

ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں ابو الحسن بُنان الزّاہد رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے زمانے میں احمد بن طولون حکمران تھا، بڑا ظالم اور جابر، اس کے ظلم وتشدّد کی وجہ سے اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) لوگوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا۔[۲] ابو الحسن بُنان الزّاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن طولون کے سامنے حق بات کہی، جیسے میں نے پہلے کہا کہ یہ حق بات کہنے کا کام علماء ہی کرتے ہیں، ناراض ہو کر غضبناک ہوگیا، حکم دیا کہ ابو الحسن

---

[۱] سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۸۳، ۸۴

[۲] شذرات الذهب: ۳/ ۲۹۵

کوشیر کی غذا بنادو! کارِندوں نے شیخ کو arena (میدان) میں لا کر بٹھا دیا۔

شیر کو پنجرے میں لایا گیا، لوگ جمع ہو گئے، وہ محفوظ جگہ سے پورا تماشہ دیکھ رہے تھے، پنجرے کا دروازہ کھولا گیا، شیر دھاڑیں مارتا ہوا arena (میدان) میں داخل ہوا، چاروں طرف خوف کا ماحول تھا، ایسا نظر آرہا تھا کہ شیخ چند لمحوں کے مہمان ہیں، مگر شیخ اپنی نظریں زمین کی طرف کئے ہوئے اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے، نہ گھبراہٹ نہ خوف، شیر دوڑتا ہوا آگے بڑھا اور ابھی شیخ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک رُکا اور زمین پر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد اُٹھا اور آہستہ آہستہ شیخ کی طرف آگے بڑھنے لگا، قریب پہنچ کر شیخ کو دیکھنے اور سونگھنے لگا جیسا کہ ایک پالتو کُتّا اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے انسان سے شیر خوف زدہ ہو گیا، ادھر شیخ اسی طرح نظریں جُھکا کر خاموش بیٹھے ہیں اور چہرے سے پتا چل رہا تھا کہ آپ کسی چیز کے بارے میں سوچ رہے ہیں، احمد بن طولون کو احساس ہوا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے، اس سے دشمنی مول لینا اپنے آپ کو بڑے خطرے میں ڈالنا ہے، قصّہ ختم ہو گیا۔

لوگ شیخ کی خاموشی کے بارے میں بحث کرنے لگے، جس کے ذہن میں جو بات آئی وہ کہی، احمد بن طولون نے بھی شیخ سے پوچھا کہ بیٹھے بیٹھے شیر کے سامنے آپ کیا سوچ رہے تھے؟ شیخ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ مجھے ضرور بچالے گا، اس لئے جب شیر قریب آیا تو اس بات پر غور کرنا پڑا کہ آیا شیر کا لُعاب، شیر کا تھوک پاک ہے یا نہیں؟[1]

---

[1] حلیة الأولیاء: ۱۰/ ۳۲۴

اللہ اکبر! شیر کے منہ میں ہوتے ہوئے بھی ایک شرعی مسئلے میں غور کررہے ہیں، میرے بھائیو! اِن علماء کو سلام، اِن علماء پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ہمارا اور آپ کا حشر اِن علماء کے ساتھ فرمائیں، اگر آخرت کی کامیابی چاہتے ہو تو یہ دعا کرو کہ اے اللہ! اِن کے ساتھ ہمارا حشر فرما اس لئے کہ قیامت کے دن یہ حضرات بہت اونچے مقام پر ہوں گے۔

حدیث کی خدمت کی وجہ سے محدّث ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخرت میں مقام

محدّث ابوزرعہ الرّازی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ فرشتوں کو پہلے آسمان میں نماز پڑھا رہے ہیں، پوچھا کہ یہ مقام آپ کو کیسے ملا؟

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا[1]

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے اس ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھیں اور ہر حدیث پر درودِ پاک پڑھا۔[2]

ظاہر ہے کہ جس پر ایک کروڑ رحمتیں نازل ہوں اسے یہ مقام نہیں تو اور کیا ملے گا؟ میرے بھائیو! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے خیمے صدیوں پہلے جنّت میں گاڑ چکے ہیں،

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، ح(۳۷۸)

[2] تاریخ بغداد: ۱۲/۴۶

ان کے خلاف زبان گندی کر کے اپنے آپ کو جنّت سے محروم نہیں کرنا چاہئے، حضرت علّامہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ ابن حجر ہوں یا علّامہ عینی، یہ سب حضرات صدیوں پہلے جنّت میں اپنے خیمے گاڑ چکے ہیں، ان کی شان میں کوئی نامناسب بات کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔[1] میرے بھائیو! زبان کی حفاظت کرو، ان کا کچھ نہیں جائے گا مگر ہمارا بہت بڑا نقصان ہوگا۔

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توجّہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں علم کی خدمت کرنے والے حضرات کا مقام کتنا اونچا ہے اس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے، ایک محدّث، یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طلبِ علم میں تیس (۳۰) سال سفر میں رہا، میرے اوپر ایک مرتبہ ایسا وقت آیا کہ کھانے پینے وغیرہ کے لئے کچھ نہیں تھا، پیسے بھی نہیں تھے، مجھے مجبوراً کتابت کا کام اختیار کرنا پڑا، اب ایک طرف طلبِ علم کی مشغولی اور دوسری طرف لکھنے کا کام جس کی تنخواہ سے میں اپنا کام چلا لیتا، دن پورا طلبِ علم میں گزرتا اور رات پوری لکھنے میں۔

ایک رات لکھتے لکھتے اچانک میری آنکھوں میں پانی اُتر آیا اور بینائی چلی گئی، میں پُھوٹ پُھوٹ کر رویا، کس بات پر؟ اس بات پر کہ جس علم کی طلب میں نکلا تھا اسے اب حاصل نہیں کرسکوں گا، بہت رویا اور روتے روتے مجھے نیند آ گئی، خواب میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں کہ یعقوب! تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں علم کی طلب میں نکلا

---

[1] مجالسِ مفتیٔ اعظم، ص:۶۲۶

تھا، میری بینائی چلی گئی، مجھے غم ہو رہا ہے کہ میرا مقصد فوت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آنکھوں پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور کچھ پڑھ کر دم کیا، جب میں بیدار ہوا تو میری بینائی واپس لوٹ چکی تھی۔[1]

میرے بھائیو! علمِ نبوّت سے نسبت اتنی اونچی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ان حضرات کو تائیدِ غیبی حاصل تھی اور ان کی طرف عجیب عجیب طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت متوجّہ ہوتی تھی۔

چار طالبِ علموں کی قربانی اور نصرتِ غیبی

محمد نام کے چار بڑے بڑے امام گزرے ہیں؛ محمد بن جریر الطّبری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن نصر المروزی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن ہارون الرُّویانی رحمۃ اللہ علیہ، چاروں اپنے وقت کے امام، ان کی طالبِ علمی کے زمانے کا ایک عجیب قصّہ ہے، چاروں اتّفاق سے مصر میں اکٹھے ہو گئے، خرچ ختم ہو گیا، بھوک اور فاقوں کی نوبت آئی، بالآخر صورتِ حال نے شدّت اختیار کر لی، جب اپنی رہائش گاہ پر رات کو جمع ہوئے تو بھوک کی وجہ سے تڑپ رہے تھے، چاروں کا اس بات پر اتّفاق ہوا کہ قرعہ ڈالتے ہیں اور جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے بھیک مانگنے کے لئے جانا پڑے گا، قرعہ اندازی ہوئی اور محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا قرعہ نکلا، انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ حضرات مجھے تھوڑی مہلت دو، میں وضوء کر کے دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کروں، چنانچہ یہ طالبِ علم وضوء کر کے نماز میں مشغول ہو گئے، دعا بھی کی ہوگی کہ اے اللہ! مجھے سوال اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی

---

[1] تہذیب التہذیب: ۴/۴۴۲

ذلّت سے بچا لیجئے، طالبِ علم تھے مگر مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے جُھک گئے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، جب دروازہ کھولا تو والئ مصر کا قاصد تھا، اس نے کہا کہ محمد بن نصر کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ہیں، اس نے پچاس دینار سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی اوران کے حوالے کردی، پھر پوچھا کہ محمد بن جریر کون ہیں؟ جب بتلایا گیا تو انہیں بھی ایک ایسی ہی تھیلی دے دی، اس کے بعد محمد بن اسحاق کے بارے میں پوچھا تو ساتھیوں نے بتلایا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، قاصد نے انہیں اور محمد بن ہارون کو بھی پچاس پچاس دینار کی ایک ایک تھیلی دی اوراس کے بعد کہا کہ امیر گزشتہ کل دوپہر قیلولہ کررہے تھے، خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے کہا کہ محمد نام کے چار طالبِ علم بھوک سے تڑپ رہے ہیں اورتم خوابِ خرگوش میں مشغول ہو؟ امیر نے یہ تھیلیاں تمہارے لئے بھیجی ہیں اور قسم دے کر کہا ہے کہ جب یہ ختم ہوجائیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو بھیج کر اطّلاع دے دینا تاکہ مزید امداد کی جائے۔[1]

ایک طالبِ علم کا دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقام

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث حاصل کرنے کے لئے گئے، ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابن عساکر نے مجھ سے حدیث پڑھنا شروع کیا، حدیث پڑھنے کا اور علم حاصل کرنے کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ میں ان سے صرف تین (۳) دن میں تنگ آ گیا، اللہ اکبر! یہ طالبِ علم کتنا حریص ہوگا کہ

---

[1] طبقات الشافعية الكبرى: ۲/۲۵۱

ایک محدّث جنہوں نے اپنے آپ کو اسی کام کے لئے وقف کر رکھا تھا وہ تنگ آ گئے، فرماتے ہیں کہ میں نے قسم کھالی کہ آئندہ اس طالبِ علم کے لئے دروازہ نہیں کھولوں گا، صبح کو کسی نے دروازے پر دستک دی، میں نے دروازہ کھولا، علیک سلیک کے بعد اس نے کہا:

أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكَ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجا ہے۔

میں نے کہا:

مَرْحَباً بِكَ

آپ کو مرحبا ہو، تشریف لائیے۔

اس نے کہا کہ میں نے خواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوعبداللہ الفراوی کے پاس جاؤ اور ان سے کہو:

قَدِمَ بَلَدَكُمْ رَجُلٌ شَامِيٌّ أَسْمَرُ اللَّوْنِ يَطْلُبُ حَدِيْثِي فَلَا تَمَلَّ مِنْهُ

تمہارے شہر نیشاپور میں ایک شخص آیا ہے شام سے، گندم گوں رنگ والا ہے، وہ صرف میری حدیث کی طلب میں آیا ہے، اس لئے اس سے اُکتا نا مت۔

ابوعبداللہ الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدّث تھے اور حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھوٹے تھے اور طالبِ علم، مگر علم کی محبت اور علم کی اعلیٰ درجے کی

طلب کی وجہ سے اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہ میں ان کا مقام بہت اونچا تھا، محدّث الفراوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ بات سمجھ گئے، اسی لئے آپ نے یہ معمول بنالیا کہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ جب تک پڑھتے رہتے آپ پڑھاتے رہتے، اس واقعے کے راوی کہتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ الْفَرَاوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْمُ حَتّٰى يَقُوْمَ الْحَافِظُ[1]

اللہ کی قسم! امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ مجلسِ حدیث سے اس وقت تک نہیں اُٹھتے تھے جب تک حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نہیں اُٹھ جاتے تھے۔

یعنی امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ ہر طالبِ علم سے کہتے تھے کہ وقت پورا ہوگیا، اب چلے جاؤ، مگر ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ جب تک خود نہیں کہتے تھے کہ بس، اس وقت تک امام الفراوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے نہیں اُٹھتے تھے اور پڑھاتے رہتے تھے۔

میرے بھائیو! یہ وہ جماعت ہے جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اور دربارِ رسالت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ہوتی ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب طلبہ اپنے گھروں سے حدیث کی طلب میں نکلتے ہیں تو ان کے اس سفر کی برکت سے اللہ تعالیٰ شانہٗ اِس اُمّت سے بلاؤں کو دور کردیتے ہیں۔[2]

علماء اور محدّثین آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جماعت ہیں

ابونصر الواعظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو

---

[1] تذكرة الحفّاظ: ۴/۸۷

[2] مجموعة رسائل في علوم الحديث، ص: ۱۴۸

دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ محمد بن سلیمان الصُّعلو کی رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، یہ اُس وقت کے امام المحدّثین تھے، ابو نصر کہتے ہیں کہ میں بھی پیچھے پیچھے گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ محمد بن سلیمان کے پاس داخل ہوگیا، میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے بیٹھ گیا، بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ یہ تو امام المحدّثین ہیں، بیمار ہیں، ان کا اگر انتقال ہوگیا تو اندیشہ ہے کہ دین میں اور خدمتِ حدیث میں خلل واقع ہوجائے گا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا:

لَا تُفَكِّرْ فِيْ ذَاكَ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ عِصَابَةً أَنَا سَيِّدُهَا[1]

تم اِس کی فکر نہ کرو (کہ یہ انتقال کرجائیں گے تو حدیث میں خلل واقع ہوجائے گا، یہ جو علماء اور محدّثین کی جماعت ہے، اُس کا میں سردار ہوں، اور) جس جماعت کا میں سردار ہوں اس جماعت کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کریں گے۔

میرے بھائیو! یہ لوگ بڑے مقدّس ہیں، ان برگزیدہ شخصیتوں کے اور بھی کئی قصّے ذہن میں آرہے ہیں، جی چاہتا ہے کہ انہیں بھی بیان کروں مگر وقت اجازت نہیں دیتا۔

علماء اُمّت کے محسن ہیں

یاد رکھو کہ یہ علماء ہمارے محسن ہیں، پوری اُمّت کے محسن ہیں، انہوں نے رات اور دن ایک کرکے ہم تک علم پہنچایا ہے، انہوں نے بہت محنتیں کی ہیں، اگر یہ خون

---

[1] طبقات المفسّرین: ۲/ ۱۵۵، ۱۵۴

اور پسینے کو ایک نہ کرتے، رات اور دن کو ایک نہ کرتے تو آج ہمیں دین کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے جب تشریف لے گئے اس وقت اسلامی کتب خانے میں کتنا ذخیرہ تھا؟ صرف قرآنِ مجید اور حدیثوں کے کچھ صحیفے اور رسالے، اور قرآنِ مجید بھی پورا ایک جگہ لکھا ہوا نہیں تھا اور نہ حدیث کی کوئی باضابطہ کتاب تھی، لیکن یہ علماء کی محنت کی برکت ہے کہ آج آپ کسی بھی کتب خانے میں چلے جائیں اور قرآن کی تفسیر کے متعلّق پوچھیں تو کتب خانے کا ناظم آپ کو کتب خانے کا ایک حصّہ بتلائے گا جس میں درجنوں کتابیں صرف تفسیر سے متعلّق ہوں گی، آپ بخاری شریف کی شروحات کے بارے میں پوچھیں تو وہ ایک دوسرے حصّے کی طرف اشارہ کرے گا جو صرف بخاری شریف کی شروحات سے بھرا ہوگا، علماء کرام نے دین اور علم کی حفاظت اور پھر اس کی اشاعت کے لئے بہت محنت کی ہے۔

علماء کی محنت نہ ہوتی تو ہم تلاوت سے بھی محروم رہتے

اگر یہ حضرات محنت نہ کرتے تو ہم قرآن کی تلاوت بھی نہ کر سکتے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں عربی حروف پر کوئی علامت نہیں تھی، ب، ت، ث، ج، خ، وغیرہ تمام حروف بغیر نقطے کے تھے، قرآن اگر اسی حالت میں رہتا تو ہم اس کی تلاوت کیسے کرتے؟ علماء نے محنت کی کہ ب، ت، ث میں فرق بتلانے کے لئے نقطے لگائے، پھر نہ زبر تھا، نہ زیر اور پیش، نہ تشدید نہ سکون، سوچو کہ ہم قرآن کیسے پڑھتے؟

علماء کے بغیر لوگ چوپایوں کی طرح ہوتے

میرے بھائیو! نہ ہم قرآن پڑھ سکتے، نہ سمجھ سکتے، نہ دین پر عمل کر سکتے، پھر ہم میں اور جانوروں میں کیا فرق ہوتا؟ اسی لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَصَارَ النَّاسُ مِثْلَ الْبَهَائِمِ[1]

اگر علماء نہ ہوتے تو انسان چوپایوں کی طرح ہوجاتے۔

اگر علماء نہ ہوتے تو علم محفوظ نہ رہتا، علم محفوظ نہ رہتا تو ہمارے اندر انسانیت باقی نہ رہتی، میرے بھائیو! یہ علماء اور حفّاظ ہمارے چھوٹے بچّوں کو دین پڑھاتے ہیں، ہمیں بھی بچپن میں انہوں نے ہی قرآن پڑھایا اور دین سکھایا، ہمیں وضوء اور غسل کا طریقہ سکھایا، نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا سکھایا، انہوں نے ہی ا، ب، ت، ث سے شروع کرواکر ہم پر محنت کرکے علم اور ادب کا شعور دیا، انہی حضرات نے ہمیں اخلاق سکھائے، جینے کا سلیقہ سمجھایا، زندگی کو با مقصد بنایا، یہ مکتب میں بیٹھ کر پڑھانے والے، یہ دار العلوم میں خدمت کرنے والے، یہ فتویٰ لکھنے والے، یہ سب حفّاظ، علماء اور مفتیانِ کرام ہمارے محسن اور قابل قدر ہیں۔

علماء مفت میں رہنمائی کرتے ہیں

میرے بھائیو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ کو کوئی نیا مسئلہ پیش آتا ہے تو آپ کی کون رہنمائی کرتا ہے؟ میں کہا کرتا ہوں کہ پوری دنیا میں free consultancy (مفت رہنمائی) ایک ہی جگہ مہیا ہے، علماء اور مفتی حضرات کے پاس، یہ حضرات آپ کے مسائل مفت میں حل کرتے ہیں، ان حضراتِ علماء کا ہم پر بڑا احسان ہے۔

پہلی اپیل: علم، علماء اور مدارس کی قدر کرو

میرے بھائیو! میری سب سے پہلی اپیل آپ حضرات سے یہ ہے کہ آپ

---

[1] إحياء علوم الدين: ۱/ ۴۵

اپنے دلوں میں علم کی، علماء کی اور علم کے مراکز یعنی مدارس اور مکاتب کی قدر پیدا کرو، ایسا خیال مت آنے دو کہ یہ کچھ نہیں کر رہے ہیں، یہ خیال بھی مت آنے دو کہ یہ لوگ دین کا کام تنخواہ لے کر کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ حضرات تدریس میں یا امامت میں فُل ٹائم مشغول ہیں، اگر تنخواہ نہ لیں تو کھائیں گے کہاں سے؟ اپنی اور اپنے بچّوں کی ضرورت کہاں سے پوری کریں گے؟ آپ بھی فیکٹری بند کر دو، دکان بند کر دو، کام کرنا بند کر دو، ہم بھی تو دیکھیں!

علماء کی کفالت: قوم کی شرعی ذمّہ داری

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عورت کا نفقہ شوہر کے ذمّے اس لئے واجب ہے کہ وہ شوہر کی وجہ سے محبوس ہے، ٹھیک اسی طرح دین کی خدمت کرنے والے علماء بھی قوم کی وجہ سے محبوس ہیں، امام بھی محبوس ہے اس لئے کہ اسے نمازوں کی اور مکتب کی پابندی کرنی پڑتی ہے، دار العلوم میں پڑھانے والا شیخ الحدیث، مدرّس اور مفتی بھی محبوس ہے، یہ لوگ اُمّت کی ان خدمتوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنی ضرورتوں کے لئے وسائل جمع نہیں کر پاتے، اس لئے قوم کی یہ ذمّہ داری ہے کہ ان کو نفقہ دے اور ان کی ضرورتیں پوری کرے۔[1]

عورت کی تو آپ ساری ضرورتیں پوری کرتے ہیں، بلکہ ان پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں، لیکن ائمّہ کو اتنی تنخواہ بھی نہیں دیتے جس سے ان کی اَوسط درجے کی ضرورت پوری ہو سکے، ہم علماء کو کون سی بہت بڑی تنخواہ دے ڈالتے ہیں کہ ان پر احسان جتاتے ہیں کہ یہ پیسے لے کر دین کا کام کر رہے ہیں، یہ تو ہماری

[1] ملفوظاتِ حکیم الاُمّت: ۱۲/ ۱۵۱، ۱۵۲

شرعی ذمّہ داری ہے کہ ہم دین کی خدمت کرنے والے علماء کا خیال رکھیں اور ان کا تعاون کریں۔

یہ تو اچھا ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ علماء میں ایک نہ بجھنے والی پیاس پیدا کرتے ہیں کہ میں سیکھوں اور سکھاؤں، اسی وجہ سے یہ مکتبوں میں، مدرسوں میں اور مسجدوں میں پڑے رہتے ہیں، لعن طعن بھی سنتے ہیں، گالیاں بھی کھاتے ہیں اور ذلّت بھی برداشت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر نصیب کریں۔ (آمین)

علماء کی توہین کرنے والے کا گھرانہ علم سے محروم رہتا ہے

عرض یہ کر رہا تھا کہ دل میں قدر پیدا کرو، کس کی؟ علم کی، علماء کی، حفّاظ کی، مفتیوں کی، مدارس کی اور مکاتب کی، اس سے کس کو فائدہ ہوگا؟ علماء اور مدارس کو؟ نہیں، بلکہ فائدہ آپ کو ہوگا، آپ کو کامیابی ملے گی، جو علماء کا، مدارس کا، علم کا، علم سے تعلّق رکھنے والی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کا احترام کرتا ہے، اسے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں خیر و برکت نصیب ہوتی ہے، اور جو توہین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سزا دیتے ہیں، اور سزا کا ایک حصّہ یہ ہے کہ اس کے گھر میں علم کو نہیں آنے دیتے۔

میں لیسٹر کے جس علاقے میں رہتا ہوں اس کا نام Highfields ہے، میں وہاں لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے آپ کو Highfields سے باہر نہیں جانا پڑے گا، آج میں آپ سے بھی وہی بات کہتا ہوں کہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے آپ کو لُوسا کا شہر سے باہر نہیں جانا پڑے گا، ایسے لوگوں کو دیکھئے جو علماء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، لاکھ کوشش کے باوجود ان کی اولاد علم حاصل نہ کر سکی، اور اگر کسی کا کوئی بچّہ عالم بن بھی گیا تو دین کی خدمت نہیں کر سکا، اور جاہلوں

اور گنہگاروں کے گھروں میں علم آیا، آپ کو ایسی درجنوں مثالیں ملیں گی کہ باپ جاہل ہے، چہرے پر ڈاڑھی بھی نہیں ہے، مگر علم اور اہلِ علم کی قدر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے اس کی اولاد کو، نواسوں کو، پوتوں کو علم کی دولت سے نوازا، اور ان کی برکت سے اس کی زندگی میں بھی ایک خوشگوار تبدیلی آئی، تو ایک کام یہ کرو کہ علم اور علم سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کی قدر کرو۔

دوسری اپیل: خود علم حاصل کرو

دوسرا کام یہ کرو کہ خود علم حاصل کرو، جن کا نہ خانقاہوں سے تعلّق ہے، نہ دعوت وتبلیغ سے اور نہ علماء و مدارس سے، انہیں تو علم حاصل کرنے کی بہت زیادہ فکر کرنی چاہئے، لیکن میرے خانقاہی اور تبلیغی بھائیوں کو بھی اس اہم کام کی طرف توجّہ کر کے علماء کے قریب آنا چاہئے اور ان سے خوب استفادہ کرنا چاہئے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ گزشتہ بارہ مہینوں میں آپ نے کتنا علم حاصل کیا؟ علم حاصل کرنے کے لئے کیا کوشش کی؟ علم حاصل کرنا تو بدقسمتی سے ہمارے اعمال اور معمولات میں ہے ہی نہیں، جب علم میں ترقّی نہیں ہوگی تو دین میں ترقّی کیسے ہوگی؟ علم ہوگا تو عمل آئے گا، اسی طرح علم میں ترقّی ہوگی تو عمل میں ترقّی ہوگی، اس لئے خدا کے واسطے علم حاصل کرنے کی فکر کرو اور اس کے لئے عملی اقدام کرو۔

علم بڑھے گا تو عمل بڑھے گا

جن حضرات کا خانقاہوں سے تعلّق ہے وہ اپنے مشائخ کے ساتھ تعلّق رکھتے ہیں جس کی برکت سے ان کے دلوں کو جِلاء ملتی ہے، دل عشقِ الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ اُٹھتا ہے، مگر علم محدود ہونے کی وجہ سے

عمل بھی محدود ہو کر رہ جاتا ہے، ہماری تبلیغی جماعت کے ساتھی چالیس (۴۰) دن کے لئے، چار (۴) مہینے کے لئے جاتے ہیں، عمل کا جذبہ لے کر واپس آتے ہیں، مگر علم کی کمی کی وجہ سے عمل میں ترقّی نہیں کر سکتے، ہمارا علم دس (۱۰) سال پہلے جتنا تھا آج بھی اتنا ہی ہے، جب یہ بات ہے تو عمل کے جذبے کے باوجود زندگی میں عمل کیسے آئے گا؟ علم بڑھاؤ، علم بڑھے گا تو عمل بڑھے گا۔

ریل گاڑی کے اِنجن میں بھاپ جتنی چاہے بڑھ جائے مگر وہ وہیں تک جا سکے گی جہاں تک پٹڑیاں ہوں گی، اگر لُوساکا سے جانے والی ریل گاڑی کے لئے پٹڑیاں Petauke تک ہی پہنچتی ہیں تو اس میں جتنی چاہے بھاپ پیدا کر لو وہ گاڑی Petauke سے آگے نہیں جا سکے گی، اِنجن سے چُھک چُھک کی آواز آتی رہے گی مگر گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی، اسی طرح ہمیں بھی خانقاہوں میں حاضری کی برکت سے، دعوت وتبلیغ میں وقت لگانے کی برکت سے دل کی کیفیت میں فرق محسوس ہوتا ہے، اعمال کا جذبہ بڑھتا ہے، لیکن پٹڑی یعنی علم نہ ہونے کی وجہ سے عملی زندگی میں ہم ترقّی نہیں کر سکتے، جب اعمال کا علم ہی نہ ہو تو عمل کیسے کریں گے؟ اندر کے جذبے کو محسوس کر کے ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ ایمان میں، معرفت میں بہت ترقّی ہوئی ہے حالانکہ بات یہ ہوتی ہے کہ گاڑی ایک جگہ پر رُک کر کھڑی رہ گئی ہے اور رُکی ہوئی گاڑی کا اِنجن بہت آواز کرتا ہے جس سے سننے والے کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ گاڑی تیز رفتاری کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

کچھ صاف صاف باتیں

اور میں بہت ادب سے یہ بات بھی اہلِ زامبیا اور اہلِ لُوساکا سے کہنا چاہتا

ہوں کہ آپ حضرات کو علماء سے جس طرح اور جتنا فائدہ اُٹھانا چاہئے نہیں اُٹھا رہے ہیں، بلکہ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ علماء کو تو یہاں مقیّد کر رکھا ہے، انہیں منبر پر بیٹھنے نہیں دیا جاتا، ذمّہ دار حضرات جس کو چاہتے ہیں اپنی مرضی سے بٹھاتے ہیں، انہیں درسِ قرآن کی اجازت نہیں دی جاتی، درسِ حدیث کی اجازت نہیں دی جاتی، ہمارے یہاں انگلینڈ میں ایسا نہیں ہے، تقریباً تمام مساجد میں منبر امام کو دیا جاتا ہے، ہر جمعے کو وہ آزادی کے ساتھ آدھ گھنٹے کی تقریر کر سکتا ہے، غلط بات پر بغیر کسی ڈر کے نکیر بھی کرتا ہے، کبھی اس کی زد میں کمیٹی بھی آجاتی ہے۔

میرے بھائیو! جو قوم اپنے علماء کی زبانوں کو پابند کرے گی، ان کو دینی معاملات سے بے دخل کرے گی، منبر اور محراب کو اپنے کنٹرول میں رکھ کر علماء کو آزادی کے ساتھ صحیح اور غلط کے بارے میں بولنے کا موقع نہیں دے گی، وہ قوم اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ کے احکام سے واقف کیسے ہوگی؟ اور جو قوم اللہ تعالیٰ کے احکام سے ناواقف ہوگی، وہ جنّت کے راستے پر کیسے چل سکے گی؟ قرآن اور حدیث کے علوم کے حاملین کو آپ نے جکڑ بندیوں میں رکھا ہے، وہ بول نہیں سکتے، انہیں موقع نہیں دیا جاتا، علماء سے اتنی دوری، علماء پر پابندیاں کہ علماء کے بیانات نہیں چاہیے، اگر آپ علماء کے بیانات نہیں سنیں گے تو کس کے بیانات سنیں گے؟ ایسی صورتِ حال میں آپ کے پاس صحیح علم کہاں سے آئے گا؟ میرے بھائیو! یہ بہت ہی خطرناک صورتِ حال ہے، یہ جہالت کو بڑھانے کا راستہ ہے۔

باہر سے جو علماء آتے ہیں ان سے بھی آپ لوگ کماحقّہٗ استفادہ نہیں کرتے، جب تک میزبان ازخود مسجد کے ذمّہ داروں کے پاس نہیں جاتا اس وقت تک مسجد

والے دلچسپی نہیں لیتے، انہیں یہ خیال نہیں آتا کہ ہماری بستی میں ایک بڑے عالم یا بزرگ آئے ہوئے ہیں، ان کا ہماری مسجد میں بیان ہونا چاہئے تا کہ ہماری مسجد کے مصلّی فائدہ اُٹھا سکیں، ہمیں تو اس بات سے بہت تعجب ہوتا ہے کہ یہاں باہر سے بڑے بڑے علماء آتے ہیں اور بیچارے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں، ان کے پاس جا کر درخواست کرنی چاہئے کہ آپ ہماری مسجد میں تشریف لائیں اور لوگوں کو استفادے کا موقع دیں، میں تو بہت چھوٹا آدمی ہوں، ایک طالبِ علم ہوں، میں یہ بات اپنے لئے نہیں کہہ رہا ہوں، میں نے تو مولوی انس کو کہہ رکھا ہے کہ کسی مسجد میں از خود بیان کے لئے درخواست نہیں کرنی چاہئے، میں آپ حضرات کو یہاں جو بڑے بڑے علماء تشریف لاتے ہیں ان کی طرف متوجّہ کر رہا ہوں۔

ہمارے یہاں انگلینڈ میں جب اکابر تشریف لاتے ہیں تو لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں، مسجدوں کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے کہ فلاں بزرگ ہمارے شہر میں آرہے ہیں تو دوسری مسجد والوں سے پہلے ہم دعوت پیش کر دیں تا کہ موقع ہمیں ملے، اور یہاں ایک ایک، دو دو ہفتے تک بزرگانِ دین آکر بیٹھے رہتے ہیں اور ذمّہ داروں میں سے کسی کے دل میں یہ داعیہ پیدا نہیں ہوتا کہ ان سے درخواست کریں کہ آپ ہماری مسجد میں دین کی بات کریں، نہ علم کی طلب نہ علماء سے استفادے کا شوق، اس باعثِ فکر صورتِ حال کے ساتھ پھر دین داری کا ناز!

مجھے یہ خواہش نہیں ہے کہ مجھے موقع دیا جائے، ویسے بھی مجھے اسٹیج کا کوئی شوق نہیں ہے، حق بات کہنے کی عادت ہے اور یہ میری ذمّہ داری بھی ہے کہ جو چیز غلط نظر آئے اس کی طرف آپ کو متوجّہ کروں، ورنہ قیامت کے دن آپ میرا گریبان

پکڑ کر کہیں گے کہ تجھے جو چیز غلط نظر آئی تھی اسے بتلائے بغیر چلا گیا تھا، تیری اس کوتاہی کی وجہ سے ہم محروم رہے اور آج ہماری پکڑ ہو رہی ہے، میں قیامت کے دن بَری رہنا چاہتا ہوں اس لئے جو چیز غلط نظر آئی میں نے آپ کے سامنے صاف صاف کہہ دی۔

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر

میں نے جو بات کہی ہے صحیح سمجھ کر خیر خواہی کی نیت سے کہی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائیں، آپ حضرات کو اس پر عمل کی توفیق دیں اور مجھے اس پر اجر عطا فرمائیں، اگر یہ بات کہتے ہوئے زبان سے کوئی غلط لفظ یا جملہ نکل گیا ہے تو میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کے بعد آپ سب دوستوں سے معافی مانگتا ہوں، میں نے کسی کی دل آزاری کے لئے اور کسی کو ایذاء پہنچانے کے لئے کوئی بات نہیں کہی ہے، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر ہے کہ جب یہاں بیٹھتا ہوں تو اس بات کو کہنے کی کوشش کرتا ہوں جو لوگوں کو جنّت کے قریب لے جائے اور جہنّم سے دور، یہ میرا کام ہے، اس لئے ذہن میں جو بات آتی ہے اسے آخرت کو سامنے رکھ کر کہنے کی کوشش کرتا ہوں، میں پہلی مرتبہ یہاں نہیں آیا ہوں، پہلے بھی کئی مرتبہ آچکا ہوں، یہاں بھی، اپنے مقامی شہر لیسٹر میں بھی، دوسرے شہروں اور ملکوں میں بھی، عام بیانوں میں اور نجی مجلسوں میں، میرا یہی انداز ہے کہ مجھے جو بات کہنی ہوتی ہے اسے صاف کہہ دیتا ہوں، اس لئے کہ مجھے کسی سے کوئی غرض یا لالچ نہیں، کسی سے میرا تعلّق مال کی بنیاد پر، پیسوں کی بنیاد پر نہیں ہے۔

میں جب کسی ملک کا سفر کرتا ہوں تو کتنا بوجھ محسوس کرتا ہوں وہ میں جانتا

ہوں اس لئے کہ لیسٹر میں میرا اپنا کام متاثّر ہوتا ہے، وہاں سے کہیں جانا مجھے بھاری لگتا ہے، لیکن دین کے فائدے کو سامنے رکھ کر سفر کرنا پڑتا ہے، جو دوست احباب میرے ساتھ رہتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مجھے گھومنے پھرنے کا شوق نہیں ہے، مجھے دعوتوں کا شوق نہیں ہے، مجھے ہدایا اور تحائف کی لالچ نہیں ہے، میں کہیں بھی جاتا ہوں تو اپنی ٹکٹ سے سفر کرتا ہوں، میرا آنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی باتیں کروں، اپنے ان دوستوں سے اور مسلمانوں سے ملاقات کروں جو مجھ سے صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہیں، یہاں کے اداروں، علماء، بزرگانِ دین اور دین کی خدمت کرنے والوں کی زیارت کروں اور ان سے استفادہ کروں، اس کے علاوہ میرا کوئی مطلب نہیں ہوتا، اگر میری زبان سے کوئی لفظ یا جملہ ایسا نکل گیا ہو جو آپ کی دل آزاری کا سبب بنا ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگتا ہوں اور آپ سب دوستوں سے بھی معافی مانگتا ہوں۔

تیسری اپیل: درسِ قرآن اور درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کرو

میرے بھائیو! علم کی اور علماء کی اپنے دلوں میں قدر پیدا کرو، مقامی علماء سے بھی استفادہ کرو، یہاں اچھے اچھے علماء ہیں، ان کو منبر پر بٹھاؤ، ایسے علماء کو بٹھاؤ جو ہمیں ایسی باتیں بتلائیں جو قابلِ اصلاح ہیں، چاہے وہ ہمیں کڑوی لگیں، ہماری اصلاح کی فکر رکھنے والے علماء کے لئے دعا کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم میٹھی میٹھی باتیں سننے کے عادی ہوگئے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص ہماری طبیعت کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔

میرے بھائیو! عرض یہ کررہا ہوں کہ علم کی، علماء کی اور مدارس کی قدر پیدا کرو، خود علم حاصل کرو، علماء سے استفادہ کرو، اچھے علماء کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھو، درسِ قرآن کے سلسلوں کو شروع کرو، درسِ حدیث کے سلسلوں کو شروع کرو، علماء کو آزادی دو، انہیں منبر پر بیٹھنے دو اور بولنے دو ورنہ قیامت کے دن قوم کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا گریبان ہوگا۔

چوتھی اپیل: اپنی اولاد کو علمِ دین سے وابستہ کرو

خود علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو بھی علم سے بہرہ ور کرو، ان کو مدرسوں میں بھیجو، ماشاء اللہ لُوسا کا خود کفیل ہے، ہمیں بہت خوشی ہوتی ہے کہ دعوت وتبلیغ کی محنت بھی اچھی ہورہی ہے، ساتھ ساتھ خانقاہی لائن سے بھی اچھا کام ہورہا ہے، بڑے بڑے اکابر یہاں آتے رہتے ہیں، اور تعلیم وتعلّم کا بھی اچھا انتظام ہے، مساجد کے ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کے لئے مکاتب ہیں، لڑکوں کے لئے فُل ٹائم درسِ نظامی کا انتظام بھی ہے، لڑکیوں کے لئے دو فُل ٹائم مدرسے چل رہے ہیں، اِن اداروں سے فائدہ اُٹھاؤ اور اپنے بچّوں کو اچھی تعلیم اور اچھی تربیت دو۔

علم اور علماء کی قدر کرنے والوں کے لئے دونوں جہان کی سرخروئی

تو اپنے دلوں میں علم کی، علماء کی، مدارس کی قدر پیدا کرو، خود علم حاصل کرو اور اپنی اولاد کو علم کی لائن میں لگاؤ، ایسا کروگے تو دنیا اور آخرت دونوں میں سرخروئی ملے گی، ایک چھوٹا سا قصّہ بیان کرکے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک نہر کے کنارے پر وضوء فرمارہے تھے، ایک آدمی وضوء کرنے کے لئے اُسی کنارے پر بیٹھا، ابھی پانی میں ہاتھ ڈالنے ہی والا تھا کہ کھینچ لیا، دل

میں علماء کی محبت تھی، علم کی قدر تھی، دل میں یہ خیال آیا کہ میں ایک بے علم اور جاہل آدمی، اور یہ وقت کا امام اور اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ، اگر میں ہاتھ ڈالوں گا تو میرا استعمال کیا ہوا پانی بہہ کر ان کی طرف جائے گا، یہ بات ادب کے خلاف ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ میں یہاں سے اُٹھ جاؤں اور دوسری طرف چلا جاؤں تا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا استعمال کیا ہوا پانی میرے پاس سے گزرے اور میں اس کو استعمال کروں، اپنے بدن کو لگاؤں، اس شخص کا جب انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ بھائی! کیا ہوا؟ تو کہا کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے پکڑا گیا، فکر سوار ہوئی کہ پتا نہیں اب کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ تیرے پاس ایک نیکی ہے جو تیرے تمام گناہوں پر بھاری ہے، تو نے ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اُن کے علم کی وجہ سے ادب کیا تھا، اس کی برکت سے تیرے سارے گناہ معاف کر کے تجھے جنّت میں داخل کر رہا ہوں۔[1]

کرنے کے ضروری کام

میرے بھائیو! کرنے کے ضروری کام چار ہیں:

۱) علم کی قدر کرو، علماء کی قدر کرو، مدارس کی، قرآن کی، کتابوں کی، تصنیف و تالیف کی، غرض علم سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کی قدر کرو۔

۲) خود علم حاصل کرو، علماء کو پوچھ پوچھ کر اچھی اچھی کتابیں پڑھو، اس کے ساتھ مساجد میں علماء کے دروس اور بیانات سے استفادے کا اہتمام کرو۔

۳) علماء کو مسجدوں میں آزادی کے ساتھ دین سکھانے کا موقع دو، ہر مسجد میں کم

---

[1] تذکرۃ الأولیاء، ص: ۲۷۸

سے کم ہفتے میں ایک مرتبہ قرآن یا حدیث کا درس ضرور ہونا چاہئے، اگر تسلسل کے ساتھ ایک ہی عالم کرے تو بہت ہی اچھا ہے، مجمع کم ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، دس (۱۰) سال، پندرہ (۱۵) سال، بیس (۲۰) سال میں ان دروس کی برکت سے افراد تیار ہوں گے، پھر ان کا اثر آگے پھیلے گا، یہ تعلیم وتعلّم کا کام ایسا ہے کہ اس کے فوائد آپ کو پندرہ (۱۵)، بیس (۲۰) سال کے بعد معلوم ہوں گے، آپ حضرات اس کی طرف ضرور توجّہ کریں۔

۴) اپنی اولاد کو علم کی راہ پر ڈالو، اُنہیں حافظ بناؤ، عالم بناؤ اور دین کے خادم بناؤ۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ تینوں ہمارے کام ہیں اور بقاءِ دین کے لئے ضروری

میرے بھائیو! جماعتِ تبلیغ کے ساتھ ہر مسلمان کا دل لگا ہوا ہے، اسی طرح مدارس کے ساتھ بھی اور خانقاہوں کے ساتھ بھی ہر مسلمان کا دل لگا ہوا ہے، یہ تینوں کام اچھے کام ہیں، دین کے کام ہیں اور اہلِ حق کے کام ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کسی مسلمان کے دل میں بُرا خیال آئے، تینوں کاموں سے سب کو محبت ہے، مگر تینوں کو ایک ساتھ انجام دینا یہ ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہے، اس لئے جس کام کی طرف ہماری طبیعت کا رجحان ہو اس میں ہمیں پورے انہاک کے ساتھ لگے رہنا چاہئے اور دوسرے کاموں کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ ربط رکھنا چاہئے، یہ سارے کام ہمارے ہیں اور دین کی بقاء کے لئے ضروری ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے ملتے رہیں گے، ملاقات کرتے رہیں گے اور

ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہیں گے تو شیطان کو غلط فہمیاں پیدا کرنے کا موقع نہیں ملے گا، جب ہم شیطان کو موقع دیتے ہیں تو وہ ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں نقصان کسی اور کا نہیں، ہمارا ہی ہوتا ہے۔

میرے بھائیو! تکبّر اچھی چیز نہیں ہے، ضد اچھی چیز نہیں ہے، حق بات سامنے آجائے تو قبول کر لینی چاہئے، غلطی کا پتا چل جائے تو اصلاح کر لینا چاہئے، سچے اور اچھے مؤمن کی یہی شان ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ بہت ترقّیات سے نوازیں، یہ سارے کام دین کے کام ہیں، ان میں سے ہر ایک کے لئے اچھی تمنّاؤں کے ساتھ دل سے دعا کرنی چاہئے، اس طرح اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے پوری دنیا میں ہونے والے تمام دینی کاموں میں ہم حصّہ دار بن جاتے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت کے دن ہمیں ان سب کا اجر ملے گا۔

دعا

اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ الفلاح اکیڈمی کو، اکیڈمی کے اساتذہ اور طلبہ کو، اس کے معاونین اور تعلّق رکھنے والوں کو اور آپ تمام حضرات کو خوب برکتیں عطا کریں، اللہ تعالیٰ الفلاح اکیڈمی کو سہولت اور عافیت کے ساتھ بہت جلد اچھی اور وسیع جگہ عطا فرماویں اور آگے کے تمام مراحل کو عافیت کے ساتھ طے کرادیں، اللہ تعالیٰ جامع مسجد، مسجدِ توحید، مسجدِ نور اور مکینی (Makeni) کی مسجد کے تحت چلنے والے مکاتب، لڑکیوں کے دونوں مدارس، جامعہ اسلامیہ اور دار العلوم سب کو قبولیت سے نوازیں، اللہ تعالیٰ شانہٗ دعوت وتبلیغ کی محنت میں اور زیادہ ترقّی عطا فرمائیں اور یہاں کے تمام دینی کاموں کو ترقّیات

سے نوازیں، آپس میں سب کو ایک اور نیک بنائیں، شِیر وشکر بنائیں، ایک دوسرے کا معاون بنائیں اور پوری دنیا میں دین کے جتنے کام ہو رہے ہیں سب کو بہت ترقّیات سے نوازیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

علماء سے وابستگی

بہت بڑی ضرورت دنیا میں اہلِ علم اور دین کی ہے، ان کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ، مگر وابستگی کے یہ معنیٰ نہیں کہ چندہ میں روپیہ دے کر بے فکر ہو جاؤ، روپیہ تو خدا دے گا، بلکہ ان سے کُھل کر ملو اور ان سے مسئلے پوچھتے رہو تا کہ تم کو دین اور اہلِ دین کی محبت بڑھے، اگر تم کو ان کے ساتھ محبت ہو گئی تو ان شاء اللہ خدا تعالیٰ سے تم کو محبتِ صادقہ ہو جائے گی، اور بعض لوگ خود تو علماء کی طرف متوجّہ ہوتے نہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ علماء ہماری خبر نہیں لیتے، تو صاحبو! مریض طبیب کے پاس جایا کرتا ہے، طبیب مریض کے پاس از خود نہیں جاتا، تم نے علماء کو اپنی خبر کب دی؟ تم دو دفعہ جا کر ان کو اپنے مرض کی خبر دو گے تو وہ ایسے شفیق ہیں کہ چار دفعہ خود آئیں گے۔

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجالسِ حکیم الاُمّت، ص: ۲۴۶

مآخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۴	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه القزويني	دار التأصيل، مصر
۵	كنز العمَّال	العلّامة علي المتقى الهندي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۶	حلية الأولياء	الحافظ أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر، بيروت
۷	هدى السّاري، مقدّمة فتح الباري	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة، بيروت
۸	تذكرة الحفّاظ	العلّامة الذهبي	دار إحياء التراث العربى، بيروت
۹	تهذيب التهذيب	الحافظ ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۰	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۱	طبقات الشافعية الكبرٰى	الشيخ تاج الدين السبكي	دار إحياء الكتب العربية، القاهرة
۱۲	طبقات المفسّرين	الحافظ الدَّاوُوْدِي	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۳	شذرات الذهب	الشيخ عبد الحي بن أحمد العكرى الحنبلي	دار ابن كثير، دمشق
۱۴	تاريخ بغداد	الخطيب البغدادي	دار الغرب الإسلامي، تونس
۱۵	تذكرة الأولياء	الشيخ فريد الدين العطّار	دار المكتبي

۱۵	حسن التقاضي في سيرة الإمام أبي يوسف القاضي	الشيخ محمد زاهد الكوثري	دار الفتح،عمّان
۱۶	مجموعة رسائل في علوم الحديث	الإمام النّسائي والخطيب البغدادي	دار الخاني،الرياض
۱۷	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج،جدّة
۱۸	صفحات من صبر العلماء	الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّة	دار البشائر الإسلامية،بيروت
۱۹	معالم إرشادية	الشيخ محمد عوّامة	دار المنهاج،جدّة
۲۰	آپ بیتی	حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ عمر فاروق،کراچی
۲۱	علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات	حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی	کتب خانہ حسینیہ، دیوبند
۲۲	مجالسِ مفتئ اعظم	حضرت مفتی عبدالرؤوف سکھروی	ادارۃ المعارف،کراچی

علماء کا احترام

آج علماء پر لوگ بے باکانہ زبان کھول دیتے ہیں، جو منہ میں آیا کہہ دیا، یاد رکھو! اس پر وعید آئی ہے، ہر شخص کا کام نہیں ہے ان پر اعتراض کرنے کا..... ارے علماء کی قدر کرو، یہ بھی خدا کی بڑی نعمت ہے۔

(خطباتِ عارفی، ص: ۴۲۰)

مسلمانوں کو رحمت کا پیغام

قرآنِ پاک کو شروع کرتے وقت اور دوسرے اچھے کاموں کی ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کے صفات میں سے دو صفت ''رحمٰن'' و ''رحیم'' ذکر کی گئی ہیں جس کے معنیٰ ہیں ''بے انتہاء مہربان، بہت رحم کرنے والا''، تا کہ بندے اس کو پڑھتے وقت غور کریں کہ ہم کو بھی اللہ کے بندوں پر مہربانی کا معاملہ کرنا چاہئے۔

اسی طرح قرآنِ پاک کی سب سے پہلی سورت الحمد شریف جس کو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس میں بھی شروع میں رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، انتہائی مہربان، بہت رحم والا) ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جہاں والوں کا پالنے والا ہے اور بے انتہاء مہربان اور بہت رحم والا ہے تو ہم کو بھی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور رحم و کرم کا معاملہ کرنا چاہئے۔

(رحمتِ دو عالم اور اسلامی اخلاق، ص:۲۱)

اسلام رحمت سکھاتا ہے

تفصیلات

وعظ کا نام	:	اسلام رحمت سکھاتا ہے
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	صفر ۱۴۳۷ھ بمطابق نومبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

فہرست

اسلام رحمت سکھا تا ہے ۲۷۷
مؤمن کا دل ؛ اچھی خصلتوں کا مرکز ۲۷۷
حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک چیونٹی کے لئے رحم دلی ۲۷۸
رحمت ہر انسان میں ہونی چاہیے ۲۷۸
دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف کی تاکید ۲۷۹
اسلام ایک عدل وانصاف والا مذہب ۲۸۰
ہر جگہ دونوں فریق کی رعایت ۲۸۰
شریعتِ مطہّرہ کا مُنصفانہ اصول ۲۸۱
معاف کرنے کی تلقین ۲۸۲
مجرموں کے ساتھ اسلاف کا معمول ۲۸۳
آدمی اندر سے یا تو انسان ہوتا ہے یا جانور ۲۸۴
بُرائی کا دفاع اچھائی سے کرو ۲۸۴
اسلام میں بردباری کی اہمیت ۲۸۵
رحمۃٌ لّلعالَمین ۲۸۶
اکابر کی نظر میں حلم کی اہمیت ۲۸۷
خیر القرون کے دور میں غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ رہے ہیں ۲۸۸
حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کی بردباری ۲۸۸
گالی دینے والے کا جواب نہ دینا ۲۸۹

ایک مختصر نبوی نصیحت ۲۸۹
لوگوں سے معاملہ کرنے کا طریقہ ۲۹۰
مسلمان کہلائے جانے کے قابل کون؟ ۲۹۱
اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کی ضرورت ۲۹۲
ہر انسان کی جان قیمتی ہے ۲۹۴
اخوّت کے درجے ۲۹۵
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہیں کیا ۲۹۶
پڑوسی کا کس طرح خیال رکھنا چاہیے ۲۹۷
پڑوسی کے ساتھ بھلائی کی وصیت ۲۹۸
حضرت مولانا رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحم دلی ۲۹۹
مدارس میں سب سے پہلے رحمت ہی کی تعلیم ہوتی ہے ۳۰۰
قرآن اور رحمت ۳۰۱
رحمت کے ہونے نہ ہونے پر جنّت جہنّم کے فیصلے ۳۰۳
حالات کا تقاضا ۳۰۴
توبہ اور رجوع الی اللہ ۳۰۵
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی ۳۰۶
اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے تدبیر بے کار ہوتی ہے ۳۰۷
ماٰخذ و مراجع ۳۰۸

اسلام رحمت سکھاتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ،[1] أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

مؤمن کا دل؛ اچھی خصلتوں کا مرکز

ایک مؤمن اپنے دل کو ایمان کے نور سے منوّر کر لینے کے بعد جب فرماں برداری والی زندگی اختیار کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو کرنے کا حکم فرمایا ہے ان کاموں کو کرتا ہے اور جن کاموں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے ان کاموں سے بچتا ہے تو اس کا دل مزید منوّر رہوتا ہے، اس کے نتیجے میں دل تواضع، اخلاص وغیرہ اچھی اچھی خصلتوں کا مرکز بن جاتا ہے، انہی خصلتوں میں سے ایک خصلت رحمت ہے جو

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، ح(١٠)

ترقّی کرتے کرتے اس درجے تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک مؤمن خود تو تکلیف برداشت کر لیتا ہے، مگر اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ چیونٹی جیسی ایک ادنیٰ مخلوق کو بھی تکلیف پہنچے۔

حضرت مولانا ابرارُ الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک چیونٹی کے لئے رحم دلی

حضرت مولانا ابرارُ الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کا ایک واقعہ میں نے حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ ایک مرتبہ آپ وضوء کرنے کے لئے ایک جگہ بیٹھے، وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ بیٹھے، پھر تیسری جگہ چلے گئے اور وہاں جا کر وضوء کیا، کسی نے پوچھا کہ حضرت! کیا ہوا؟ آپ کو جگہیں کیوں بدلنی پڑیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلی دو جگہوں پر چیونٹیاں نظر آئیں، اگر وہاں وضوء کرتا تو وہ بہہ جاتیں اور میرا دل زخمی ہوتا اس لئے کہ یہ چیونٹیاں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں۔

رحمت ہر انسان میں ہونی چاہئے

جب ایک چیونٹی کے لئے اتنا احساس تھا تو انسانوں کے لئے کتنا احساس رہا ہوگا؟ اسی لئے ہر دور میں مسلمانوں کی یہ تاریخ رہی ہے کہ انھوں نے ہر ایک کے ساتھ ہمیشہ رحمت کا معاملہ کیا۔

میرے بھائیو! ہر مؤمن کے دل میں رحمت ضرور ہوگی، کسی کے دل میں کم، کسی کے دل میں زیادہ، لیکن اس درجے کی رحمت تو ہر مؤمن کے دل میں ضرور ہونی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق کو تکلیف نہ پہنچائے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عام تعلیم ہے:

اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ[1]

تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

دنیا کے اس وقت کے حالات کے تناظر میں یہ مضمون بڑی اہمیت کا حامل ہے، رحمت ایک ایسی خصلت ہے جو صرف مسلمان میں نہیں بلکہ ہر انسان میں ہونی چاہیے۔

دشمن کے ساتھ بھی عدل وانصاف کی تاکید

جب انسان کا دل رحمت کا مرکز ہوگا تو پھر وہ کسی پر ظلم نہیں کر سکے گا، وہ کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کر سکے گا، رحمت بھی اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصّہ ہے اور عدل وانصاف بھی، قرآنِ مجید ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ (المآئدة:۸)

تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر ہرگز نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔

دیکھو! قرآن کہتا ہے کہ تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر ہرگز نہ اُبھارے کہ تم انصاف کے دامن کو چھوڑ دو، معلوم ہوا کہ ہمارا دین دشمن کے ساتھ بھی انصاف کی تاکید کرتا ہے، اگر کوئی ہمارے ساتھ دشمنی کرتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اب اس کا کوئی حق ہی نہیں ہے، نہیں میرے بھائیو! دشمن کے ساتھ بھی انصاف ضروری ہے، اگر اس کے ذمّے سو (۱۰۰) پاؤنڈ ہیں تو اس سے سو (۱۰۰)

---

[1] سنن الترمذي، أبواب البرّ والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس، ح(۲۰۳۸)

ہی لئے جائیں گے، ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں لیا جائے گا۔

اسلام ایک عدل وانصاف والا مذہب

تو اسلام عدل وانصاف کی تاکید کرتا ہے، یہ ہر جگہ دونوں فریق کی رعایت رکھتا ہے، وہ بہت سارے کام جنہیں دو فریق مل کر انجام دیتے ہیں، جیسے شادی میں میاں بیوی، تجارت میں خریدنے والا اور بیچنے والا، اسی طرح اجرت پر لینے والا اور اجرت پر دینے والا، قرض لینے والا اور قرض دینے والا وغیرہ وغیرہ، ان میں شریعتِ مطہّرہ نے ایسے اصول مقرّر کئے ہیں کہ اگر کوئی انصاف پسند شخص باریکی سے ان کا مطالعہ کرے (بشرطیکہ اس کے پاس عقلِ سلیم ہو اور وہ تعصّب سے پاک ہو) تو وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ جو عدل وانصاف اسلام میں ہے وہ کہیں نہیں ہے، اور یہ دعویٰ مبنی برحقیقت ہے، مبنی برجذبہ نہیں ہے۔

ہر جگہ دونوں فریق کی رعایت

شریعتِ مطہّرہ نے فریقین کی ایسی رعایت کی ہے کہ اِدھر بھی حقوق دئے ہیں اور اُدھر بھی، شریعت جہاں ماں باپ کے حقوق بیان کرتی ہے وہاں اولاد کے حقوق بھی بیان کرتی ہے، جہاں شوہر کے حقوق بیان کرتی ہے وہاں بیوی کے حقوق بھی بیان کرتی ہے، جہاں اساتذہ کے حقوق بیان کرتی ہے وہاں شاگردوں کے حقوق بھی بیان کرتی ہے، جہاں حاکم کے حقوق بیان کرتی ہے وہاں رعیّت کے حقوق بھی بیان کرتی ہے، اور اتنے اعتدال کے ساتھ بیان کرتی ہے کہ سلیم العقل اور انصاف پسند آدمی کو ان شاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ ایسا محسوس نہیں ہوگا کہ شریعت نے کسی ایک فریق کی طرف داری کی ہے، بلکہ ہر جگہ یہی نظر آئے گا کہ دونوں فریق

کے ساتھ پورے عدل و انصاف کے ساتھ معاملہ کیا گیا ہے۔

شریعتِ مطہّرہ کا مُنصفانہ اصول

اسی وجہ سے ہماری شریعت نے یہ اصول طے کیا ہے کہ اُتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارا نقصان ہوا ہے، ظاہر ہے کہ عدل و انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کے ساتھ انصاف کیا جائے، اسی وجہ سے مظلوم پر یہ قانون لاگو نہیں کیا گیا کہ اگر کوئی شخص تم سے کوئی چیز چھین لے تو تمہیں ہر حال میں معاف کرنا ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں مظلوم کے ساتھ بے انصافی ہوگی، اگر اس طرح کا اصول ہوتا کہ اگر کوئی شخص تم پر زیادتی کرے، تم سے کوئی چیز چھین لے، تمہیں طمانچہ مارے، تمہارے گھر میں گھس جائے یا تمہاری عزّت پامال کرے تو ہر حال میں معاف کرنا ضروری ہوگا تو یہ یک طرفہ بات ہوتی۔

اسی طرح اگر یہ حکم ہوتا کہ اگر کوئی چوری کرے، مال چھینے، آپ کو طمانچہ مارے تو اس پر ٹوٹ پڑو اور اس کے ساتھ جو چاہے کرو تو یہ مجرم پر زیادتی ہوتی اور اس کے ساتھ بے انصافی ہوتی، اس لئے اسلام نے بدلہ لینے کی اجازت دی لیکن پورے احتیاط اور انصاف کے ساتھ کہ جتنا تمہیں نقصان پہنچا ہے بس اُتنا بدلہ لو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ﴾ (النحل:۱۲۶)

اور اگر تم (کسی سے ظلم کا) بدلہ لو تو جتنا تم کو نقصان پہنچایا گیا ہے اس کے برابر بدلہ لو۔

﴿فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ﴾ (البقرۃ: ۱۹۴)

تم پر جو زیادتی کرے تو تم اس سے اُس زیادتی کے برابر بدلہ لو جو اس نے تم پر کی ہے۔

معاف کرنے کی تلقین

لیکن قرآن کے اسلوب سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبر کرنا اور معاف کرنا یہی زیادہ پسندیدہ ہے:

﴿وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ‌ؕ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ﴾ (النحل: ۱۲۶)

اور اگر تم (کسی سے ظلم کا) بدلہ لو تو جتنا تم کو نقصان پہنچایا گیا ہے اس کے برابر بدلہ لو اور اگر تم صبر کرو (اور بدلہ نہ لو) تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم صبر کر جاؤ اور بدلہ نہ لو تو یہ بدلہ لینے کے مقابلے میں بہت بڑھیا ہے اور بہت بہتر ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثۡلُهَا‌ ۚ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (الشوریٰ: ۴۰)

اور بُرائی کا بدلہ اس جیسی بُرائی ہے، پھر جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر چاہو تو جتنی زیادتی ہوئی ہے اتنا بدلہ لے لو، لیکن اگر معاف کردو گے اور درستگی کی راہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر کے مستحق ہو جاؤ گے، ہماری شریعت صبر اور معافی کو پسند بھی کرتی ہے اور اس کی ترغیب بھی دیتی ہے:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (الشوریٰ:۴۳)

اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے تو یہ بڑے ہمّت کے کاموں میں سے ہے۔

مجرموں کے ساتھ اسلاف کا معمول

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ظالم ظلم کرتا چلا جائے اور مظلوم ہر حال میں ظلم سہتا چلا جائے اور معاف کرتا چلا جائے اس لئے کہ اگر یہ قانون ہوتا تو یہ یک طرفہ بات ہوتی، اگر کسی ملک یا کسی مذہب میں یہ قانون ہوتا کہ مظلوم ہر حال میں صبر کر کے معاف کرتا رہے تو دنیا میں شریف لوگوں کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا۔

اسی لئے اسلاف کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ شریر لوگوں کو ایسے ہی معاف نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں کچہری میں قاضی کے سامنے پیش کرتے تھے، پھر جب قاضی انہیں سزا سناتا تھا تب معاف کرتے تھے تاکہ انہیں عبرت ہو اور آئندہ وہ کسی اور پر زیادتی نہ کریں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يُّسْتَذَلُّوْا، فَإِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا[۱]

---

[۱] صحيح البخاري، كتاب المظالم، باب الإنتصار من الظالم

اسلاف یہ بات ناپسند کرتے تھے کہ انہیں (خوامخواہ) ذلیل کیا جائے، (اس لئے) جب وہ (شریروں پر) قابو پالیتے تھے تب معاف کردیتے تھے۔

آدمی اندر سے یا تو انسان ہوتا ہے یا جانور

میرے بھائیو! انسانوں کی دو قسمیں ہیں، کچھ ظاہر میں بھی انسان ہوتے ہیں اور اندر سے بھی اور کچھ ظاہر میں تو انسان ہوتے ہیں مگر اندر سے درندے، یہ ظاہری جسم تو صرف ڈھانچہ ہے، اصل تو دل ہے، دل کے اعتبار سے ایک شخص انسان بھی ہوسکتا ہے اور جانور بھی، کوئی شخص اندر سے اگر انسان ہے تو جب آپ اس پر احسان کریں گے تو وہ پسیج جائے گا اور نرم پڑ جائے گا، وہ آپ کے ساتھ زیادتی کرے اور بدلے میں آپ بھلائی کا معاملہ کرے تو وہ شرمندہ ہو جائے گا اور آپ کے ساتھ حسنِ سلوک پر مجبور ہو جائے گا، یہ تب ہوگا جب وہ اندر سے انسان ہوگا۔

لیکن اگر وہ اندر سے انسان نہیں ہے تو اس پر خوش اخلاقی اثر نہیں کرے گی، بلکہ جب جب بھی آپ اس کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آئیں گے تو وہ اسے آپ کی کمزوری سمجھ کر ظلم و زیادتی پر جری ہوتا چلا جائے گا۔

بُرائی کا دفاع اچھائی سے کرو

اسی لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ (حٰمٓ السّجدۃ: ۳۴)

آپ دفع کیجئے بُرائی کو ایسے طریقے سے جو بہت ہی اچھا ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی بُرائی کرے تو اس بُرائی کو ایسے طریقے سے دور کرو جو بہت عمدہ ہو، اس کی مثال حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے واقعے میں ملتی ہے، آپ جلیلُ القدر تابعی ہیں، آپ کا تعلّق قبیلۂ بنوسعد سے ہے، ہمارے پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اسی قبیلے میں دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش ہوئی تھی، حضرت احنف رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا، لیکن اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جن صحابی رضی اللہ عنہ کو ان کے قبیلے کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا تھا ان سے ان کی ملاقات ہوئی تھی، جب وہ صحابی رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ واپس آئے اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنی کارگزاری سنائی تو اس میں حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی آیا، اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کے حالات سننے کے بعد خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْأَحْنَفِ[1]

اے اللہ! تو احنف کی بخشش فرمادے۔

حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بڑے حلیم اور بردبار تھے، حلم اور بردباری (tolerance) میں آپ کو بہت اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

اسلام میں بردباری کی اہمیت

یہاں میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ آج کل لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں حلم اور بردباری نہیں ہے، اسلام حلم اور بردباری نہیں سکھاتا، یہ حقیقت کے خلاف ہے، یہ اسلام پر غلط الزام ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ بردباری بڑی اونچی

---

[1] مسند أحمد، ح(۲۳۱۶۱)

خصلت ہے اور اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی عطا ہے، کسی کے غصّہ دلانے سے بھی آدمی غصّہ نہ ہو، پھر اس کے ساتھ عدل و انصاف کی بھی خوبی ہو تو نورٌ علیٰ نور! قاضی ہے اور مسندِ قضاء پر بیٹھا ہوا ہے، حلم اور بردباری بھی ہے، شفقت اور رحمت بھی ہے، اس کے باوجود فریادی کی فریاد سن کر اس کو حق دلواتا ہے اور مجرم کو سزا دیتا ہے، یہ بہت مشکل کام ہے اس لئے کہ جس کے دل میں رحمت ہی رحمت ہو وہ کسی کے خلاف سزا کا فیصلہ کیسے کرے گا؟ دل میں رحمت و مہربانی ہو اور پھر بھی مجرم پر سزا لاگو کرتا ہے، یہ اعلیٰ درجے کا کمال ہے۔

رحمۃٌ لِّلعالَمین

آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رحمۃٌ لِّلعالَمین تھے، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے کسی مجرم کو سزا دینا کتنا مشکل رہا ہوگا؟

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

رحمۃٌ لِّلعالَمین ہونے کی وجہ سے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے ذاتی معاملات میں مجرموں کو ہمیشہ معاف کیا ہے، چونکہ رحمت بہت زیادہ تھی اس لئے اپنے حقوق ہمیشہ معاف کردیتے تھے، لیکن جب آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قاضی کی حیثیت سے مسندِ قضاء پر تشریف فرما ہوتے اور لوگوں کے مقدّمات کی سماعت فرماتے تو مظلوم کو انصاف دلانے کے لئے مشکل سے مشکل فیصلہ کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے تھے، یہ بہت اونچے درجے کے کمال کی بات ہے۔

اکابر کی نظر میں حلم کی اہمیت

عرض یہ کر رہا تھا کہ بردباری ایک بڑی اونچی خصلت ہے، اسلاف کے کلام میں اس خوبی کے بارے میں بڑے اونچے الفاظ ملتے ہیں۔

• حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیر یہ نہیں ہے کہ مال اور اولاد کی کثرت ہو، بلکہ خیر یہ ہے کہ علم اور حلم میں برکت ہو۔[۱]

• حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ حلم ان خصلتوں میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے، جس کے پاس حلم ہوتا ہے اسے دنیا اور آخرت کی شرافت نصیب ہوتی ہے۔[۲]

• حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حلم ان اخلاق میں سے ہے جو انبیاء علیہم السلام کو عطا کئے جاتے ہیں۔[۳]

• حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حلم انسان کے لئے زینت ہے۔[۴]

• حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو حلم سے بڑھ کر کوئی زینت کی چیز نہیں بخشی۔[۵]

میں یہاں ایسے حضرات کی بات نقل کر رہا ہوں جن کے واسطے سے اسلامی تعلیم

---

[۱] إحياء علوم الدين: ۲۳۳/۵

[۲] موسوعة ابن أبي الدنيا: ۵۳/۲

[۳] سير أعلام النبلاء: ۴۳۷/۸

[۴] سير أعلام النبلاء: ۲۶۳/۳

[۵] صفة الصفوة: ۴۴۵/۲

ہم تک پہنچی ہے، ان کا تعلّق علماء کے گروہ سے ہے اور علماء کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جو اُمّت کو دین سکھاتی ہے۔

چونکہ ان حضرات کی زندگی میں بردباری اور حلم اعلیٰ درجے کا تھا اس لئے انہوں نے اس کی قدر و قیمت کو پہچانا اور اُمّت کو اس کی تعلیم دی، ظاہر ہے کہ حلم و بردباری اسلامی تعلیم کا حصّہ ہے اسی لئے ان حضرات نے اسے اپنایا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی، اور چودہ سو (۱۴۰۰) سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد آج بھی علماءِ کرام اُمّت کو حلم، تحمّل اور صبر کی برابر تعلیم اور تلقین کرتے رہتے ہیں۔

خیر القرون کے دور میں غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ رہے ہیں

اسی وجہ سے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دور میں بھی اور خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی اسلامی حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ یہود بھی رہے اور نصاریٰ بھی رہے، اگر اسلام میں حلم اور بردباری نہ ہوتی تو غیر مسلم آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دور میں اور خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اسلامی حکومت میں کیسے رہ سکے؟ وہ ساتھ اسی لئے رہ سکے کہ اسلام حلم اور بردباری سکھاتا ہے، سب کے ساتھ مہربانی سکھاتا ہے، اسلام سلامتی کا پیغام ہے، اسلام رحمت کا پیغام ہے، اِس وقت مسلم اور غیر مسلم دونوں کو اسلامی تعلیمات سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کی بردباری

تو میں حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ آپ اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے، ایک شخص آپ کے پیچھے پڑ گیا اور آپ کو بُرا بھلا

کہنے لگا، جب آپ اپنی بستی کے قریب پہنچے تو رُک گئے اور اس شخص سے کہا کہ بھائی! اگر کچھ اور بھی کہنا ہو تو کہہ لو اور یہیں سے واپس چلے جاؤ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ بستی میں داخل ہونے کے بعد تمہیں کوئی دیکھ لے کہ تم قوم کے سردار کو گالی دے رہے ہو اور تمہارے لئے مشکلات کا سبب بن جائے، اس لئے میں یہیں رُک جاتا ہوں، تمہیں جو کچھ کہنا ہو اور جتنا کہنا ہو کہہ لیجئے۔[۱]

گالی دینے والے کا جواب نہ دینا

انہی احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ''تُو تُو میں میں'' کی، اس نے کہا کہ اگر تو ایک کہے گا تو میں دس کہوں گا۔ یعنی اگر تو ایک گالی دے گا تو میں دس دوں گا۔ حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی! اگر تو مجھے دس سنائے گا تو بھی میں تجھے ایک بھی نہیں سناؤں گا۔[۲]

ایک مختصر نبوی نصیحت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَغْضَبْ

غصّہ مت کرو، یعنی اپنے غصّے پر کنٹرول کرو۔

صحابی رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ عرض کیا کہ نصیحت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی بات

---

[۱] عیون الأخبار: ۴۱۱/۱

[۲] تاریخ الإسلام: ۷۸۳/۴

فرماتے رہے کہ غصّے پر کنٹرول کرو۔[1]

لوگوں سے معاملہ کرنے کا طریقہ

عرض یہ کرر ہا تھا کہ لوگ دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن کی طبیعت میں سلامتی ہوتی ہے، اگر ان کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے تو وہ پسیج جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ بُرائی کے بدلے بھی بھلائی کا حکم ہے اس لئے کہ قوی امید یہی ہے کہ وہ حسنِ سلوک کا اثر لیں گے اور ان کی دشمنی دوستی میں بدل جائے گی۔

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ (حٰمٓ السّجدة: ۳۴)

آپ دفع کیجئے بُرائی کو ایسے طریقے سے جو بہت ہی اچھا ہو تو فوراً وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ وہ دلی دوست ہے۔

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ آپ دفع کیجئے بُرائی کو ایسے طریقے سے جو بہت خوبصورت ہو، جہاں تک ممکن ہو بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دینا چاہیئے، غصّے کے جواب میں بردباری اور سختی کے جواب میں نرمی اختیار کرنی چاہیئے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عداوت رکھنے والا آپ سے ایک پکّے دوست کی طرح ملاقات کرے گا، گرم جوشی سے ملے گا، آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ یہ میرا پکّا اور جگری دوست ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آگے جا کر وہ دل سے دوست بن جائے۔

دوسری قسم کے لوگ اگر چہ کم ہوتے ہیں مگر وہ سانپ اور بچھو کی طرح ہوتے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، ح(٦١٢٠)

ہیں، ان کی فطرت نہیں بدل سکتی، ان پر نرمی اور خوش اخلاقی اثر نہیں کرتی، اگر ان کے ساتھ عفو و درگزر کا، حلم اور بردباری کا اور صبر وضبط کا معاملہ کیا جائے تو بجائے شرمندہ ہونے کے وہ اور شرارت کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو سبق سکھانے کے لئے ان کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ آئندہ نہ ہمیں ایذاء پہنچائیں نہ کسی اور کو، اس عدل وانصاف کے لئے شریعتِ مطہّرہ نے قوانین مقرّر کئے ہیں، لیکن اس کے باوجود شریعت کی طرف سے ترغیب یہی ملتی ہے کہ بھائی! صبر کرو اور معاف کرو، اپنوں کو بھی اور پرایوں کو بھی، مسلمانوں کو بھی اور غیر مسلموں کو بھی اس لئے کہ معاف کرنے میں بہت بھلائی ہے۔

مسلمان کہلائے جانے کے قابل کون؟

میں یہ عرض کررہا تھا کہ اسلام رحمت سکھاتا ہے، یہ سکھاتا ہے کہ کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچائی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ[1]

مسلمان کہلائے جانے کے قابل وہی شخص ہے جس کی بات اور جس کے عمل سے لوگ محفوظ رہیں۔

اسی اسلامی تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں کی خواہش رہتی ہے کہ پوری دنیا میں امن وسلامتی عام ہو اور عدل وانصاف قائم رہے، انگلینڈ میں بھی، فرانس میں بھی، چین میں بھی، روس میں بھی، سعودی عرب میں بھی، فلسطین میں بھی، انڈیا میں بھی، پاکستان میں بھی، غرض دنیا کے ہر خطّے میں امن وسلامتی اور عدل وانصاف قائم

---

[1] سنن النسائي، كتاب الإيمان وشرائعه، باب صفة المؤمن، ح(۵۰۳۹)

رہے، جن پر ظلم کیا جا رہا ہے ان کی مدد کی جائے، ہر ظالم کو ظلم سے روکا جائے، ہر انسان کو سکون، امن، سلامتی اور عزّت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس دھرتی پر رہنے کا پورا پورا حق دیا جائے، پورے عالم میں رحمت عام ہو، امن عام ہو، عدل عام ہو، انصاف عام ہو، بھائی چارہ عام ہو، ہمدردی عام ہو، سلامتی عام ہو، ظلم کا خاتمہ ہو، خوف کا خاتمہ ہو، دہشت کا خاتمہ ہو، بے قصوروں کے قتل کا خاتمہ ہو۔

اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کی ضرورت

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اسلامی تعلیمات کو اچھی طرح سمجھیں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کسی غلطی کی وجہ سے لوگوں کے سامنے اسلام کی غلط تصویر آئے، اسی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو میڈیا سے سمجھنے کے بجائے دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والے مسلمانوں سے سمجھیں اس لئے کہ میڈیا میں کام کرنے والے لوگوں کے پاس دینِ اسلام کی صحیح معلومات نہیں ہوتیں، انہوں نے اسلام کو معتبر اور مستند ذرائع سے نہیں سمجھا ہے، ان کے سامنے دینِ اسلام کے سارے sciences (علوم) نہیں ہوتے، پھر ان سارے sciences (علوم) کا ایک دوسرے سے کیا جوڑ ہے وہ بھی ان کو معلوم نہیں ہوتا، قرآنِ مجید کی کسی آیت کا ترجمہ لے لیتے ہیں مگر اس کی تشریح کرنے کا طریقہ نہیں جانتے، ان کو یہ نہیں معلوم کہ کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ؟ پہلے کون سی آیات اُتریں اور بعد میں کون سی؟ مکّی زندگی میں کون سی آیات اُتریں اور مدنی زندگی میں کون سی؟ اسی طرح انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کون سی باتیں کن احوال میں بیان فرمائیں، اسلام کا جب تک

مستند طریقے سے مطالعہ نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اسلامی تعلیمات کو کماحقہٗ سمجھنا ممکن نہیں ہوگا۔

دنیا میں ایسا ہوتا رہتا ہے کہ دو ملکوں کے درمیان تعلّقات خراب ہوجاتے ہیں، اس کے نتیجے میں سفارتی تعلّقات بھی ختم ہوجاتے ہیں، پھر ایک مدت کے بعد دوبارہ تعلّقات خوشگوار ہوجاتے ہیں اور سفارتی تعلّقات بھی بحال ہوجاتے ہیں، اب ظاہر ہے کہ صلح کے بعد کا جو دوستی کا دور ہوگا اس میں دونوں ملک ایک دوسرے کے بارے میں جو باتیں کریں گے، ان میں اور تعلّقات جب خراب تھے اس وقت ایک دوسرے کے بارے میں جو باتیں کہی گئی تھیں ان میں زمین آسمان کا فرق ہوگا، اب تعلّقات بحال ہونے کے بعد اگر کوئی شخص کسی پرانی بات کو نقل کرے گا تو یہی کہا جائے گا کہ بھائی! یہ پُرانی بات ہے۔ اسی طرح میرے بھائیو، ہمیں یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ قرآنِ مجید میں اور احادیث میں جو احکام ہیں ان کی ترتیب کیا ہے، اسے سمجھے بغیر اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے میں بہت بڑی غلطی واقع ہوسکتی ہے۔

اب چونکہ ان تمام چیزوں سے غیر مسلم واقف نہیں ہوتے اس لئے وہ اسلام کا وہ نقشہ پیش کرتے ہیں جو ان کے ذہنوں میں ہوتا ہے، اس لئے غیر مسلموں کے لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام کو مسلمانوں سے سمجھیں، اور مسلمانوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اسلام کا کم سے کم اِتنا مطالعہ ضرور کریں کہ وہ اپنے غیر مسلم دوستوں کے سامنے اُن امور کے بارے میں اپنا موقف بیان کرسکیں جو روزانہ زیرِ بحث رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

ہر انسان کی جان قیمتی ہے

اسلام ظلم کو گوارا نہیں کرتا، اسلام نہ اپنوں پر ظلم کو گوارا کرتا ہے نہ پرایوں پر، اسی طرح نہ اپنوں کا ناحق خون برداشت کرتا ہے نہ پرایوں کا، انسان ہونے کی حیثیت سے ایک غیر مسلم کی جان بھی اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی ایک مسلمان کی ہے، دنیا میں بسنے والے ہر انسان کی جان قیمتی ہے، یورپ میں رہنے والے کی جان اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی Middle East (مشرقِ وسطیٰ) میں رہنے والے کی اور Middle East (مشرقِ وسطیٰ) میں رہنے والی کی جان اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی ایشیا میں رہنے والے کی، ایشیا میں رہنے والے کی جان اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی روس میں رہنے والے کی اور روس میں رہنے والے کی جان اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی افریقہ میں رہنے والے کی، مالدار کی جان بھی اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی غریب کی اور غریب کی جان بھی اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی مالدار کی، عورت کی جان بھی اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی مرد کی اور مرد کی جان بھی اُتنی ہی قیمتی ہے جتنی عورت کی، ایک صحیح سالم انسان کی جان جتنی قیمتی ہے، اپاہج، اندھے، مجنون اور پاگل کی بھی اُتنی ہی قیمتی ہے، جان جان ہے، اسلام کی نظر میں سب کی جانیں مقدّس ہیں، اور جہاں کہیں کسی کا ناحق خون ہوتا ہے، چاہے وہ دنیا کے کسی بھی خطّے میں ہو، کسی بھی وجہ سے ہو، تو اس سے ہر مسلمان کا دل زخمی ہوتا ہے اور ہر مسلمان کو تکلیف ہوتی ہے۔

اسلام کی نظر میں ایک انسان کی جان اتنی قیمتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کردے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا، اور اگر کوئی کسی کو قتل ہونے سے بچالے تو گویا اس نے سارے انسانوں کو بچالیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا﴾ (المآئدة:۳۲)

جو شخص کسی کو قتل کرے بغیر کسی جان کے یا بغیر زمین میں فساد کرنے کے تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر ڈالا، اور جس نے کسی کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام خطّوں میں امن اور سلامتی کو قائم فرمائیں، قتل اور خون ریزی کو ختم فرمائیں، مسلم غیر مسلم جو کوئی بھی بغیر سوچے سمجھے معصوم لوگوں کی جانیں لیتے ہیں، چاہے وہ فرد ہو، جماعت ہو یا حکومت ہو، اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور تمام انسانوں کی جانوں کی قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائیں، جن گھرانوں کے لوگ قتل ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صبر اور ہمّت عطا فرمائیں، اگر گھر کے ایسے افراد قتل ہوئے ہیں جن پر خاندان کا مدار تھا تو اللہ تعالیٰ اُن کی کفالت فرمائیں، مسلمان ایسے مظلوموں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے کمزوروں کی دستگیری فرمائیں۔ (آمین)

اخوّت کے درجے

میرے بھائیو! سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس روئے زمین پر رہنے والے جتنے انسان ہیں یہ سب بھائی بھائی ہیں، کچھ دینی بھائی ہوتے ہیں، کچھ خونی رشتے سے بھائی ہوتے ہیں اور کچھ انسانی ناطے سے بھائی ہوتے ہیں، میں اور ہمارے بھائی حافظ احمد علی انسانی بھائی بھی ہیں، دینی بھائی بھی ہیں اور خونی بھائی بھی ہیں، تو تین

رشتے جمع ہو گئے، ظاہر ہے کہ ایسے رشتے میں جب ایک شخص دوسرے پر زیادتی کرے گا تو وہ عند اللہ بہت ہی سنگین جرم ہوگا، آگے میرا اور آپ کا جو تعلّق ہے وہ انسانی بھائی اور دینی بھائی کا ہے، اس رشتے میں بھی اگر ایک شخص دوسرے پر زیادتی کرے گا تو بہت بُرا ہوگا اس لئے کہ یہاں بھی دو نسبتیں ہیں، اور اس کے علاوہ جو غیر مسلم ہیں وہ ہمارے انسانی بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور انہیں انسانی اخوّت کی لڑی میں پرویا ہے اور اس رشتے کا لحاظ رکھنا بھی بہت ضروری ہے، مسلم اور غیر مسلم کا ایک دوسرے کو ستانا بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں سنگین جرم ہے، ایک انسانی بھائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کا احترام کرے، اس کی مدد کرے، اس کا تعاون کرے، اس کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرے، خیر خواہی کا معاملہ کرے، اس پر ظلم کرنے سے بچے، اس کو تکلیف پہنچانے سے بچے، اس کو مالی اور جانی نقصان پہنچانے سے بچے، اس سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہیں کیا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ

اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن کہلائے جانے کے قابل نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن کہلائے جانے کے قابل نہیں ہے، اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن کہلائے جانے کے قابل نہیں ہے۔

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

وَمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ[1]

وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔

یہاں پڑوسی میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں، ایک مسلمان جو اپنے مسلمان پڑوسی کو ستاتا ہے، اسے اس حدیث کی روشنی میں یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو مؤمن کہلوائے، اسی طرح ایک مسلم اپنے غیر مسلم پڑوسی کو ستاتا ہے، اس کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مؤمن کہلوائے، کیونکہ ایک مؤمن کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے پڑوسی کو ستائے اور پھر بھی اپنے آپ کو مؤمن کہے، اس سے تو اسلام اور ایمان بدنام ہوں گے، لوگ کہیں گے کہ دیکھو! مؤمن اور مسلم ایسے ہوتے ہیں، یہ اپنے پڑوسی کو ستاتے ہیں۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلم پڑوسی اور غیر مسلم پڑوسی میں فرق نہیں کیا۔

پڑوسی کا کس طرح خیال رکھنا چاہئے

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ[2]

جب تم شوربہ پکاؤ تو اس کے پانی کو بڑھا دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب إثم من لا يأمن جاره بوائقه، ح(۶۰۲۱)

[2] صحيح مسلم، كتاب البرّ والصلة، باب الوصية بالجار، ح(۲۷۱۳)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کے گھر میں شوربہ پک رہا ہو تو دو پیالے پانی کی جگہ تین پیالے پانی ڈال دو، ہوسکتا ہے کہ شوربے کی لذّت میں تھوڑا فرق آجائے، مگر شوربے کی مقدار بڑھ جائے گی جس سے تم اپنے پڑوسیوں کو بھی کھانے میں شریک کرسکو گے، ہوسکتا ہے کہ پڑوسی غریب ہو اور گھر میں فاقہ چل رہا ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر میں کئی مہینوں سے شوربہ نہ پکا ہو اور خوشبو پہنچنے کی وجہ سے اسے ٹھیس پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسی کو شوربہ پہنچانے کا اور اس کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا، اور یہ معاملہ مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے پڑوسیوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔

پڑوسی کے ساتھ بھلائی کی وصیت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ[۱]

جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ اسے وارث بنادیں گے۔

پڑوسی کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام مجھے بار بار نصیحت اور وصیت کرتے رہے کہ پڑوسی کا اس طرح خیال رکھو اور اس طرح خیال رکھو، اتنی وصیت کی کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ پہلی مرتبہ آکر یہ کہہ گئے تھے، پھر یہ کہہ گئے، پھر یہ کہہ گئے، اب تو آکر یہ کہیں گے کہ جب تمہارا انتقال ہوجائے تو تمہارے وارثوں کے ساتھ تمہارا پڑوسی بھی تمہاری میراث کا حقدار ہوگا اور تمہاری جائداد میں شریک ہوگا، آپ

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب البرّ والصلة، باب الوصیة بالجار، ح(۲۷۱۲)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسی کا حق اتنی اہمیت کے ساتھ بیان کیا، اب حدیث کی جو تشریح علماء نے کی ہے اسے دیکھئے کہ کیا انہوں نے کہیں یہ بات لکھی ہے کہ اس سے صرف مسلم پڑوسی مراد ہے؟ نہیں، مسلم پڑوسی اور غیر مسلم پڑوسی دونوں مراد ہیں، ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے گھر ایک بکری ذبح کی گئی، جب آپ گھر پہنچے تو دو مرتبہ اپنے گھر والوں سے سوال کیا کہ کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو (بکری کا گوشت) بطورِ ہدیہ بھیجا؟ (اس لئے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ وہ اسے وارث بنادیں گے۔

حضرت مولانا رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحم دلی

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ ہمارا مذہب رحمت سکھاتا ہے اور وہ بھی ہر ایک کے ساتھ، یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی، حضرت مولانا رضا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ گجرات کی مشہور علمی درس گاہ، جامعہ اشرفیہ راندیر کے شیخ الحدیث تھے، بڑے صاحبِ علم وفضل بزرگ تھے، ان کے حالات میں ان کے صاحبزادے قاری رشید اجمیری صاحب مدّ ظلّہم العالی نے لکھا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تربوز کے چھلکوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتے تھے اور ان کو ایک کاغذ پر رکھ کر گھر کے باہر بکری کے سامنے رکھ دیتے تھے، انڈیا میں سڑک پر گائے، بیل، بھینس، بکریاں سب چلتے رہتے ہیں، کسی نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بکری کو بڑا چھلکا کھانے میں تکلیف ہوتی ہے اس لئے چھلکے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے

رکھتا ہوں تاکہ اسے تکلیف نہ ہو۔[1] یہ بھی ذہن میں آتا ہے کہ چھلکوں کو کاغذ پر اس لئے رکھتے ہوں گے کہ جب انہیں یوں ہی پھینک دیا جاتا ہے تو زمین پر گرے ہوئے کنکر اس سے چپک جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ جب جانور ان چھلکوں کو منہ میں لے گا تو اسے کنکروں کی وجہ سے تکلیف ہوگی، کاغذ پر رکھنے سے چھلکوں کی کنکر سے حفاظت ہو جاتی ہے اور جانور تکلیف سے محفوظ رہتا ہے، جو شخص جانوروں کے لئے اتنا رحم دل ہو، وہ کسی انسان کے ساتھ بے رحمی کا معاملہ کیسے کر سکتا ہے؟ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مدارس اور مساجد میں رحمت کا یہی سبق بار بار سکھایا جاتا ہے۔

مدارس میں سب سے پہلے رحمت ہی کی تعلیم ہوتی ہے

ہمیں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیثیں حضراتِ محدّثین کے ذریعے پہنچی ہیں، احادیث کے اس ذخیرے میں ایک حدیث ہے جسے ''اَلْحَدِيْثُ الْمُسَلْسَلُ بِالْأَوَّلِيَّةِ'' اور ''حدیثِ رحمت'' کہتے ہیں، آج بھی مدارس میں دستور ہے کہ اساتذہ جب اپنے شاگردوں کو حدیث پڑھانا شروع کرتے ہیں تو سب سے پہلے حدیثِ رحمت پڑھاتے ہیں کہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ[2]

رحم کرنے والوں پر رحمٰنِ تعالیٰ رحم کرتے ہیں، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

---

[1] تذکرۃ الرضا، ص: ۴۴، ۴۵

[2] سنن الترمذي، أبواب البرّ والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس، ح (۲۰۳۸)

دین مسلمانوں تک مدارس کے ذریعے پہنچتا ہے اس لئے کہ مدارس علم کے مراکز ہیں، وہاں علماء تیار ہوتے ہیں، یہی علماء مساجد اور مدارس میں امام اور مدرّس بنتے ہیں اور مسلمانوں کو دین سکھاتے ہیں، ان حضرات کو جو سب سے پہلی حدیث پڑھائی جاتی ہے وہ یہی حدیثِ رحمت ہے۔

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ

رحمٰنِ تعالیٰ رحم کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں۔

رحمٰنِ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہوتی ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنا چاہتے ہو تو:

اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے:

مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ[1]

جو رحم نہیں کرے گا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

اس طرح کے رحمت کی تعلیم دینے والے ارشادات احادیث کے ذخیرے میں آپ کو سینکڑوں کی تعداد میں ملیں گے۔

قرآن اور رحمت

اس کے بعد قرآنِ مجید کی طرف آیئے، تلاوت شروع کرنے سے پہلے ہر

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ح(٦٠١٣)

مسلمان یہ ضرور پڑھتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

دیکھئے! اس میں اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے ناموں میں سے جو دو نام ذکر کئے گئے وہ رحمت والے ہیں۔

پھر قرآن شروع ہوتا ہے سورۂ فاتحہ سے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ (الفاتحة:١، ٢)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مربّی ہے،

جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

اعلان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا مربّی ہے، ان کی پرورش کرنے والا ہے، ان کی تمام ضرورتوں کو مہیّا کرنے والا ہے، بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے، ایسے معبود و خالق کی تعلیمات میں بے رحمی اور ظلم و زیادتی کی کیسے گنجائش ہوسکتی ہے؟

اس کے بعد ارشاد ہے:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (الفاتحة:٣)

بدلے کے دن کا مالک ہے۔

اس میں بھی رحمت کا پہلو ہے اس لئے کہ اس میں ظلم کرنے والوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ انہیں ظلم جیسے سنگین جرم سے باز رہنا چاہئے اس لئے کہ اگر وہ دوسروں

پر زیادتی کریں گے اور دوسروں کو تکلیف پہنچائیں گے تو ''بدلے کے دن کا مالک'' آخرت میں انہیں سزا دے گا، اور اگر وہ ظلم سے دور رہ کر دوسروں پر رحم کریں گے تو ''بدلے کے دن کا مالک'' ان پر رحم کرے گا، میرے بھائیو! آپ قرآن پڑھتے چلے جائیے، آپ کو شروع سے اخیر تک رحمت کی تعلیم سے بھرا ملے گا۔

رحمت کے ہونے نہ ہونے پر جنّت جہنّم کے فیصلے

اور پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اُمّتیوں کو مختلف طریقوں سے رحمت کی تعلیم دیتے رہے اور اس سلسلے میں ان کی ذہن سازی کرتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فاحشہ عورت کا قصّہ سنایا کہ اس نے ایک پیاسے کتّے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر کی اور اسے بخش دیا۔[1] اس واقعے سے پتا چلا کہ رحم دلی ایسا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندوں کی بخشش فرما دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دوسری عورت کا واقعہ بھی سنایا جس نے ایک بلّی پر ظلم کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنّم میں ڈال دیا۔[2] یہ دونوں روایتیں بخاری شریف میں ہیں جو ''أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ'' ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعات اسی لئے بیان کئے تاکہ مسلمانوں کو پتا چلے کہ ہمارا مذہب ہمیں ہر ایک کے ساتھ رحمت کا سبق سکھاتا ہے یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی، کتّوں کے ساتھ بھی، بلّیوں کے ساتھ بھی اور چیونٹیوں کے ساتھ بھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

---

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم، ح(۳۳۲۴)

[2] صحيح البخاري، كتاب المساقاة، باب فضل سقي الماء، ح(۲۳۶۷)

انسان چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، جب اس کا دل بگڑ جاتا ہے تو اس کی سوچ بگڑ جاتی ہے، پھر وہ انسان نہیں رہتا بلکہ درندہ ہو جاتا ہے، پھر اس کی نظر میں انسانوں کی جان بہت سستی اور بے قیمت ہو جاتی ہے، پھر اسے یہ احساس نہیں رہتا کہ میں اپنی اغراض کی خاطر کتنوں کو اور کس کس کو قتل کر رہا ہوں، وہ معصوموں کی جانیں لے لیتا ہے، چھوٹے چھوٹے بچّوں کی جانیں لے لیتا ہے، بوڑھوں کی جانیں لے لیتا ہے، عورتوں کی جانیں لے لیتا ہے، ایسے شخص کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بدبختوں سے انسانوں کو بچائیں اور عالَم کو پاک کر دیں۔ (آمین)

حالات کا تقاضا

ایسے حالات میں جب کہ دنیا ظلم و بربریت کی آگ میں سُلگ رہی ہے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے مکمّل وابستگی اختیار کرنی چاہئے، عقیدے میں پختگی ہو، عبادات میں چستی ہو، معاملات، معاشرت اور حسنِ اخلاق میں مضبوطی اور صفائی ہو تاکہ غیر مسلم بھی دینِ اسلام کا صحیح معنیٰ میں مشاہدہ کر سکیں، اس سلسلے میں علماء اور مشائخ کی صحبت میں بیٹھ کر دین سیکھنا چاہئے اور اس پر عمل کی استعداد پیدا کرنی چاہئے، اس کے علاوہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پڑھنی چاہئے اور دوسری اچھی اچھی کتابیں بھی پڑھنی چاہئے اور اسلام کے رحمت والے پیغام کو اچھی طرح سمجھ کر غیر مسلموں تک پہنچانا چاہئے تاکہ ان کو بھی پتا چلے کہ ہمارا مذہب کن خوبیوں کی تعلیم دیتا ہے۔

میرے بھائیو! اگر ہم اسلامی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھ کر تقوے والی زندگی اختیار کریں گے تو ہماری زندگیاں برکتوں سے مالا مال ہوں گی، اللہ تعالیٰ شانُہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰۤى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ﴾ (الاعراف:۹۶)

اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

تقوے کی برکت سے اللہ تعالیٰ پریشانیوں کو دور کرتے ہیں، مشکلات سے نجات دیتے ہیں اور ضرورتیں پوری فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ﴾ (الطلاق:۲،۳)

اور جو کوئی تقویٰ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیں گے اور اسے ایسی جگہ سے عطا کریں گے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔

توبہ اور رجوع الی اللہ

تقوے کے ساتھ رجوع الی اللہ بھی ہونا چاہئے اور اپنی پچھلی تمام کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ معافی مانگنی چاہئے، اس بات پر بھی معافی طلب کرنی چاہئے کہ ہم نے اب تک دین سیکھنے میں غفلت کی، اسلامی تعلیمات کو نہ خود سمجھا نہ دوسروں کو سمجھایا، یہ بھی ایک بڑی کوتاہی رہی، اس پر بھی پورے خلوص کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا چاہئے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے توبہ و استغفار پر بھی

پریشانیوں سے نجات کا وعدہ فرمایا ہے:

مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[1]

جو شخص استغفار کو لازم پکڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ اور ہر غم میں کشادگی مہیّا کریں گے اور اسے ایسی جگہ سے عطا فرمائیں گے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

توبہ اور استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ پریشانیوں سے نجات عطا فرماتے ہیں، غم کو کشادگی سے بدل دیتے ہیں اور بندوں کی ساری ضرورتیں پوری فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ اے اللہ! آپ اپنے بندوں کو ہدایت اور توفیق دیجئے، ان کے دلوں کو نرم کر دیجئے، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی پیدا کیجئے، ان میں سے ہر ایک کو سیدھے راستے پر چلائیے، ان کے دلوں میں ظلم کے لئے نفرت پیدا کر دیجئے، اے اللہ! آپ امن کو عام کیجئے، سلامتی کو عام کیجئے، رحمت کو عام کیجئے۔

میرے بھائیو! دنیا میں پیش آنے والے واقعات کو تماشائی بن کر دیکھنے کے بجائے اِن ضروری اور مفید کاموں کو کیجئے: زندگی میں تقویٰ ہو، توبہ اور استغفار ہو، اپنی اصلاح کی فکر ہو، رجوع الی اللہ ہو اور دعاؤں کا خوب اہتمام ہو اس لئے کہ دنیا

---

[1] سنن أبي داود، تفريع أبواب الركوع، باب في الإستغفار، ح(۱۵۱۳)

میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ہوتا ہے، جب تقویٰ، توبہ، استغفار، دعا اور نیک اعمال کا اہتمام ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے سامنے تدبیر بے کار ہوتی ہے

یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ حق تعالیٰ کے فیصلے کے مقابلے میں ہماری تدبیریں بے کار ہیں، کوئی بھی تدبیر اُسی وقت کارآمد ہوگی جب اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں فیصلہ کریں گے، اور یہ تب ہوگا جب اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوں گے، اِس وقت زمین کے تمام خطّوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہورہی ہیں جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ناراض ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بندوں کے حق میں نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلم غیر مسلم سب کا امن چھن چکا ہے۔

اس صورتِ حال کو بدلنے کے لئے ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ سچّے دل سے توبہ کرے، اچھے اچھے کام کرے اور بُرے کاموں سے بچے اور اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کے ساتھ التجا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائیں اور ہمارے مقدّر کو بدلنے کا فیصلہ کریں، جب وہ مقدّر کو بدلنے کا فیصلہ کریں گے تو وہ خود ہمارے ذہنوں میں اچھی اچھی اور مفید تدبیریں ڈالیں گے جو ان شاء اللہ کارگر ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق نصیب فرمائیں، ہم سب کی حفاظت فرمائیں، تمام انسانوں کی حفاظت فرمائیں، اللہ تعالیٰ فضل کا معاملہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائیں اور ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۵	سنن النسائي	الإمام النسائي	دار التأصيل، مصر
۶	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة، بيروت
۷	موسوعة ابن أبي الدنيا	الإمام ابن أبي الدنيا	المكتبة العصرية، بيروت
۸	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة
۹	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۰	تاريخ الإسلام	الإمام الذهبي	دار الغرب الإسلامي، تونس
۱۱	عيون الأخبار	أبو محمد ابن قتيبة الدينوري	المكتب الإسلامي، بيروت
۱۲	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث، القاهرة
۱۳	تذکرۃ الرضا	قاری رشید احمد اجمیری صاحب	مکتبہ تالیفاتِ اجمیری، سورت

ہر جگہ
کام آنے والی چیز

تفصیلات

وعظ کا نام	:	ہر جگہ کام آنے والی چیز
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۰۷ء
مقامِ وعظ	:	مسجد النور، لیسٹر، یو کے

فہرست

ہر جگہ کام آنے والی چیز ۳۱۳
دنیا عارضی ہے اور آخرت دائمی ۳۱۴
دنیا کی حیثیت ۳۱۵
آخرت کی سب سے پہلی منزل ۳۱۵
آخرت میں جانے والی صرف ایک چیز ۳۱۶
دنیوی زندگی کی مثال ۳۱۷
اہل وعیال، مال اور اعمال کی مثال ۳۱۸
روح نکلتے ہی مال کسی اور کا ۳۱۹
میرا مال میرا مال ۳۱۹
اولاد کو محتاج نہیں چھوڑنا چاہئے ۳۲۰
میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد ۳۲۱
اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے میں کوتاہی ۳۲۱
مال بہت نکمّا ہے ۳۲۲
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت کا عجیب انداز ۳۲۳
خیرات کے فوائد ۳۲۴
مال نہ خرچ کرنے کا وبال ۳۲۶
بڑھاپے میں دو چیزیں جوان ۳۲۷
انسان کا کیا ہے؟ ۳۲۸

اگر اولاد میں دین داری کی چاہت ہے تو..... ۳۳۰
قبر کی ہولناکی ۳۳۱
عذابِ قبر سے بچانے والی چیزیں ۳۳۳
عمل ہر مرحلے پر کارآمد ۳۳۴
ایک غلط فہمی کا ازالہ ۳۳۶
اچھے بُرے اعمال کا نتیجہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے ۳۳۷
مال کا فائدہ اور نقصان ۳۳۹
ایک سیٹھ کا قصہ ۳۴۰
اولاد سے بڑھ کر کوئی پونجی نہیں ۳۴۱
دوہرا اصول (double standard) ۳۴۱
اہل وعیال کا ہاتھ اور ہمارا گریبان ۳۴۲
پچھلی اُمّت کے تین حضرات کا قصّہ ۳۴۳
تینوں میں سے پہلے کی دعا ۳۴۵
دوسرے کی دعا ۳۴۵
گناہ کے وقت اگر ملکُ الموت آجائے تو؟ ۳۴۶
تیسرے کی دعا ۳۴۷
خلاصہ ۳۴۸
ماٰخذ ومراجع ۳۵۰

ہر جگہ کام آنے والی چیز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى آلِهِ الْأَصْفِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ، أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ، يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ، أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ.

اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ، يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، وَيَبْقٰى عَمَلُهُ[1]

میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو چیزیں لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے؛ اس کے اہل وعیال، اس کا مال

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت، ح(٦٥٢٢)

اور اس کے اعمال اس کے پیچھے جاتے ہیں، اہل وعیال اور مال لوٹ آتے ہیں اور اعمال اس کے ساتھ قبر میں رہتے ہیں۔

دنیا عارضی ہے اور آخرت دائمی

میرے بھائیو! ہماری یہ دنیوی زندگی عارضی ہے اور بہت مختصر ہے، اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی بہت لمبی ہے اور دائمی ہے، حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کو مکئی کے دانوں سے بھر دیا جائے، پھر ایک پرندہ دس لاکھ (ایک ملین) سال کے بعد اس میں سے ایک دانہ اُٹھا کر لے جائے، پھر دس لاکھ سال کے بعد ایک اور دانہ اُٹھا کر لے جائے، اسی طرح ہر دس لاکھ سال کے بعد ایک ایک دانہ لے جاتا رہے، تو ایک وقت آئے گا کہ سارے دانے ختم ہو جائیں گے لیکن آخرت کی ہمیشہ کی زندگی ختم نہیں ہوگی۔[1]

میرے بھائیو! تھوڑی دیر کے لئے سوچو! ہماری مسجدِ نور کے اس ہال کو اگر چاول یا گیہوں کے دانوں سے بھر دیا جائے اور ہر دس لاکھ سال کے بعد اس میں سے ایک ایک دانے کو نکالتے رہیں، تو معلوم نہیں کتنے اربوں اور کھربوں سالوں کے بعد وہ دانے ختم ہوں گے؟ اگر اس چھوٹے سے ہال میں اتنے دانے آسکتے ہیں تو پوری دنیا میں کتنے آسکتے ہوں گے؟ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ آخرت کی زندگی کتنی طویل ہوگی اور اس کے مقابلے میں دنیوی زندگی کی کیا حیثیت ہے! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] إحياء علوم الدين: ۷/۱۹۹

﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ (التوبۃ:۳۸)
دنیوی زندگی کا سروسامان آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے۔

دنیا کی حیثیت

اس دنیا کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اگر کسی کو ہفت اقلیم کی سلطنت مل جائے، وہ پوری دنیا پر قابض ہوجائے، سیاہ سفید کا مالک ہوجائے، تب بھی کیا ہوا؟ آخرت میں ادنیٰ جنّتی کو ملنے والی نعمتوں کے مقابلے میں پوری دنیا کی حکومت اور سلطنت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جب پوری دنیا کی یہ حقیقت ہے تو ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ تو شمار کے قابل ہی نہیں اس لئے کہ ہمارے پاس نہ پوری دنیا ہے نہ پورا ملک، نہ پورا شہر ہے نہ پورا گاؤں، ہمارے پاس بہت بہت تو ایک مکان ہوگا، مشکل سے دو چار مکان یا ایک آدھ فیکٹری ہوگی، اگر کسی کو پوری دنیا مل جاتی تب بھی سب سے ادنیٰ جنّتی کو ملنے والی جنّت کے مقابلے میں اس کی کچھ حیثیت نہیں، تو جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کی کیا حیثیت؟ حقیقی زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے، اور ہمارے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث میں اسی زندگی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب انسان کی دنیوی زندگی ختم ہوجاتی ہے اُس وقت اس کے پیچھے قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں۔

آخرت کی سب سے پہلی منزل

قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے، وہ روزانہ اعلان کرتی ہے:

أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَأَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَأَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ[۱]

میں مسافرت اور تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔

جسم سے روح کے نکلتے ہی دنیا کی زندگی ختم ہوجاتی ہے اور آخرت کی زندگی شروع ہوجاتی ہے، یہاں سے لے کر قیامت تک کے مرحلے کو برزخ کہتے ہیں، مرنے والا جس حال میں بھی ہو، چاہے اس کو آگ میں جلا دیا جائے، قبر میں دفن کر دیا جائے، سمندر میں پھینک دیا جائے، اُسے پرندے نوچ نوچ کر کھا جائیں، کوئی جانور نگل جائے، یوں ہی زمین پر پڑا رہے اور سڑ جائے، کیڑے کھا جائیں، وہ برزخ میں ہے، اب دنیا کی زندگی ختم اور آخرت کی زندگی شروع۔

آخرت میں جانے والی صرف ایک چیز

عرض یہ کر رہا تھا کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو چیزیں قبر تک جاتی ہیں اور وہاں سے واپس آجاتی ہیں، وہ قبر میں نہیں جاتیں، گویا دنیا میں ہم سے تعلّق رکھنے والی دو چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلّق صرف دنیوی زندگی تک رہے گا، آخرت کی زندگی میں وہ کچھ کام نہیں آئیں گی، صرف ایک چیز ایسی ہے جو دنیا میں بھی ہمارے ساتھ رہے گی، مرنے کے بعد بھی قبر تک ساتھ جائے گی اور قبر میں ساتھ رہے گی، قیامت کے دن بھی ساتھ رہے گی اور اس کے بعد جنّت تک ساتھ رہے گی، وہ چیز عمل ہے۔

يَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ، میت کے اہل وعیال اور میت کا مال، یہ دونوں قبر تک جا کر

---

[۱] سنن الترمذي، أبواب الزهد، ح(۲٦۲۹)

واپس آجاتے ہیں، اہل وعیال میں سے عورتیں تو گھر ہی سے رخصت کر دیتی ہیں، مرد قبر تک جاتے ہیں اور دفن کر کے واپس آجاتے ہیں، مال: سونا، چاندی، روپے، پیسے، پاؤنڈ، ڈالر، یہ سب گھر ہی میں رہ جاتے ہیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں چونکہ غلام بھی ہوتے تھے اور وہ بھی مال کی ایک قسم ہے، اور ظاہر ہے کہ غلام بھی اپنے آقا کو دفن کرنے کے لئے جاتے تھے، اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مال بھی قبر تک جاتا ہے اور وہاں سے واپس آجاتا ہے، وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ، اور اُس کے ساتھ قبر میں صرف اس کا عمل جاتا ہے اور اس کے ساتھ رہتا ہے، اچھا عمل بھی اور بُرا عمل بھی۔

دنیوی زندگی کی مثال

میرے بھائیو! جیسے پہلے عرض کر چکا ہوں، دنیا کی یہ زندگی بہت ہی مختصر ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سمجھانے کے لئے ارشاد فرمایا:

مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ[1]

دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں رکھے اور دیکھے کہ اس انگلی پر کتنا پانی لگا۔

دنیا اور آخرت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص اپنی انگلی سمندر میں رکھے اور پھر نکالے، سمندر میں جو پانی ہے وہ آخرت ہے اور انگلی کے اوپر جو پانی کی تری ہے یہ دنیا ہے، اور یہ مثال تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سمجھانے کے لئے بیان فرمائی،

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الزهد، باب في هوان الدنيا على الله، ح(۲۲۴۸)

ورنہ انگلی پر لگے ہوئے ایک آدھ قطرے کو جو سمندر کے ساتھ نسبت ہے، دنیا کو آخرت کے ساتھ اُتنی بھی نسبت نہیں ہے، اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ انگلی پر لگا ہوا پانی اور اُس کے مقابلے میں جو وسیع سمندر ہے دونوں محدود ہیں، مگر دنیا اور آخرت کا معاملہ بہت جدا ہے اس لئے کہ دنیا محدود ہے اور آخرت لامحدود، اور محدود اور لا محدود میں کوئی نسبت نہیں ہوتی۔

میرے بھائیو! جب دنیا کی زندگی اِتنی مختصر ہے اور آخرت اِتنی طویل، تو کیا ہمیں اپنے آپ کو دنیا کے مال و متاع کے لئے کھپانا چاہیئے یا اُن چیزوں کے لئے جو ہمارے ساتھ آخرت میں آنے والی ہیں؟

اہل و عیال، مال اور اعمال کی مثال

میرے بھائیو! اہل و عیال اور مال و دولت جن کی خاطر ہم اپنی آخرت کو بھی قربان کر دیتے ہیں، یہ ہمیں آخرت میں کام نہیں آئیں گے، آخرت میں صرف اعمال کام آئیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور حدیث میں اسی حقیقت کو سمجھانے کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ انسان کے تین دوست ہیں، ایک دوست اس سے کہتا ہے:

مَا أَنْفَقْتَ فَلَكَ، وَمَا أَمْسَكْتَ فَلَيْسَ لَكَ

جو تو نے خرچ کر دیا وہ تیرا ہے اور جو تو نے روکے رکھا وہ تیرا نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ یہ دوست اس کا مال ہے۔[1]

---

[1] المستدرك للحاكم، ح(۱۳۹۳)

روح نکلتے ہی مال کسی اور کا

میرے بھائیو! مال کا معاملہ ایسا ہی ہے، جتنا ہم نے مرنے سے پہلے خرچ کر دیا وہ ہمارے استعمال میں آ گیا اور جو باقی رہ گیا وہ ہمارا نہیں ہے، اِدھر ہماری روح نکلی اور اُدھر وہ کسی اور کا ہو گیا، شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ روح نکلتے ہی مال اب وارثوں کا ہو جاتا ہے، اُس مرنے والے کا اُس مال پر کوئی حق نہیں رہتا، اُس کی جتنی ذاتی چیزیں ہیں، مال، دولت، جائداد، یہاں تک کہ عینک، قلم، عطر کی شیشی، کپڑے، گھڑی، اس کی جتنی بھی چیزیں ہیں، روح نکلتے ہی اُس کی نہیں رہتیں، شریعت نے بس اُسے اِتنا حق دیا ہے کہ مرنے کے بعد اس کے مال میں سے کفن دفن کا خرچ نکالا جائے، اُس کے بعد اُس کے ذمے اگر قرضہ ہے تو اُس کو ادا کیا جائے، اور اُس کے بعد اُس نے شرعی حد میں رہتے ہوئے اگر کوئی وصیت کی ہے تو اُس کے بقیہ مال وجائداد میں سے ایک تہائی تک میں اُس وصیت کو نافذ کیا جائے، اور اگر وصیت نہیں ہے تو کفن دفن اور قرض کی ادائیگی کے بعد سب کچھ وارثوں کا ہو جاتا ہے۔

میرا مال میرا مال

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ[1]

انسان کہتا رہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال۔

پوری دنیا کی ایک ہی رٹ ہے، میرا مال، میرا مال۔ میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے اپنی آخرت کو بنانا چاہیے اس لئے کہ موت کے بعد یہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، ح(۳۰۷۸)

ساری دولت کسی اور کی ہو جائے گی اور وہ ہماری چھوڑی ہوئی دولت میں سے ہماری آخرت سنوارنے کے لئے پچیس پاؤنڈ بھی خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

اولاد کو محتاج نہیں چھوڑنا چاہئے

اس سے انکار نہیں ہے کہ اپنے اہل وعیال کے لئے بھی کچھ چھوڑ کر جانا چاہئے اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے:

إِنَّكَ إِنْ تَرَكْتَ وَلَدَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ[1]

تم اپنی اولاد کو مالدار اور خود کفیل ہونے کی حالت میں چھوڑ جاؤ یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تم انہیں فقیر چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

اپنے اہل وعیال کو مالداری کی حالت میں، مالی اعتبار سے خود کفیل چھوڑ کر جانا یہ اس بات سے بہتر ہے کہ سب کچھ خرچ کر کے اُنہیں فقر کی حالت میں چھوڑ جائیں اس لئے کہ وہ بیچارے مجبور ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھیریں گے، اہل و عیال کو محتاج چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے، مگر ان کو خود کفیل بنانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم قبر میں اور آخرت میں خود کفیل نہ رہ سکیں، اپنے اہل وعیال کو اِس عارضی زندگی میں خود کفیل بنانے کے لئے سب کچھ انہی کے لئے چھوڑ کر جائیں اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں اپنے لئے کچھ نہ بھیجیں، یہ عقلمندی کی بات نہیں ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث البنات، ح(٦٧٤١)

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ایک دن فرمایا کہ بیٹا! میرے کچھ دوست احباب ہیں، تو انہیں جانتا ہے،[1] یہ لوگ مجھ سے بہت محبت رکھتے ہیں اور میرا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں، میرے مرنے کے بعد تو میری طرف سے انہیں ایک پیغام پہنچانا کہ جب میں زندہ تھا تو تم مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے اور میرا خیال رکھتے تھے حالانکہ میں محتاج نہیں تھا، میں اپنے کام کاج کرنے پر خود قادر تھا، اب میں دوسری دنیا میں چلا گیا ہوں جہاں میں عاجز اور بے بس ہوں، اس لئے جس طرح تم دنیا میں میرے بارے میں فکرمند رہتے تھے، اسی طرح اب میری آخرت سنوارنے کے لئے ایصالِ ثواب اور دعا کا اہتمام کرتے رہنا تاکہ میں محتاج نہ رہوں۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے میں کوتاہی

میرے بھائیو! انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نیک کاموں میں مال خرچ کرنے میں ہم لوگ بہت پیچھے ہیں، روزے خوب رکھتے ہیں؛ رمضانُ المبارک کے بھی اور اس کے علاوہ شوّال، محرّم اور عاشوراء وغیرہ نفل روزے بھی، اسی طرح نمازیں بھی بہت پڑھتے ہیں؛ پانچ وقت کی فرض نمازیں بھی اوران کے علاوہ اشراق، اوّابین، تہجّد، چاشت، تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء وغیرہ نوافل بھی، لیکن جب اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا موقع آتا ہے تو پیچھے ہٹ

---

[1] اُن میں سے اکثر تو دنیا سے اب جا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائیں اور اُن کی قبروں کو نور سے منوّر فرمائیں۔ (آمین)

جاتے ہیں، زکوٰۃ بھی اکثر لوگ بڑی مشکل سے ادا کرتے ہیں۔

مال بہت نکمّا ہے

حالانکہ دنیا کی حد تک ہمارے ساتھ تعلّق رکھنے والی جو دو چیزیں ہیں، ان میں سے مال بہت زیادہ نکمّا ہے، اہل وعیال تو مرنے کے بعد کچھ بھی کام آئیں گے، وہ ہمیں غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے، قبرستان لے کر جائیں گے، جنازے کی نماز پڑھیں گے اور قبر تک آئیں گے، دفن کریں گے، اس کے بعد کچھ دیر دعا کریں گے اور واپس آنے کے بعد بھی یاد کریں گے، خیرات کریں گے، خود بھی دعا کریں گے اور دوسروں سے بھی کروائیں گے وغیرہ وغیرہ، مگر یہ مال تو کچھ بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اس لئے مال کو اپنی آخرت سنوارنے کے لئے آگے بھیجو۔

﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾

(البقرۃ:۱۱۰)

جو مال تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اُس کو تم اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دل ہی دل میں کہتے رہتے ہیں کہ میرا مال، میرا مال، میرے پاس دس ہزار پاؤنڈ ہیں، میرے پاس ایک لاکھ پاؤنڈ ہیں، میرے پاس دو دکانیں ہیں، میرے پاس اِتنی جائداد ہے۔ ارے بھائی! تیرا کچھ بھی نہیں ہے، یہ سب کچھ تیرے وارثوں کا ہے، یہ تیرا اس وقت بنے گا جب تو اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کرکے آخرت کی طرف بھیج دے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا عجیب انداز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ بکری ذبح کی گئی اور اس کا گوشت غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم ہوا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کا بہت اہتمام فرماتے تھے کہ جو چیز آئے وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ ہو جائے، دنیا سے بے رغبتی بھی بہت زیادہ تھی اور توکّل بھی بہت اعلیٰ درجے کا تھا، ایسی زاہدانہ اور متوکّلانہ زندگی تھی کہ جس دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا اس سے پہلے والی رات دِیا جلانے کے لئے گھر میں تیل تک نہیں تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی اور سے لینا پڑا۔[1]

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بکری کا سارا گوشت تقسیم کر دیا اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مونڈھے کا گوشت بہت مرغوب تھا اس لئے اسے چھوڑ دیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:

مَا بَقِيَ مِنْهَا؟

بکری (کے گوشت) میں سے کیا باقی رہا؟

مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں نے بکری ذبح کی تھی اور اس کا گوشت تقسیم کر رہے تھے، اس میں سے کچھ باقی رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا

اس میں سے صرف اس کا مونڈھا باقی رہ گیا ہے۔

تعلیم اور تربیت کا کس قدر اہتمام تھا اور کیسا پیارا طریقہ تھا! اللہ اکبر! عرض کیا گیا کہ سب کچھ تقسیم ہو گیا، صرف مونڈھا باقی ہے۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، ح(۵۹۹۰)

بَقِيَ كُلُّها غَيْرُ كَتِفِهَا[1]

مونڈھے کے سوا پوری بکری باقی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تقسیم ہو گیا وہ باقی رہ گیا اس لئے کہ اُس کا ثواب آخرت میں ہمیشہ باقی رہے گا، اور مونڈھے والا حصّہ جو کھانے کے لئے پیچھے رہنے دیا وہ پیٹ میں جائے گا اور ہضم ہو جائے گا۔

خیرات کے فوائد

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اس کی رضا کے لئے نیک کاموں میں خرچ کرو، صدقہ اور خیرات کی عادت ڈالو اس لئے کہ اس کے بڑے فوائد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ[2]

صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کرنے کے قرآنِ مجید اور احادیثِ شریفہ میں سینکڑوں فضائل وارد ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (السّجدة:۱۷)

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الزهد، ح(۲۴۳۸)

[2] سنن الترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، ح(۶۶۵)

ان کے پہلو بستروں سے علیٰحدہ رہتے ہیں اس طور پر کہ وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں، سو کسی کو معلوم نہیں آنکھوں کی ٹھنڈک کا وہ سامان جو ان کے لئے (آخرت میں) پوشیدہ رکھا گیا ہے ان کے اعمال کے بدلے کے طور پر۔

ایک مشہور حدیثِ قدسی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، فَاقْرَأُوْا إِنْ شِئْتُمْ:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾[1]

میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا گزر ہوا، اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (اس آیت کو) پڑھو:

سو کسی کو معلوم نہیں آنکھوں کی ٹھنڈک کا وہ سامان جو ان کے لئے (آخرت میں) پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اس حدیث کو ہم سب بڑے شوق سے سنتے ہیں اس لئے کہ اس میں جنّت کی اُن عجیب وغریب نعمتوں کا ذکر ہے جنہیں آج تک نہ کسی نے دیکھا ہے، نہ ان کے بارے میں کسی نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے، مگر یہ نہیں سوچتے کہ یہ نعمتیں کن لوگوں کو ملیں گی؟ یہ اُن لوگوں کو ملیں گی جن کے پہلو رات کو بستر

---

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنّة ح(۳۲۵۱)

سے الگ رہتے ہیں، جو اپنے بستروں سے اُٹھ کر راتوں کی نیند قربان کر کے تہجّد میں مشغول رہتے ہیں، جو اپنے پروردگار کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ڈر اور اُمید کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس مال میں سے خرچ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے۔

مال نہ خرچ کرنے کا وبال

میرے عزیزو! مال کو خرچ نہ کرنا، مساکین اور غرباء کا خیال نہ رکھنا، یہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سنگین جرم ہے، جہنّیوں کو جب جہنّم میں ڈالا جائے گا تو اُن سے پوچھا جائے گا:

﴿مَا سَلَكَكُمۡ فِىۡ سَقَرَ﴾ (المدّثر:۴۲)

تمہیں جہنّم میں کس عمل نے داخل کیا؟

وہ جواب دیں گے:

﴿لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّيۡنَۙ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡكِيۡنَ﴾ (المدّثر:۴۳، ۴۴)

ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

معلوم ہوا کہ جہنّم میں داخلے کے اسباب میں سے ایک سبب مساکین کو کھلانے میں کوتاہی کرنا بھی ہے، اور جس طرح فقراء اور مساکین کو نظر انداز کرنا جہنّم میں جانے کا سبب ہے، اسی طرح مساکین اور محتاجوں کی مدد کرنا، کپڑے پہنانا، کھانا کھلانا وغیرہ جنّت میں جانے کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا﴾

(الدّھر:۸)

اور (یہ نیک لوگ) مسکین، یتیم اور قیدی کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کھانا کھلاتے تھے۔

نیک لوگ جنّت کی نعمتوں میں ہوں گے اس لئے کہ وہ دنیا میں اچھے کام کیا کرتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا بھی کھلاتے تھے، حضراتِ مفسّرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مال سے محبت کے باوجود مسکین، قیدی اور یتیم کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔[1] ظاہر ہے کہ مال سے جب محبت ہوگی تو اسے خرچ کرنا مشکل ہوگا، مگر اس کے باوجود وہ محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے، حضراتِ مفسّرین کی دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ضرورت مندوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر کھانا کھلاتے تھے۔[2] معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر حاجت مندوں پر خرچ کرنا بھی جنّت میں جانے کا ایک بڑا سبب ہے۔

میرے بھائیو! مال کو وجوہِ خیر میں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے کاموں میں خرچ کرو، اپنی دنیوی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور اپنے اہل وعیال کے مستقبل کی فکر بھی کرنی چاہئے، لیکن ہمیں دنیا سے زیادہ اپنی آخرت کی فکر ہونی چاہئے۔

بڑھاپے میں دو چیزیں جوان

یہ مال کی محبت بھی عجیب چیز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ، الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ

---

[1] تفسير القرطبي: ۲۱/ ۴۵۸، ۴۵۹

[2] تفسير القرطبي: ۲۱/ ۴۵۸، ۴۵۹

وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ[1]

انسان بوڑھا ہوتا ہے اور اس میں دو چیزیں جوان ہوتی ہیں، مال کی حرص اور زندگی کی حرص۔

انسان پر بڑھاپا آتا ہے، اعضاء کمزور ہونے لگتے ہیں: نہ آنکھیں پہلے جیسا دیکھتی ہیں، نہ کان پہلے جیسا سنتے ہیں، نہ زبان پہلے جیسا بول سکتی ہے، نہ عقل پہلے جیسا سوچ سکتی ہے، اسی طرح ہاتھ بھی پہلے کی طرح پکڑ نہیں سکتے، تو انسان کا پورا جسم بوڑھا ہوتا جاتا ہے، نہ منہ میں دانت ہیں نہ پیٹ میں آنت، لیکن جتنا یہ بوڑھا ہوتا چلا جاتا ہے اتنی ہی دو چیزیں اس میں جوان ہوتی چلی جاتی ہیں: ایک مال کی محبت اور دوسری دنیا میں رہنے کی محبت، ستّر سال اور اسّی سال کی عمر کو پہنچ جانے کے بعد بھی اُس کی چاہت یہی رہتی ہے کہ میں اور جی لوں، مجھے کچھ دن اور مل جائیں، اور دنیا میں رہنے کی اس محبت کے ساتھ ساتھ مال کی محبت بھی بڑھتی جاتی ہے، جوانی میں جتنی فراخ دلی سے خرچ کرتا تھا، اب بڑھاپے میں نہیں۔

انسان کا کیا ہے؟

عرض یہ کر رہا تھا کہ انسان کے ذہن میں موت تک یہی رہتا ہے کہ "میرا مال، میرا مال"، میرے بھائی! اہل وعیال تو قبر تک بھی آئیں گے، لیکن یہ مال تو گھر سے نکلنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوگا، اس کے باوجود ہم لوگوں کو مال سے اِتنا زیادہ تعلّق ہوتا ہے کہ اس کی خاطر بسا اوقات اہل وعیال سے بھی، جو ہمارے لئے مال سے زیادہ مفید ہیں، ہم لڑنے اور قطع تعلّق کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اس مال کی خاطر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، ح(۱۰۵۸)

بھائی سے بھی لڑ رہے ہیں، ماں باپ سے بھی لڑ رہے ہیں، اولاد سے بھی لڑ رہے ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ مَالِيْ مَالِيْ، وَهَلْ لَكَ يَا بْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ[1]

انسان کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال۔ اے انسان! تیرے مال میں سے تیرا صرف وہ ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا، پہن کر پرانا کر دیا یا اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کر کے آخرت میں پہنچا دیا۔

يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ مَالِيْ مَالِيْ ابن آدم کہتا ہے ”میرا مال، میرا مال۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ اے انسان! یہ مال جسے تو اپنا سمجھ رہا ہے یہ تیرا نہیں ہے، وَهَلْ لَكَ يَا بْنَ آدَمَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ تیرا صرف وہ ہے جو تو نے کھا لیا، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ یا جو تو نے پہن لیا، أَوْ تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ یا جو تو نے اللہ کے لئے خرچ کر کے آخرت کی طرف بھیج دیا، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے؛ بڑی بڑی عمارتیں، بینک بیلنس، سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات، یہ سب تیرے وارثوں کا ہے۔

تو پہلا دوست یہ کہتا ہے کہ جو تو نے خرچ کر دیا وہ تیرا ہے اور جو تو نے روکے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، ح(۳۰۷۸)

رکھا وہ تیرا نہیں ہے، میرا اور تیرا تعلّق تو اُس وقت تک ہے جب تک تو زندہ ہے، جب تیرا انتقال ہوجائے گا تو تیرا راستہ الگ اور میرا الگ۔

اگر اولاد میں دین داری کی چاہت ہے تو.....

دیکھو میرے عزیزو! آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم صحابہ رضی اللہ عنہم کی کس طرح تربیت فرماتے تھے، اگر ہماری بھی یہ چاہت ہے کہ ہماری اولاد میں دین داری آئے تو ہمیں بھی ان کی تربیت کی طرف توجّہ کرنی پڑے گی، مختلف طریقوں سے ان کی ذہن سازی کرنی پڑے گی اور مثالوں کے ساتھ انہیں سمجھانا پڑے گا تاکہ ان کے دل ودماغ میں بات اُتر جائے، اگر یہ کوشش فکر کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ، دعا کے اہتمام کے ساتھ جاری رہی تو ان شاء اللہ تعالیٰ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں، پرسوں نہیں تو ترسوں، کسی نہ کسی دن وہ بات دل کے دروازے پر دستک دے گی اور انہیں قبول کرنے پر مجبور کرے گی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے آگے فرمایا کہ اس کا دوسرا دوست اس سے کہتا ہے:

أَنَا مَعَكَ، فَإِذَا أَتَيْتَ بَابَ الْمَلِكِ تَرَكْتُكَ وَرَجَعْتُ

میں تیرے ساتھ ہوں، لیکن جب تو بادشاہ (یعنی اللہ) کے دروازے پر (یعنی قبر میں) پہنچے گا تو میں تجھے چھوڑ کر واپس لوٹ آؤں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ یہ دوست اس کے اہل وعیال اور خدّام ہیں۔[1]

---

[1] المستدرك للحاكم، ح(۱۳۹۳)

میرے بھائیو! اہل وعیال قبر تک ساتھ دے سکتے ہیں، وہ خدمت کر سکتے ہیں، بیماری میں تیمارداری کر سکتے ہیں، ہماری دنیوی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں، انتقال ہو جانے کے بعد غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے، جنازہ اُٹھائیں گے، نمازِ جنازہ پڑھیں گے، قبر تک پہنچائیں گے اور دفن کرکے واپس گھر لوٹ آئیں گے، لیکن جہاں تک آخرت کا تعلّق ہے، اس میں وہ ساتھ نہیں دے سکیں گے۔

آگے آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تیسرے دوست کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہتا ہے:

أَنَا مَعَكَ حَيْثُ دَخَلْتَ وَحَيْثُ خَرَجْتَ

تو جہاں کہیں داخل ہوگا اور جہاں نکلے گا میں تیرے ساتھ رہوں گا۔

نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ یہ دوست اس کا عمل ہے۔[1]

میرے بھائیو! عمل دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ساتھ نہیں چھوڑے گا، وہ قبر میں بھی ساتھ رہے گا اور انس پہنچائے گا اور قبر کے بعد جنّت تک ساتھ دے گا۔

قبر کی ہولناکی

میرے بھائیو! قبر بڑی ہولناک ہے، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قبر کے عذاب سے پناہ مانگی ہے، آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ[2]

اے اللہ! میں عذابِ قبر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

---

[1] المستدرك للحاكم، ح(١٣٩٣)

[2] سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الدعاء في الصلاة، ح(٨٧٦)

ظاہر ہے کہ جس چیز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے وہ یقیناً بڑی خطرناک ہوگی، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا جب قبر پر گزر ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی، کسی نے پوچھا کہ آپ جنّت اور جہنّم کے تذکرے سے اتنا نہیں روتے جتنا قبر کے خوف سے روتے ہیں؟ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے، اس میں اگر کوئی کامیاب ہوگیا تو آگے کی ساری منزلیں اس کے لئے آسان ہوں گی، اور اگر اس میں پکڑ ہوگئی تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے قبر سے زیادہ گھبرادینے والا منظر کبھی نہیں دیکھا۔[1]

میرے بھائیو! تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کرکے سوچو! ہماری یہ مسجدِ نور اتنی وسیع ہے کہ اس میں تقریباً پانچ سو مصلّی نماز پڑھ لیتے ہیں، فرض کرلیجئے کہ اِس میں دروازے نہ ہوتے، کھڑکیاں بھی نہ ہوتیں اور بالکل اندھیرا ہوتا، پھر ہم اِس کے کسی کونے میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ اس کے دوسرے کونے میں ایک چھوٹا سا سانپ ہے تو ہماری کیا حالت ہوتی؟ اب تنگ وتاریک قبر کے بارے میں سوچئے کہ جب ہمیں اس میں تنِ تنہا رکھا جائے گا اور اس میں سانپ بچھو بھی ہوں گے تو کیا ہوگا؟ میرے عزیزو! قبر کی اس مصیبت سے صرف نیک اعمال ہی بچاسکتے ہیں۔

---

[1] سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، ح(۴۳۰۱)

عذابِ قبر سے بچانے والی چیزیں

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جب مردے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اُس کی بدعملیوں کی وجہ سے اگر عذاب سر کی جانب سے آتا ہے تو نماز رُکاوٹ بن جاتی ہے، اگر داہنی جانب سے آتا ہے تو روزے روکتے ہیں، اگر بائیں طرف سے آتا ہے تو زکوٰۃ روکتی ہے، اور اگر پیروں کی جانب سے آتا ہے تو دوسرے نیک اعمال (صدقہ، نوافل، لوگوں کے ساتھ نیکی وغیرہ) رُکاوٹ بن جاتے ہیں۔[۱] آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ ملک یعنی ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ﴾ (عذاب کو) روکنے والی ہے، (عذاب سے) نجات دلانے والی ہے، پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے بچانے والی ہے۔[۲] حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ سورۂ ملک اور سورۂ الٓمّ سجدہ میں سے ہر ایک اپنے پڑھنے والے پر پرندے کی طرح پَر پھیلا دے گی اور عذابِ قبر سے بچالے گی۔[۳] اسی لئے مشائخ کے یہاں سونے سے پہلے ان دونوں سورتوں کی تلاوت کا معمول ہے، خود حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ان دونوں سورتوں کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔[۴]

میرے بھائیو! مجھے اور آپ کو ہمارے رشتہ دار اور دوست احباب قبر میں تنہا چھوڑ کر چلے آئیں گے، ہمارے ساتھ صرف ہمارا نیک عمل جائے گا، وہ قبر میں بھی

---

[۱] صحيح ابن حبّان، كتاب الجنائز، ح(۳۱۱۶)

[۲] سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء في سورة الملك، ح(۳۱۰۷)

[۳] سنن الدارمي، كتاب فضائل القرآن، باب في فضل سورة تنزيل السجدة وتبارك، ح(۳۴۳۷)

[۴] سنن الدارمي، كتاب فضائل القرآن، باب في فضل سورة تنزيل السجدة وتبارك، ح(۳۴۳۷)

ہمارا ساتھی رہے گا اور قیامت کے دن بھی ہمارے ترازو کے دائیں پلڑے کو وزنی بنائے گا، اس لئے جب تک زندگی ہے ہمیں ہر بُرے عمل سے بچتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اچھے اعمال کر لینے چاہئے تاکہ آخرت میں سرخروئی ہو۔

عمل ہر مرحلے پر کارآمد

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کا مُنکِر، اللہ کا نافرمان جب قبر سے اُٹھے گا تو اُس کے لئے اس کا عمل انتہائی بدصورت اور بدبودار شخص کی شکل میں ظاہر ہوگا، وہ اس نافرمان کے پہلو میں بیٹھ جائے گا، جب جب بھی اسے کوئی گھبراہٹ کی چیز پیش آئے گی تو یہ بدصورت شخص اس کی گھبراہٹ کو اور بڑھائے گا اور جب جب بھی وہ کسی چیز سے خوف زدہ ہوگا تو یہ بدصورت شخص اس کے خوف کو اور بڑھائے گا، وہ اللہ کا نافرمان کہے گا کہ تو بُرا ساتھی ہے، تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ نافرمان کہے گا کہ نہیں۔ تو وہ کہے گا کہ میں تیرا عمل ہوں جو بُرا اور بدبودار تھا، اسی وجہ سے تُو مجھے بھی بُرا اور بدبودار پا رہا ہے، اب تُو اپنے سر کو نیچا کر تاکہ میں تجھ پر سوار ہو جاؤں اس لئے کہ تو دنیا میں میرے اوپر بہت دیر تک سوار رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

﴿لِيَحۡمِلُوٓاْ أَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةٗ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ لا وَمِنۡ أَوۡزَارِ ٱلَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيۡرِ عِلۡمٍۗ أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ﴾ (النحل:۲۵)

(ان کی بدعملی کا) نتیجہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن خود اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ کو بھی اُٹھائیں گے اور ان لوگوں (کے گناہوں) کا بھی کچھ بوجھ اُٹھائیں گے جنہیں یہ علم کے

بغیر گمراہ کررہے ہیں، یادرکھو کہ بہت بُرا بوجھ ہے (وہ گناہ) جو یہ لادرہے ہیں۔

اور مؤمن کے لئے، اللہ کے فرماں بردار کے لئے اس کا عمل انتہائی خوبصورت، خوشبو سے معطّر اور بہترین کپڑوں میں ملبوس شخص کی شکل میں ظاہر ہوگا، وہ اس نیک بندے کے پہلو میں بیٹھ جائے گا، جب جب بھی اسے کوئی گھبراہٹ کی چیز پیش آئے گی تو وہ اسے اطمینان دلائے گا اور جب جب بھی وہ کسی چیز سے خوف زدہ ہوگا تو وہ اس کے لئے سکون کا باعث بنے گا، وہ نیک بندہ اس سے کہے گا کہ اللہ آپ کو بہترین بدلہ دیں، آپ کون ہیں؟ وہ کہے گا کہ کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں تمہاری قبر اور تمہاری دنیا دونوں میں تمہارے ساتھ رہا، میں تمہارا عمل ہوں جو اللہ کی قسم! اچھا اور پاکیزہ تھا، اسی وجہ سے تم مجھے بھی اچھا اور پاکیزہ پارہے ہیں، آگے بڑھئے اور مجھ پر سوار ہوجایئے اس لئے کہ میں دنیا میں تمہارے اوپر مدّتوں سوار رہا ہوں۔ حق تعالیٰ شانُہ کا ارشاد ہے:

﴿وَيُنَجِّي اللهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۚ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (الزمر:٦١)

اللہ نجات دیں گے تقوے والوں کو ان کی کامیابی کے ساتھ، نہ ان کو کوئی تکلیف پہنچے گی نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس نیک بندے کو اس کے اعمال جو خوبصورت انسان کی شکل میں ہوں گے اپنے اوپر سوار کرا کے اللہ تعالیٰ تک پہنچائیں گے اور اس کی سفارش کریں گے۔[1]

---

[1] كتاب الزهد والرقائق، أبواب زيادات الزهد، ح(٣٦٦)

میرے عزیزو! نیکی اور بدی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، اس کا آخرت میں بدلہ ضرور ملے گا، اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال:۷،۸)

جو شخص ذرّہ برابر بھلائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بُرائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔

میرے بھائیو! ہمارے یہ تین دوست ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ کار آمد عمل ہے، لہٰذا اچھے اعمال کا بہت زیادہ اہتمام ہونا چاہئے اور بُرے اعمال سے مکمّل پرہیز کرنا چاہئے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس موقع پر شیطان ایک غلط فہمی پیدا کرتا ہے، وہ یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ بھائی! ٹھیک ہے، بات سمجھ میں آگئی کہ آخرت میں اعمال ہی کام آئیں گے، مال اور اہل و عیال کچھ کام نہیں آئیں گے، مگر اِس وقت دنیا کے بے شمار مسائل ہیں جو اعمال سے حل نہیں ہوں گے، بلکہ اہل وعیال سے، دوست احباب سے اور مال سے حل ہوں گے، اعمال بیشک آخرت میں کام آئیں گے، اُس کی بھی کسی وقت فکر کرلیں گے، مگر اس وقت کی ضرورت تو اہل وعیال اور مال سے پوری ہوگی۔ یہ خیال سراسر غلط ہے، اِس خیال کی اصلاح کی ضرورت ہے، اعمال آخرت میں بھی کام آتے ہیں اور دنیا میں بھی، مثال کے طور پر گھر میں ایک شخص بیمار ہوگیا، آپ نے اُسے جلدی سے کار میں بٹھایا اور ہسپتال کی طرف تیزی سے روانہ ہوگئے، دل میں یہ ڈر ہے کہ اگر

کسی جگہ رُکنا پڑا تو مریض کی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے، آپ ٹریفک سگنل (traffic light) پر پہنچے تو سبز ملا، دوسرا بھی سبز، تیسرا بھی سبز، اسی طرح ہر جگہ سبز سگنل ملتا چلا گیا اور آپ بڑی تیزی سے ہسپتال پہنچ گئے، ڈاکٹروں نے معاینے کے بعد کہا کہ اگر آپ دس منٹ لیٹ ہوتے تو یہ نہ بچ سکتا۔ آپ اس کو حسنِ اتّفاق مت سمجھئے، یہ مریض کے کسی نیک عمل کی برکت ہے، اور اگر بُرا عمل ہوتا تو اس کی نحوست کا اثر بھی مرتّب ہوتا، شاید ہر جگہ سرخ سگنل ملتا اور ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جاتا۔

اچھے بُرے اعمال کا نتیجہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے

معلوم ہوا کہ اچھے اور بُرے اعمال کا نتیجہ دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ٹریفک کا سگنل جب کھلا ملا تو ہر جگہ کھلا ہی ملتا گیا، بند ہوا تو ہر جگہ رُکاوٹ ہوتی چلی گئی، یہ اتّفاقات نہیں ہیں بلکہ ایک اسکیم کے تحت تمہارے ساتھ ہو رہا ہے جس کی تم کو خبر نہیں۔[1]

﴿ مَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ ﴾

(الشوریٰ:۳۰)

تمہیں جو کچھ مصیبت (دنیا میں) پہنچتی ہے یہ تمہارے بُرے اعمال کی وجہ سے ہے۔

تو مصیبت بُرے اعمال کا نتیجہ ہے اور اچھے اعمال کا نتیجہ برکات ہیں، آخرت

---

[1] مجالس مفتیٔ اعظم، ص:۳۸۹

میں بھی اور دنیا میں بھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ (الاعراف:۹۶)

اگر بستیوں میں رہنے والے ایمان قبول کرتے اور بُرے اعمال سے بچ کر اچھے اعمال اختیار کرتے تو ہم اُن کے لئے زمین اور آسمان سے برکتوں کے خزانے کھول دیتے۔

اچھے اعمال کی وجہ سے ہر چیز میں برکت ہوتی ہے اور بُرے اعمال کی وجہ سے بے برکتی ہوتی ہے، اسی لئے بُرے اعمال سے خوب بچنا چاہئے اور اگر کبھی غلطی ہوجائے تو فوراً اللہ سے معافی مانگ لینی چاہئے تاکہ بے برکتی نہ ہو اور نعمتوں کے دروازے کھلے رہیں، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی نافرمان قوم سے یہی بات کہی:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ (النوح:۱۰۔۱۲)

اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو، بیشک وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے، وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہیں مال اور اولاد میں برکت دے گا اور تمہارے لئے باغات لگا دے گا، اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا۔

جو شخص اعمالِ صالحہ اختیار کرتا ہے اُسے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ پہنچتا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

(النحل:۹۷)

جو شخص اچھے اعمال کرے گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مؤمن ہو، اسے ہم ضرور بالضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے بہترین اعمال کے بدلے ان کا اجر ضرور دیں گے۔

مال کا فائدہ اور نقصان

جہاں تک مال کا تعلّق ہے تو وہ دنیا میں کسی درجے میں کام آتا ہے، آخرت میں کام نہیں آئے گا اس لئے کہ وہ مرنے والے کے پیچھے رہ جائے گا، اور جو لوگ دنیا میں اس کا حق ادا نہیں کرتے ان کے لئے قیامت کے دن وبال بن کر آئے گا، حدیث میں ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کا مال قیامت کے دن ایک اژدہے کی شکل میں آئے گا، (وہ بہت زیادہ زہریلا ہوگا اس لئے) اس کا سر گنجا ہوگا، اس کی آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے، وہ اژدہا اس کے گلے میں لپٹ جائے گا اور اس کے جبڑوں کو پکڑ لے گا اور کہے گا:

أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ

میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔[1]

مطلب یہ ہے کہ میں وہی مال اور خزانہ ہوں جس سے تو دنیا میں بہت محبت کرتا تھا اور جمع کر کے رکھتا تھا۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، ح(۱۴۱۴)

ایک سیٹھ کا قصہ

میرے بھائیو! بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں جن کے لئے یہ مال دنیا میں بھی وبال بن جاتا ہے، اس مال کی وجہ سے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، قتل وغارت کا بازار گرم رہتا ہے، بھائی بھائی سے اور اولاد ماں باپ سے جدا ہو جاتی ہے، یہ مال ضرورت کے وقت نہ دنیا میں کام آتا ہے نہ آخرت میں، میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ سناتے تھے کہ ایک سیٹھ تھا، اُس نے بہت مال جمع کیا، اس کے پاس سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات کا ایک بہت بڑا خزانہ تھا، وہ وقفے وقفے سے اس خزانے کی سیر کرتا تھا، سونا چاندی اور ہیرے جواہرات ہاتھوں میں لے کر مزے لیتا تھا، ایک مرتبہ وہ اسی طرح سیر کرنے کے لئے خزانے میں داخل ہوا، خدّام کو اطّلاع نہیں تھی، انہوں نے دروازہ کھلا دیکھا تو بند کر دیا، سیٹھ صاحب اندر رہ گئے، وہاں ہیرے بھی ہیں، جواہرات بھی ہیں، چاندی بھی ہے، سونا بھی ہے، سب کچھ ہے، لیکن بیچارے بھوکے پیاسے تڑپ تڑپ کر مر گئے، جب کسی ضرورت سے دروازہ کھولا گیا تو سارے خزانوں کے بیچ میں سیٹھ صاحب کی لاش پڑی ہوئی ملی۔[1] اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

عرض یہ کر رہا تھا کہ مال دنیا میں کسی درجے میں کام آجاتا ہے مگر آخرت میں کام نہیں آئے گا، ہاں، اگر آپ مال کے حقوق ادا کریں گے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے خرچ کریں گے تو وہ آخرت میں بھی کام آئے گا۔

---

[1] اصلاحی مواعظ: ۷ / ۲۲۴

اولاد سے بڑھ کر کوئی پونجی نہیں

اہل وعیال بھی صرف دنیا میں کام آتے ہیں اور وہ بھی ہر وقت نہیں، ہاں اگر ان کی صحیح تربیت کی اور ان پر محنت کر کے انہیں شریعت پر چلایا تو ان شاء اللہ دونوں جہان میں کام آئیں گے، میرے بھائیو! اپنی اولاد پر محنت کرو، اولاد سے بڑھ کر کوئی پونجی نہیں، اگر اولاد پر محنت کروگے، انہیں دین دار بناؤگے، دینی تعلیم سے آراستہ کروگے، صاحبِ تقویٰ بناؤگے، تو یہ آپ کی خدمت کرے گی، آپ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی اور آپ کے مرنے کے بعد آپ کے لئے دعا کرے گی اور صدقۂ جاریہ بنے گی، قیامت کے دن بھی آپ کی عزّت اور نجات کا ذریعہ بنے گی، اس لئے اولاد پر محنت کرو، ان کی تربیت کی فکر کرو، ان کو اچھی صحبت کا عادی بناؤ، اچھے کاموں میں لگاؤ، اچھی تحریکوں میں جوڑو، علماء اور صلحاء کے ساتھ وابستہ کرو، دینی تعلیم دو، تقویٰ کی راہ پر ڈالو، ان میں سے جو اِس راہ پر ہیں اُن کی ہمّت افزائی کرو اس لئے کہ ہماری اولاد اگر دین میں ترقّی کرے گی تو دونوں جہان میں انہیں بھی کامیابی ملے گی اور ان کے ساتھ ہمیں بھی۔

دوہرا اصول (double standard)

تو مال کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ نہیں کیا تو وبال ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کیا تو فائدہ ہی فائدہ ہے، اہل وعیال کو، بیوی بچّوں کو غلط راستے پر چلنے دیا تو آخرت میں وبال ہے، بیوی کہے گی کہ اے اللہ! میرے شوہر کی مرضی کے خلاف مجھ سے کوئی چھوٹا سا کام بھی ہوجاتا تھا تو وہ ناراضگی کا اظہار کرتے تھے، لیکن آپ کی نافرمانی پر ان کے ہونٹوں پر جنبش بھی

نہیں آتی تھی، اگر وہ مجھے آپ کے حکموں کے بارے میں کچھ کہتے جیسا کہ وہ اپنے معاملات کے بارے میں کہتے تھے تو میں آپ کے احکام کی کسی نہ کسی درجے میں ضرور پابندی کرتی ۔ اب بیوی کے ساتھ شوہر کو بھی پکڑا جائے گا، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ سختی کرو، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دوسرے معاملات میں سختی کرتے ہیں اور دینی معاملات میں بالکل خاموش رہتے ہیں، آخر کیوں؟ ہماری مرضی کے خلاف کچھ ہو جائے تو ہم آگ بگولہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف سینکڑوں کام ہوتے رہیں مگر پیشانی پر بل تک نہ آئے، آخر کیوں؟ میں سختی کی ترغیب نہیں دے رہا ہوں، ہماری شریعت سختی سے منع کرتی ہے، شریعت نے تربیت کا ایک خاص طریقہ بتلایا ہے، اس کے مطابق شفقت کے ساتھ تربیت کرو، میں تو صرف ایک مثال دے رہا ہوں کہ کئی مرد ایسے ہوتے ہیں کہ سالن میں نمک کی کمی زیادتی کی وجہ سے جھگڑا کھڑا کر دیتے ہیں، لیکن شادیوں میں غلط رواج، فضول خرچی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وغیرہ پر بہت آسانی سے عذر پیش کر دیتے ہیں کہ گھر والی کے سامنے مجبور ہوں، اللہ تعالیٰ کے احکام ٹوٹتے ہیں تو گھر والی کے سامنے مجبور اور وہ ایک چمچ نمک بھول جائے تو اس مسکینہ پر مسلّط ! یہ دوہرا اصول کہاں کا انصاف ہے؟

اہل وعیال کا ہاتھ اور ہمارا گریبان

میرے بھائیو! اپنے اہل وعیال کی تربیت کرو تا کہ یہ آخرت میں کام آئیں، اگر ہم نے یہ ذمّہ داری ادا نہیں کی تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا گریبان، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَدِّبِ ابْنَكَ، فَإِنَّكَ مَسْئُوْلٌ عَنْ وَلَدِكَ، مَاذَا أَدَّبْتَهُ وَمَاذَا عَلَّمْتَهُ[1]

اپنے بیٹے کی تربیت کرو اس لئے کہ تم سے اپنی اولاد کے متعلّق سوال کیا جائے گا کہ ان کی کیا تربیت کی تھی اور انہیں کیا تعلیم دی تھی؟

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ باپ کو بلائیں گے اور پوچھیں گے کہ بھائی! ذرا تفصیل سے بتا کہ اپنی اولاد کو کیا تعلیم دی تھی؟ ادب کتنا سکھایا تھا؟ تربیت کتنی کی تھی؟ اس کی ذہنی تربیت کتنی کی تھی؟ اب باپ کو معلوم ہی نہیں کہ میرا بچّہ مکتب میں کیا پڑھ رہا ہے تو قیامت کے دن کیا جواب دے گا؟ اسی طرح تربیت کا بھی کوئی اہتمام نہیں کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کیسے جواب دے گا؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ اولاد کے ساتھ یہ بھی جہنّم میں جائے گا۔

اگر اہل و عیال کی صحیح تربیت کی تو آخرت میں کام آئیں گے ورنہ نہیں، اسی طرح مال کے حقوق ادا کئے تو آخرت میں کام آئے گا ورنہ وبال، لیکن جہاں تک اچھے اعمال کا تعلّق ہے تو وہ آخرت میں بھی کام آئیں گے اور دنیا میں بھی کام آئیں گے۔

پچھلی اُمّت کے تین حضرات کا قصّہ

اس سلسلے میں ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں جو حدیث الغار کہلاتی ہے، آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس میں پچھلی کسی اُمّت کے تین آدمیوں کا قصّہ بیان فرمایا ہے، تین شخص سفر کر رہے تھے، رات ہوگئی، اُنہوں نے ایک غار میں پناہ لی، پہاڑ

---

[1] شعب الإيمان، باب في حقوق الأولاد والأهلين، ح(۸۶۶۲)

کے اوپر سے ایک بہت بڑی چٹان گری اور اس نے غار کے منہ کو بند کر دیا۔[۱]
میرے بھائیو! کیا اہل وعیال ساتھ ہیں؟ مال ساتھ ہے؟ اگر مال ہوتا بھی تو کیا کام آتا؟ اہل وعیال ہوتے بھی تو کیا کرتے؟ کس طرح بچاتے؟ ایسے موقع پر بچانے والی ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے اعمال۔

وہ نیک لوگ تھے، آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تمھیں اس چٹان سے نجات دلانے والی ایک ہی چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کرو، ہر شخص غور کرے اور اپنی زندگی کا جائزہ لے اور ایسا عمل تلاش کرے جو اُس نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کیا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ سے کہے کہ اے اللہ! میں نے فلاں عمل صرف آپ کی رضا جوئی کے لئے کیا تھا، اگر وہ آپ کی بارگاہ میں مقبول ہوا ہے تو اُس کی برکت سے آپ اِس چٹان کو ہٹا دیجئے۔

کون کہتا ہے کہ عمل دنیا میں کام نہیں آتا؟ دنیا میں بھی جب مشکل وقت آتا ہے تو عمل ہی کام آتا ہے، آخرت میں تو عمل کام آئے گا ہی، لیکن دنیا میں بھی آڑے وقت میں عمل ہی کام آتا ہے، نہ مال کام آتا ہے نہ اہل وعیال، اور چونکہ اس حقیقت سے سب واقف ہیں اسی لئے جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو اُس وقت دعا اور صلوٰۃ الحاجۃ کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں، وہ علماء، مشائخ اور بزرگوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں اور منّت کرتے ہیں کہ حضرت دعا کیجئے! کیوں؟ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ نیک عمل ہی بچا سکتا ہے۔

---

[۱] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، ح(۳۴۶۳)

تینوں میں سے پہلے کی دعا

ان تینوں میں سے پہلے نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میری یہ عادت تھی کہ روزانہ بکریوں کو چرا کر جب شام کو لوٹتا تھا تو دودھ دوہتا تھا اور سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا تھا، بیوی بچّوں کو بعد میں پلاتا تھا، میں ایک دن بکریوں کو چرانے کے لئے نکلا تو چارے پتّے کی تلاش میں بہت دور نکل گیا، جب میں رات کو واپس پہنچا تو میرے ماں باپ سو چکے تھے، معمول کے مطابق میں نے دودھ نکالا اور چونکہ ہمیشہ سے سب سے پہلے ماں باپ کو پلانے کا معمول تھا اس لئے دودھ سے بھرے پیالے کو ہاتھ میں لے کر ان کے بستر کے پاس کھڑا ہو گیا اور ان کے جاگنے کا انتظار کیا، اسی حالت میں صبح ہو گئی، بچّے بھوک کی وجہ سے روتے رہے، جب ماں باپ بیدار ہوئے تو پہلے ان کو پلایا اور بعد میں بیوی بچّوں کو، اے اللہ! میں اپنے دل کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف آپ کو راضی کرنے کے لئے کیا تھا، اگر آپ کی بارگاہ میں میرا یہ عمل خالص آپ کے لئے ہی لکھا گیا ہے تو اِس عمل کے وسیلے سے اِس چٹان کو ہٹا دیجئے۔ چٹان تھوڑی ہٹی لیکن اتنی نہیں کہ کوئی نکل سکے۔

دوسرے کی دعا

دوسرے نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جو بہت خوبصورت تھی، میں اسے بہت چاہتا تھا، اس پر قابو پانے کی بہت کوشش کی مگر وہ کسی طرح بھی آمادہ نہیں ہوئی اس لئے کہ وہ نیک تھی، ایک مرتبہ وہ مالی پریشانی میں مبتلا ہوئی اور اپنی ضرورت لے کر میرے پاس آئی، میں نے اسے ایک سو بیس (۱۲۰)

دینا اس شرط پر دے ئے کہ وہ مجھے اپنے اوپر قابو دے گی، وہ بیچاری مجبور تھی، تیار ہو گئی، جب میں اس پر قادر ہو گیا اور اس کے پیروں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا:

اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهٖ

اللہ سے ڈرو اور مُہر کو ناجائز طریقے سے مت توڑو!

یعنی اگر یہ کام کرنا ہی ہے تو مجھ سے شادی کر کے جائز طریقے سے کرو۔ اللہ اکبر! وہ عورت کتنی نیک ہوگی؟ اس کو اپنے نفس پر کتنا کنٹرول ہوگا؟ اللہ اکبر! اس کی اس بات کا مرد پر یہ اثر ہوا کہ وہ ہٹ گیا اور عورت سے پیسے لوٹانے کا مطالبہ بھی نہیں کیا۔

اس نے التجا کرتے ہوئے مزید کہا کہ اے اللہ! میں نے یہ عمل صرف آپ کو راضی کرنے کے لئے کیا تھا، اگر آپ کی بارگاہ میں بھی یہی لکھا گیا ہے تو میں اس عمل کے وسیلے سے آپ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ ہمارے لئے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیجئے۔ وہ چٹان ہٹی لیکن اتنی نہیں کہ وہ لوگ اس غار سے نکل سکیں۔[1]

گناہ کے وقت اگر ملکُ الموت آجائے تو؟

میرے بھائیو! دنیا میں کیسے کیسے لوگ گذرے ہیں، وہ بھی ہماری طرح انسان ہی تھے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے گناہ سے بچ سکتے تھے تو کیا میں اور آپ نہیں بچ سکتے؟ تھوڑی دیر کے لئے سوچو کہ وہ شخص زنا سے کتنا قریب پہنچ چکا تھا؟ اتنا قریب پہنچ جانے کے بعد کوئی پیچھے ہٹ سکتا ہے؟ مگر یہاں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل

---

[1] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، ح(۳۴۶۳)

ہوا، عورت اور مرد اپنی خواہش پوری کرنے سے ایک ہی قدم دور ہیں اور اچانک اس عورت کی زبان سے ایک بات نکلی جس کے نتیجے میں وہ مرد رُک گیا، اللہ اکبر! میرے بھائیو! جب اس حدیث کو پڑھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اس عورت کا اللہ تعالیٰ کی نظر میں کیا مقام ہوگا؟ اور مرد بھی کیسا ہوگا کہ وہ گناہ کے بالکل قریب پہنچ گیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے بچالیا۔

میرے بھائیو اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا کرو! خدا کی خشیت پیدا کرو! سوچو کہ گناہ کی حالت میں اگر ملکُ الموت آجائے تو کیا ہوگا؟ اگر اِس عمل کی نحوست کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے ایمان کو سلب کرنے کا فیصلہ کرلیا تو کیا ہوگا؟ بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی نحوست کی وجہ سے موت کے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

تیسرے کی دعا

تیسرے نے کہا کہ اے اللہ! تیرے علم میں ہے کہ میں نے ایک مرتبہ کچھ مزدوروں کو کام کرنے کے لئے بلایا، اُنہوں نے آکر کام کیا، سب کو میں نے ان کی طے شدہ مزدوری دی، ان میں سے ایک اپنی مزدوری لئے بغیر ہی چلا گیا، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ بیچارہ غریب آدمی ہے، اس کی مزدوری کو تجارت میں لگانا چاہئے، میں نے ایسا کیا اور خوب برکت ہوئی، وہ جو مزدوری کی معمولی رقم تھی اس میں بہت بڑھوتری ہوئی، ایک دن وہ آیا اور کہنے لگا کہ بھائی! مجھے میری مزدوری دے دو!

میں نے اُس سے کہا کہ یہ اونٹ، گائے بکریاں اور غلام جو تو دیکھ رہا ہے، یہ

سب کچھ تیرا ہے، لے جا! اُس نے کہا کہ اللہ کے بندے! میرے ساتھ مذاق مت کرو! میری مزدوری تو بہت معمولی تھی۔ میں نے اسے سمجھایا اور بتلایا کہ یہ سب کچھ تیرا ہے، وہ سب کچھ لے گیا، اے اللہ! میں اپنے دل کو ٹٹولتا ہوں تو مجھے نظر آتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف آپ کو راضی کرنے کے لئے کیا تھا، اگر میرے اس عمل میں اخلاص تھا آپ اِس مصیبت سے ہمیں نجات دے دیجئے۔ وہ چٹان مزید کھلا اور وہ تینوں غار سے صحیح سالم نکل گئے۔[1]

خلاصہ

دیکھ لیا آپ نے؟ اعمال جس طرح آخرت میں کام آتے ہیں اِسی طرح دنیا میں بھی کام آتے ہیں، ایک صحابی رضی اللہ عنہ آں حضرت کے پاس اپنی پریشانی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ گھر میں فقر ہے اور میرا بچّہ اغواء ہو گیا ہے اور اس کی ماں بہت پریشان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو اور صبر سے کام لو۔ انہوں نے گھر جا کر اپنی اہلیہ سے یہ بات کہی اور دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر عمل کیا تو بچّہ دشمنوں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور ان کے بہت سارے اونٹ اور بکریوں کو بھی ہانک لایا۔[2] معلوم ہوا کہ نیک اعمال سے، تقویٰ سے، صبر سے دنیا میں بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارے تین دوست ہیں، پہلا دوست مال ہے، وہ تو بالکل ہی نکمّا ہے، ہمارے مرتے ہی وہ بے وفائی کرے گا، ہاں! اگر ہم اُس کو مرنے سے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، ح(۳۴۶۳)

[2] تفسير القرطبي: ۲۱/۴۴، تفسير الطبري: ۲۳/۴۵

پہلے آخرت میں بھیج چکے ہوں گے تو کام آئے گا، دوسرا دوست اہل وعیال ہے، اہل وعیال کے ساتھ دوستی قبر تک، اگر ہم نے اُن کی اچھی تربیت کی ہے تو آخرت میں کام آئیں گے ورنہ نہیں، اور تیسرا دوست عمل ہے اور یہی حقیقی دوست ہے، اس کا نفع ہمیں ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی پہنچے گا اور آخرت میں بھی۔

دیکھو! ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک حدیث بیان ہوئی:

إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ[1]

اللہ تعالیٰ کے لئے خیرات کرنا حق تعالیٰ شانُہٗ کے غصّے کو ٹھنڈا کردیتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔

دیکھئے! صدقہ اور خیرات کی وجہ سے اللہ کا غصّہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے، جب غصّہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو عذاب رُک جاتا ہے، دنیا میں فائدہ ہوا کہ نہیں؟ اسی طرح خیرات کرنا بُری موت کو دور کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ محتاجی والی، مصیبت والی، حادثہ والی موت نہیں ہوگی، اسی طرح حسنِ خاتمہ والی موت نصیب ہوگی، صدقہ ایک نیک عمل ہے، اس کی برکت سے دینی اور دنیوی دونوں فوائد حاصل ہوئے یا نہیں؟

اعمالِ صالحہ کا فائدہ دنیا میں بھی ہے، موت کے وقت بھی ہے، قبر میں بھی ہے، قیامت کے دن بھی ہے، پل صراط پر بھی ہے، اور ہمیشہ کے لئے جنّت میں بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء في فضل الصدقة، ح(٦٦٥)

مآخذ و مراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل، مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود	مؤسسة الريّان، بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسىٰ الترمذي	دار التأصيل، مصر
۵	سنن ابن ماجه	الإمام ابن ماجه	دار التأصيل، مصر
۶	صحيح ابن حبّان	الإمام ابن حبّان	دار التأصيل، مصر
۷	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية، بيروت
۸	سنن الدارمي	الإمام الدارمي	دار التأصيل، مصر
۹	كتاب الزهد	الإمام عبد اللّٰه بن مبارك	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۰	تفسير الطبري	الإمام ابن جرير الطبري	دار عالم الكتب، رياض
۱۱	تفسير القرطبي	الإمام القرطبي	مؤسسة الرسالة، بيروت
۱۲	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة
۱۳	مجالسِ مفتیٔ اعظم	حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی	کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند
۱۴	اصلاحی مواعظ	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی	مکتبۂ لدھیانوی، کراچی

دیگر مطبوعات

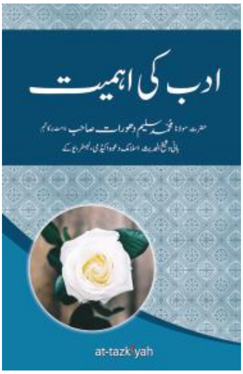

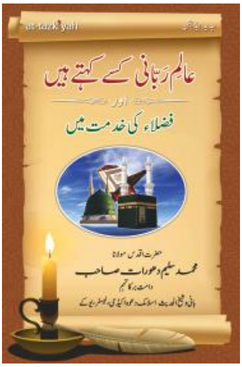

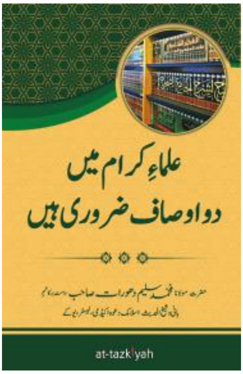

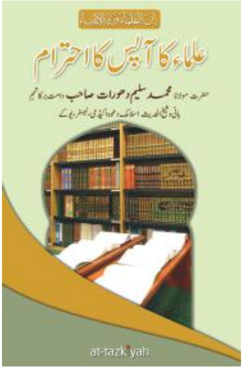

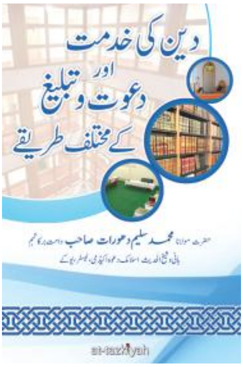

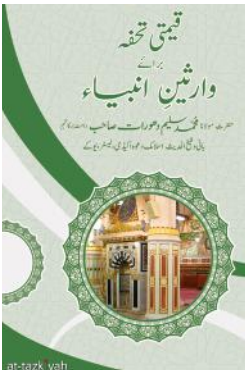

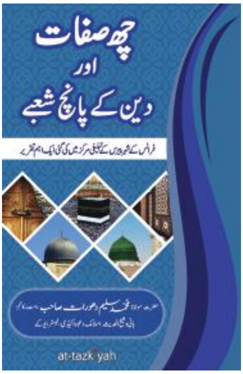

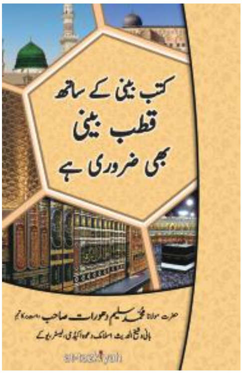

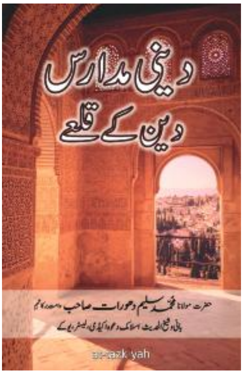

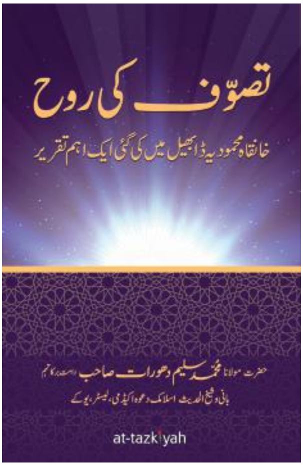
تصوّف کی روح
خانقاہ محمودیہ ڈابھیل میں کی گئی ایک اہم تقریر
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے
at-tazkiyah

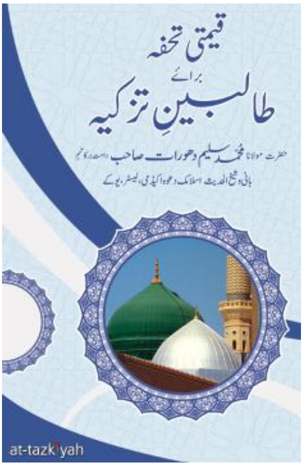
قیمتی تحفہ
برائے
طالبینِ تزکیہ
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے
at-tazkiyah

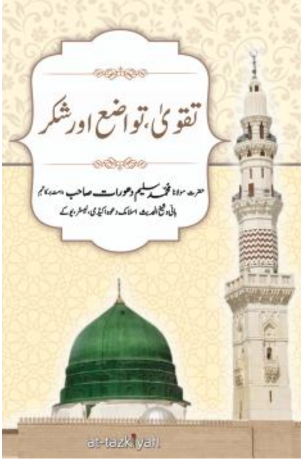
تقویٰ، تواضع اور شکر
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے
at-tazkiyah

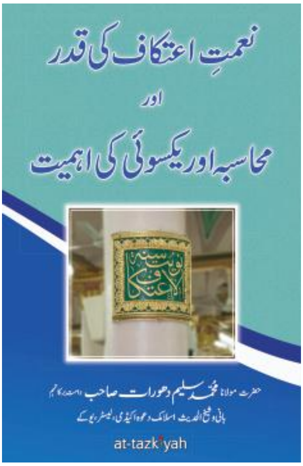
نعمتِ اعتکاف کی قدر
اور
محاسبہ اور یکسوئی کی اہمیت
حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے
at-tazkiyah

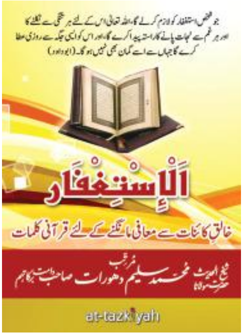
جو شخص استغفار کو لازم کرلے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا اور ہر غم سے نجات پانے کا راستہ پیدا کرے گا، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ (ابو داود)
اَلْاِسْتِغْفَار
خالقِ کائنات سے معافی مانگنے کے لئے قرآنی کلمات
مرتب
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
at-tazkiyah

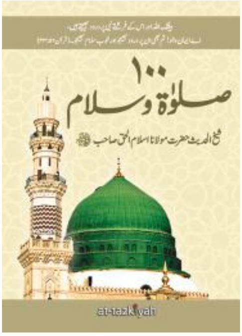
۱۰۰
صلوٰۃ و سلام
شیخ الحدیث حضرت مولانا اسلام الحق صاحب
at-tazkiyah

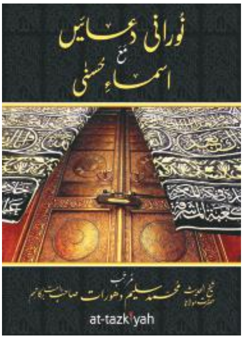
نُورانی دعائیں
مع
اسماءِ حُسنیٰ
مرتب
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
at-tazkiyah